

دیوبند مہماں

# تجلی

TAJALLI  
DEOBAND U.P. INDIA

مہماں



اندھوں میں لکھ شمع



70/-

مکتبہ عالمی عثمانی (فائل دیوبند)

سالانہ قیمت  
10/-

Rs. 1/25

# کیوں زم کے خدوخال نمایاں کرنے والی کتابیں

نظام اور درجہ۔ غالب کے اس شعر کی جائی گئی تفسیر سے تحریر کی تھی کہ مذکور کے اس قلاب کی ضرورت ہے۔ ایک عالماء بہث سے لفظ سے جوں کی حکایات و فوجیان سے لفظ سے جوں کی حکایات و فوجیان

قیمت ۲۵ پیسے۔

## اقتصادی سامراج

سامراج دشمن اس در کار مرا جھے یک منظر  
بھی مختلف بھیں ہد کر ساختے اڑا ہے۔ اس کی تازہ ترین  
حکمل ہے اقتصادی سامراج۔ یہ سامراج اپنے اپنی کم  
درخ بھی اٹا ہے۔ اس کتاب میں ضلع پڑھتے ہیں تھیت وہ بھی

## اقتصادی تعاون

ایک اور اقتصادی تکنیک کا فرض ہے کہ دو گروہوں  
پر اندھہ مکلوں کی مدد کریں یعنی پس اندھہ مکلوں میں آزادی  
اور تقدیر خوازی کو نقصان پہنچا جائے۔ یہی مکلوں ہے، ایک انتہائی  
حلومات اور ذہنیت کی تھیت ۲۵ پیسے۔

## موجودہ سماج میں طبقاتی نظام

طبقاتی نظام اور اس سے پیدا ہونے والی نیازی  
کے خلاف لفظی اور سیاستیان ایک دست سے بھاڑ کر رہے  
ہیں۔ اس کتاب میں مخفاتی نام کی نظام کی مرثت سے فاسد  
ملی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۵ پیسے۔

**غیر جائز ای بطور ایک سیاسی نظریہ**  
غیر جائزداری کے سلسلہ پر ایک ملکی اور اسلامی  
بحث۔ کیا اسلامی سیاست کے موجودہ درپر میں کوئی لکھ  
و اقی خیس ماہی اور دنکن کا ہے، ایک انتہائی  
ضید اور تھیل اور ذہنیت۔ قیمت ۵ پیسے۔

● پرستا بچہ ضید پکے کا عنہہ  
شان ہوا ہے۔

● خوب صورت نمائیں  
ہر کتا بچہ ہند میں بھی اکھیت  
پر دنیا بہر نکلتا ہے۔

## کیوں زم اور کسان

زندگی مسائل پر ایک نیشنل فنر سے موبی بھا۔  
کتابوں سے مختلف کیوں نوشیں کے حقیقی ارادے کیا ہیں؟  
کیوں زم جائیں داروں کا شرمن ہے یا خود کتابوں کا؟ اور  
بندوق تان کی زخمی ترقی کا سچ گرائے کون سا بے؟ ان  
تمام ایک مسائل کا سیر ماسل تجزیہ۔ مصنعت رام سر دب  
قیمت درود پے ۵ پیسے۔

## اہم کی منی و مہیں

نے ایک نہیں تصور بخشے  
کران میں جوئی رنگ  
اڑون بیان  
پیسے۔

## پاپا ماب

ل اور ان کے جا ب کیوں زم کے حقیقی  
دی پر پہنچے جاتے ہیں اسی کتاب میں ان کے  
دو اس جواب عام فرم انداز میں دیے گئے ہیں  
میں ہا بہی۔ ۶۰۔ اصنافات قیمت ایک روپیہ۔

## سووٹ روں کی حقیقت

سووٹ روں ہائے ناطے کی ایک نہیں جیتنے  
چکے۔ سچے چاندنی میں لوگ ہر ڈنڈ پر ڈنڈنے کا تکارکہ  
و ڈنڈ کا جاتے ہیں۔ اس کتاب میں پر ڈنڈنے سے بہت  
کرہیں جاتے ہیں۔ اس کتاب سے لوایا ہے کتاب دو حصوں میں  
چکا ہے جو ہمیں قیمت درود پے۔

## تجھدید جنوب

اوی کے شروع ادب میں تاریخی اضافہ۔ روں اد  
مشکل پر کے امیر شاعروں کی تحریک تھیں کیا ہیں اور یہیں

## کھستنی

محترم سیدی کا مجموعہ کلام۔ بقول نیاز فیضوری  
و جو دو بعد حاضر کے ادب و ادب میں بڑا اچھا اضافہ  
ہے اور محترم سیدی کی لالیں سبقت کی تھیں گئی کافی  
قیمت درود پے۔

## چھوڑیت ہی کیوں؟

ایک شور جو اس سرال کا مل جادب دیتا  
ہے کہ سیاسی نظام کی جیت سے کیوں زم کے  
 مقابلے میں چھوڑیت ہی کر کیوں اختار کیا جانا چاہیے  
ترجم محمد فتحی خان۔ قیمت ایک روپیہ۔

## خط قسم

کیوں نہیں میں کے غلام آباد سے چینی خواہ  
کے فرادر کی کہانی تصویریوں کی زبانی۔ ایک صورت  
کتاب پر جو ماذ لیٹری کے خدوخال پوری تفصیل سے  
پڑھ کر دیتا ہے۔ قیمت ۵ پیسے۔

## تی دنیا کی جھلکیاں

صیریت اور ذکر کاچوں کا ایک گرافیکسل  
حصہ جذبی کرنے کے شایع ہو گئے ہیں۔

## ہمارے دور کا قلاب

موجودہ دو دن کے انقلابی تھانے کیا ہیں اور یہیں

اس پتے سے منگائیے۔ مکتبہ تجلی۔ دیو بند ضلع سہاران پور روپیہ۔

اپریل شمارہ

ماہنامہ



بائیسیوں سال کا دوسرا شمارہ

ایڈیٹر: عامر عثمانی



اس دائرے میں شرح قشان ہے تو کہ  
یہچہ اس پرچہ پر آپ کی خوبی اور ختم ہے یا تو  
منی آرڈر سے سالانہ تیمت بھیجن یا دی یا لی کی  
اجازت دیں۔ آئندہ خیریہ اوری جاری نہ کی  
ہوتی بھی اطلاع دیں۔ خاصوشی کی صورت  
میں اکٹا پڑھے وہی پی سے بھیجا جائے کہا جسے  
وصول کرنا آپ کا اخلاص فرض ہو گا۔  
(دی یا گیارہ روپے کا ہو گا) منی آرڈر  
بھیکر آپ وہی خرچ سے رج جائیں گے۔

اس پرچہ کی قیمت۔ سوار و پیغام

ہندوپاک سالانہ چندہ

دش روپے

غیر مالک سے بذریعہ محرومی ڈاک

ایک پونڈ دش شلنگ

بذریعہ ہواں ڈاک تین پاؤ

## فہرست مضمومین اپریل ۱۹۶۶ شمارہ

۲	ادارہ	حوالہ دائمی
۵	عامر عثمانی	آغاز سخن
۱۷	ماہر القادری	معتمد مابر
۱۵	شمس نوید عثمانی	کیا ہم مسلمان ہیں؟
۱۹	مولانا ابوالعلی الحسدوی	تفہیم القرآن (اطلاق)
۳۱	" "	تفہیم حدیث
۳۵	عامر عثمانی	تجھی کی ڈاک
۴۳	" "	مسلم رکتاب لایانہ
۵۱	محبیل الرحمن شاہی	جہالت اسلامی جملے پر کیا گزی
۵۹	دعا جو علم باشی	صریفہ بخارا کی خوبیں سرگزشت
۷۳	تسلیم قریشی	غذیل
۷۵	مولانا محمود دہلوی	یہ گھری عشرت کی ہے (تقریر)
۸۱	ملابن العرب مکی	چہا اسلامی کو امور میں امداد
۸۳	(عامر عثمانی - تسلیم عاصم)	مسجد سے بخاتے تک
۹۱		کھبڑے کھوٹے

صلار مکمل پتلا۔ تخلی آفس۔ دیوبند۔ (بیرونی)

اسلامی پریس۔ دیوبند (بیرونی) مطبشر۔ عامر عثمانی

# احوال واقعی

اللہ کا شکر ہے کوئی شمارہ ٹھیک وقت پر آئے ہا تھوں میں پہنچ رہا ہے اور مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ ہم اسے سب سے زیادہ صفات کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ یہ خریداروں پر کوئی احسان نہیں بلکہ اسے اس گناہ کا لفڑا رہے کہ باہم اپنی دو ماہی شمارے فقط ذیر و گناہ صفات کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ ایسے فراخ دل اور فیاض طبع قاری اللہ تو ہر سامنے کو دے جیسے ہیں عطا کئے گئے ہیں۔ صفات کی کمی اور اتنا عتوں کی تأخیر پر ندوہ بگوتے ہیں نہ ترک عقل کرنے سے صابر و شکر کا در پر خلوص تجربت کرنے والے۔ ایسے اپنی کرم کے لئے ہم بھی بھی زیادہ صفات کا اہتمام کریں تو یہ ہمارا اخلاقی ترقیتیہ ہو گا زکر احسان و اشارہ۔

دیسے نئے سال کے سر کاری بحث نے مزید گرانی کی جو نیدشتانی ہے وہ خاصی تشویشناک ہے۔ خدا جانے تجلی کو اسکی موجودہ تمیت پر بحال رکھنا ممکن ہو گایا ہیں۔ کوئی ہم حتیٰ اوسی بھی کریں گے کہ تمیت بڑھانے کی نیت نہ آئے، لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ہماری کوشش مشکل پڑی یا ناکام۔ مشکل کے فیض ایں ایں نہ ہو ریا آ رہا ہے اس میں کس کے قدم اپنی حکمتے ہیں یہ کون نہ سکتا ہے۔

نہ کلیت کی اجازت نہ فرایاد کی ہے      بحث کے حوالوں پر خوب سیادی ہے  
مگر آپ فکر نہ کریں۔ خدا کے بھروسے پر کام کرنے والے بڑے بخت جان ہوتے ہیں، فتح المومن دعم الوبی کا ورد کرنے کے بعد کہے گئے ہے کہ یادوی ہماری ہمت تیڑے۔ امید، حسین، ملکینت اور ثبات ہر اس شخص کا حصہ ہے جو اللہ کے فضل پر نگاہ رکھتا ہو۔

اس شمارے سے تاچیریدیر تجلی سے صحیح مسلم کی شرح کا آغاز کیا ہے۔ حوار و خواص دونوں سے گزارش ہے کہ اپنی رائے نافر  
اوہشور سے آگاہ فرمائیں۔ ذہداریوں کے ہجوم میں ویک سامراجی میسا نعمود علم و عقل کا آدمی شرح حدیث کا گرانقدر  
کام آنکھاں سے تو اسی لغز شود، اور خایمین کا پایا جانا لازمی ہی کھھنا چاہیے۔ بہت قیمت ہو گا اگر یہ مومنوں فاطمیوں ہی  
سے پاک رہ جائے۔ سہ حال ہیں ہم آپ کے خیال و رائے کا استناد کریں گے۔

پاکستان کتب و رسائل کی آمد قطعاً ہندسے ہے، پھر بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ تجھی آپ کو ہاں کے خاص ظاہر حالات میں کیا  
تھے طبع کر رہا ہے۔ تھھٹے لہا اپنے مولانا مودودی کی لاہور والی تقویٰ پڑھی۔ اس بارہ گرو انداز کی تقریر ہے۔ ان کی  
قصیم القرآن بھی تازہ بر تازہ حل رہی ہے۔ آپ کی دعاؤں سے خدا کا فضل شامل حال رہا تو اشارہ اللہ اس نہ بھی  
آپ کفر و اسلام کی اس جگہ کے کچھ نظارے تجلی تے صفات میں ملاحظہ فرماتے رہیں گے جو پاکستان میں تریخ گلی گلی  
ہے۔ علاوہ اس کے تجلی اب کی سال جس خاص نہیں کارا دہ کر رہا ہے اس کا عنوان ہو گا خلافت ملوكیت خبر  
مولانا مودودی کی تحلیل فت و ملوكیت پر اعزامات کا چھپیں۔ طوفان پر صفحہ چیز بریا ہوا ہے اسے ہم صبر و  
محفل سے دیکھ رہے تھے۔ اب ہم آپ کو دکھائیں گے کہ یہ طوفان جھض و لکس الیغزوں بالی تھا تو خلافت ملوكیت کے  
پہاڑ کو ایک بوجھی بیچھے سے نہیں سکا۔ واللہ الموقف۔



## آنوار

میں انھوں نے جو رسارک جماعت اسلامی سے تعلق سے دیتے ہیں وہ حضن غلط فہمی پڑھنی ہیں اور اس غلط فہمی کے پیچے علم و تحقیق کی تھوڑی بھی لکھی اور نکر و تدبر میں تھوڑی بھی جلد بازی کا رزما ہے۔ ہم تو قص کرتے ہیں کہ وہ ہماری معروضات پر دوستانہ توجہ دیں گے اور آئندہ جماعت اسلامی کے متعلق پچھلی بھی تھتھی ہوئے یہ تھوڑا رکھیں گے کہ معلومات کی کمی یا فلکر و تاریخی سہیں انجام دیتے ہیں اس کے قلم سے ایسی کوئی بات نہیں نکلنی چاہئے جو اضافات کے دائرے سے باہر اور علم و ممتازات کے ذریعے سے خارج ہو۔ اخباری نوع کے موضوعات میں ذرا الاباس بچلتا ہے لیکن جماعت اسلامی کا موضوع طریقہ اناز کہے۔ یہ ایک ایسی جماعت ہے جو آج کی طالب نوادرتی میں اعلام کلیتہ اخلاقی کھشکل ترین فلسفیہ انجام دے رہی ہے۔ وقت کے خدا دشمن فلسفوں سے لڑ رہی ہے۔ طغیان و گمراہی پھیلانے والے افراد کے آگے سینہ پر رہے۔ یہ نہیں کہ اس کے سواد میں کوئی حق پرست ہی نہیں۔ بلکہ

کھلے شمارے کے ان صفات میں ہم نے کلکتہ کے ایک ٹوپر روزنامے کے دواداریوں کا تذکرہ کر کے پہلے پر پھر عرض کیا تھا۔ آج دوسرے پر تفصیلاً کلام کرنا چاہتے ہیں۔ کلام اس لئے نہیں کرنا چاہتے کہ فاضل مدیر کو ہم جماعت اسلامی کا دشمن اور معاند سمجھتے ہیں۔ اگر اسی سمجھتے تو ہمیں کسی خاص التفات کی ضرورت حسوس نہ ہوتی۔ جماعت اسلامی کے عناد پر ورد شمتوں کا تو شیرہ ہی وقت بے وقت اس جماعت اور اس کے امیر کو کالیاں دینا اور اپنے چل مرکب کاظماہرہ کرنا ہے۔ ان کا تقبیح ہم بارہا کرچے اور بہت کچھ لکھ کر کے۔ اب طبیعت اپنی جانب کہ ان کے تھفوات وہ دیانت پر مزید وقت برداشی کیا جائے۔ لیکن فاضل مدیر ایک درد مند و تخلص مسلمان ہیں۔ کینہ اور حصومت ان کی فطرت نہیں۔ بھی جماعت یا فرد سے عزاد و تعصیب رکھنا ان کے مزاج صراحت سے بعید ہے اسی لئے ہمیں یقین ہے کہ اپنے ۲۳ رجبوری کے ادائیتے

باطل کی قوی ترین فوجوں کے نزدیک میں تھے اس وقت ان لوگوں نے تیر چلاتے تو اسلامی عساکر پر اور سنگریز پر چینکے تو جاہدین حق کی سمت۔

جو لوگ ایمان سے دور ہیں۔ یا برائے نام ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے تو ہماری اس طرح کی باتیں کوئی اہمیت نہ رکھیں گی۔ لیکن جن کا ایمان سخت اور فطرت صلاح ہے وہ ہرگز اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ایسا کوئی گناہ ان سے سرزد ہو جس سے قیامت کے دن ان کی شفاعت ہی مشکل کہ ہو جائے اور اُس آتکی نار اضکان کے حصے میں آئے جس کے ناراض ہونے کا واحد مطلب ہے، خدا کی نار اضکانی۔ پناہ بخدا۔ پناہ بخدا۔ نمازوں سے میں تباہل، سنن و فوائل کا ترک "بد زبانی" درشت مراجی یہ سب ایسے گناہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ توہبہ کے صلے میں معاف کر دیتا ہے تیکن جو جاہدین عین رزم جگہ میں باطل کے خلاف صفت آرایہوں ان پر ظروط طعن کے نادک چلانا یا غلط نہیاں پھیلانا یا تصحیح و تخفیف کا وظیرہ اختیار کرنا بڑی سخت بات ہے۔ کچھ بعد نہیں کہ یہ گناہ کسی بھی استغفار سے معاف نہ ہو۔

سیاست کے میدان میں کام کرنے والوں پر اٹھاڑی خیال بلاشبہ اخباروں کا حق اور بس منصبی ہے تیکن اس حق کا استعمال پوری دیانت اور فہم و تدبیر کے ساتھ علم و خبر کی روشنی میں ہونا چاہیے نہ کہ ان صفات حصہ اور غیر ذمہ دار از اس دردمندانہ تہذید کے بعد ہم مذکورہ ادارتیں کی ان سطوطوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک محل نظر ہیں۔

فاضل مدیر نے فرمایا:-

"جماعت اسلامی پاکستان میں اور خاص کر پشتو پاکستان میں اس تدبیر مذکورہ طبقہ میں اور خاص کر پشتو سیٹیں بھی جیت سکتے۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف کو ان احوال و کوائف کا معتقد ہے علم نہیں ہے جو ایونی امریت کا طلبم پارہ ہوئے کے

خدا کے صالح بندے، حق کے شیدائی، دین کے خادم دینا میں اور بھی بہت ہیں لیکن اجتماعی دائرے میں تنظیمی اور سیاسی سطح پر باطل کا ہولناک چیلنج الگرسی نے قبیل کیا ہے تو وہ یہی جماعت ہے اور ہندو پاک سے باہر درود سے ملکوں میں اخوان المسلمین یا کسی بھی اور نام سے جو جماعتیں اعلاء کلمت الحجۃ کا عظیم فرضیہ انجام دینے میں کوشش ہیں وہ اپنے ناموں کے اعتبار سے متعدد سبھی مگر اپنے مقصد بہت بروج، اساسی معتقدات، منابع فکر اور سمت روخ کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔ ان کا مطلوب و مقصود ہر جگہ اقامت دین، رضاۓ الہی، خدمت حق اور اصلاح معاشرہ ہے اور یہ سب کی سبب ماذہ پرست ملکوں، سرمایہ پرست نہ لیقوں، خدا بیزارنا فقوں اور روخت دشمن سیاستگروں کی ھلکی اور چھپی ریشه دو ایکوں کا شکار ہیں۔ ان سب سے رو سی اور چینی کیونزم کو بھی ایسا ہی بیرون ہے جیسا امریکی اور برطانوی سامراج کو۔ ایکیں ہر وہ گروہ اور فرد فنا کر دینا چاہتا ہے جسے انسانوں یہ خدا کی بالادستی پسند نہیں، جسے مذہب کی برتری قبیل نہیں۔ جسے آنحضرت کا کوئی خوف نہیں اور جس نے خیر و مشرک کے آسمانی معیاروں کو مسترد کر دیا ہے۔

تو کیا یہ بہت طالیہ نہ ہو گا کہ خود اہل ایمان کا کوئی فرد کم علمی یا سچ فہمی یا جلد بازی کی بسا اپریسی کوئی بات ایسی زبان یا قلم سے نکالے جو دشمنان اسلام کے موافق تک تقویت دیتے والی اور خادمیان اسلام کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرنے والی ہو۔ ایسی بھول بہت دور رس نشانج کی حامل ہو سکتی ہے۔ ایسی بھول کے شیخ میں آخرت کا عظیم خسارہ بھی عین ممکن ہے اور یہ بھل بیعاد نہیں کہ جس دن خشر بر پا ہو اس دن اہل ایمان کے سر ور، شافع خشر صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بھول کرنے والوں کی طرف انگلی اٹھا کر یہ فرمادیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دعویٰ تو کرتے رہے کہ ہم کلمہ طبیہ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن جب پوری دنیا میں کفر و اسلام کا معرکہ برپا ہوا اور اسلام کے عساکر

میں اختیار کیا تھا۔ لیکن اب پاکستان کی حد تک وہ دور گز رکھا ہے۔ اب ایک ایسے عہد میں پاکستان نے قدم رکھ دیا ہے جہاں جماعت اسلامی کے امیر کو ملائیں ہے اپنے کہ جب تک ہمارے سر ہماری کفر دنوں پر قائم ہیں یہاں اسلام کے سوا کسی ارم کو کامیابی کی صورت دھینی نصیب نہ ہوگی۔ اب ایک ایسا مرحلہ آچکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفن اسوہ حسنہ کا انتساب کرتے ہوئے پاکستان کی جماعت اسلامی طاغوت سے دست بدست جنگ کرے۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لو ہوئے۔ وہ شریف ہے بند نہیں۔ وہ اپنی آخری حد تک کوشاں ہے کہ پھر بت کر امن اور قانون کی راہ سے لائے۔ لیکن متحارب قومیں اگر لا تانو نیت اور ہنگامہ آرائی پر ہی بغدر میں تو پھر وہ دن بھی آتا ہی ہے کہ سبجدوں کے نمازی گھوڑے کی پیٹ پر بھی سوار ہوں گے۔ تسبیح پکڑنے والے ہاتھ نوار کے دستے تک بھی چھین گے۔ یہ حضن سیاسی معمر کہ نہیں یہ بلاشبیہ ہوا ہے۔ ایسا چہاد جو اپنی عام سیاسی ہیئت کے باوجود مذہبی ہیئت کو اپنے اندر پوری طرح سمیوٹ ہوئے ہے۔ یہ حق مبین اور کفر صریح کی ٹکڑے ہے۔ یہ آج کی پوری دنیا میں اسلام اور الہام کے مابین ایک ایسا معمر ہے جو صرف پاکستان ہی میں نہیں پوری دنیا سے اسلام میں اپنے قوی اثرات پھیلائے گا۔ جو ایک طویل مدت کے لئے یہ فصلہ کر دے گا کہ سیدنا گیتی پر اسلام کی مغلوب و مقہور نسل جیتا ہے یا سرافراز اور سرخ رو بن کر۔

تفیریوں کی باگِ دور تو الک الملک کے ہاتھ ہے۔ پوتا ہی ہے جسے لکھ کر کاتب تقدیر کا قلم خشک ہو چکا لیکن اسلام کے شیدائیوں کے لئے امید کا سوتا بھی خشک نہیں ہوا ہے۔ خدا وہ دن بھی نہ لائے جب پاکستان بھی مصروف شام اور عصرِ اوق و سوداں کے انجمام کو پہنچے۔

نافضل مدیر نے مزید لکھا:-

”اگر جماعت اسلامی یہ چاہتی ہو کہ زبانی جمع خرج سے وہ روس اور ہمیں کے نظریے کو دور کرے۔

بعد تہہ سے ابھر کر سطح پر آئے ہیں۔ اگر ان کا علم پوتا تو اسی پنج بات وہ ہرگز قلم سے نہ رکالتے۔ حقیقی حالات یہ نہیں ہیں کہ پاکستان کے مجوزہ اور موقع انتخابات میں جماعت اسلامی کے لئے وہ سارہ سیٹوں کا بھی چاں نہ ہو بلکہ اس کے بر عکس سو شرکت کیپ مایوسی کے اس مقام پر پانچ چکا ہے جہاں اسے میں فی صدقی بھی امید نہیں کہ پُر امن، منصفانہ اور آزاد اذاد لیکن اگر ہو گیا تو اسے میں فیصلی بھی سیٹوں میں سکیں گی۔ اسے پورا پورا اذاد نیشہ ہے کہ اس لیکن میں اسلام پسند کیپ بازی مار لے جائے گا اور سو شرکتوں کے حصے میں اقتدار کی مسند کا ایک کونہ بھی شاید نہ آسکے۔

اگر جماعت اسلامی پاکستان میں واقعہ اتنی ہی مکروہ پورشیں میں ہوتی کہ منصفانہ لیکن اسے دس فی صدقی سیٹوں نہ دے سکتا تو نہ تو صبح سے لیکر شام تک اس کے سو شرکتوں کی زبانیں سب سو شتم، الزام تراشی، افتر اپردازی اور عنان غماڑے میں صروف ہوتیں نہ بھاشانی اور عجیب لجن جیسے حضرات کو یہ زحمت اٹھانی پڑتی کہ اس کے جلسوں کو تاراج کریں۔ اس پر پہلو فرست میں محلہ آور ہوں اور اسے اپنی دعوت اور پورشیں کرنے کا قطعاً موقع نہ دینا چاہیں۔ سو شرکت کیپ کاظمِ عمل بجائے خود اس حقیقت کا مظہر ہے کہ پاکستان کے میدان سیاست میں جماعت اسلامی تاراج ایک فیصلہ کن وقت بن چکی ہے اور اسلام کے علاوہ کسی بھی ازم کو دیاں کامیابی کی منزل پہنچنے کے لئے اگ اور خون کے دریا سے گزرے بغیر چارہ نہیں۔ جماعت اسلامی کا مراج اگرچہ ہمیشہ امن پسندانہ رہا ہے، وہ اصولاً صلح جو اور آئین پرست ہے۔ اس نے اپنے حلم اور صبر و ضبط کا ثبوت یہاں تک پہنچ کیا ہے کہ جب ایک جلسہ عام میں مولانا جوودی پر گولی جلانی گئی اور خدا بخش نامی شخص نے اس گولی کو اپنے سینے پر لے کر عین اس طبع پر درجہ شہادت پایا اس وقت بھی اس جماعت نے صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، جو انی تشدد نہیں برتا، انتقامی قدم نہیں اٹھایا۔ یہ پیسری وی ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کی جزا پنے تھے میں

ان کے اس کے لئے وقت مال اور محنت کی کچھ ترقیاتی کرنے پر آزاد ہوں، خواہ وہ نئے تعلیم یافتہ ہوں یا پر اسے خواہ وہ عالم میں سے ہوں یا خواہ میں سے ہوں یا خواہ غیر میں یا امیر یا متوسط، ایسے یوگ جہاں کہیں بھی ہیں، ہم انھیں گوشہ نافیت سے نکال کر میراں عین عین عمل میں لا چاہتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر ابتداء سے یہ حقیقت ہے کہ اسلامی نظام حصن کا غذی نقشوں اور زبانی دعویوں کے بل پر تمام نہیں ہو سکتا۔ اسکے قیام اور نہاد کا سارا احصار اس پر ہے کہ آیا اس کی پشت پر تغیری صلاحیتیں اور صلاح افسر ادی سیزنس موجود ہیں یا نہیں کا غذی نقشوں کی خاتمی تو اللہ کی توفیق سے علم اور تجربہ ہر وقت رفع کر سکتا ہے۔ لیکن صلاحیت اور صلاحیت کا نقدان سرے سے کوئی عمارت اٹھا بھی نہیں سکتا اور اٹھا بھی نہ تو سہارا ہیں سکتا۔

رسلمان اک امامی و حال اور مستقبل کا لامحہ عمل)

اب رہی غربت یا اسلامی جمہوریت کی بات۔ تو فاضل مدیر نے جو کچھ کہا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انھیوں نے فکر و تدبیر سے کام نہیں لیا بلکہ رواروی میں یونہی سے فقرے ان کے قلم سے نکل گئے ہیں۔

غربت کا سلسلہ دیگر مالک کی طرح پاکستان میں بھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سلسلہ کوئی نیا مسلسلہ نہیں بلکہ ہر زمانے اور ہر ملک میں مرائب اور درجات کے فرق سے ہمیشہ موجود رہا ہے مگر یہ اشتراکیت کی کوشش سازی کی ہے کہ اس نے نان شکم کی بنیاد پر ایک نظریاتی عمارت کھڑی کر کے اشتراک کے سارے حواجن اور مخصوصیات کو صرف روٹی کے محور پر گھادیا اور پوری دنیا میں یہ ڈھول پیٹ دیا کہ معاش کے مقابلے میں انسان کے روحانی و اخلاقی مقاصدوں کی سرے سے کوئی قیمت ہی نہیں ہے یا ہے تو برائے نام اور شافعی۔

تو وہ غلط راستے یہ جاہر ہی ہے۔ آج کا زمانہ صرف وعظ نہیں بلکہ عمل دیکھتا ہے۔ جن غربوں پر روزانہ ایک قسم کے خرچ کا باہر ہے ان کے سامنے اگر اسلامی جمہوریت کا نظر پہنچ مکا جائے تو ان کی سمجھیں کچھ نہیں اُنکے حکا۔ آج کا زمانہ کچھ لاؤ اور کچھ لو کا قابل ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جماعت اسلامی تو نبھی اس نظریے کی اساس پر ہے کہ صرف وعظ و خطابت اور تذکیر و تبلیغ ہی سے امرت مسلمہ کا وہ فرضیہ پورا نہیں ہوتا جس کے لئے یہ امرت برپا کی گئی ہے بلکہ عمل اسلام کو غالب مقندر بنانے کی وجہ ہے اس کے فرائض میں شامل ہے اور علم و استدلال کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اسے پوری کوشش اس مقصد کے لئے صرف کرنی چاہتی ہے کہ زندگی کے سامنے شعبوں میں — خواہ وہ اجتماعی ہوں یا الفرادی، عام ہوں یا خاص۔ اسلام ہی کو سیادت و قیادت کا منصب حاصل ہو۔ چنانچہ اس کے امیر نے ہمیشہ اور استدلالی ہے۔ دنیا پرستوں کا سب سے بڑا الزام ہی جماعت اسلامی پر یہ ہے کہ وہ اقتدار چاہتی ہے۔ وہ مذہب کو کوئی ٹھہراؤ اختریار نکال کر اجتماعی دائروں میں دائر کرنے کی خواہاں ہے۔ وہ ذکر و تسبیح پر س نہیں کرتی بلکہ سیاسی فتوحات کی بھی طالب ہے۔ پھر بھلا ایسی جماعت کے بارے میں ”زمانی جمع خرچ“ کا طعن آخر الفصاف اور سوجہ بوجہ کی کوشی قسم ہے۔ خود مولانا محمودی نے خالی زبانی جمع خرچ اور حصہ نعرہ بازی کے خلاف گوناگون اسالیب میں جتنا کچھ لکھا ہے اسے یجاگھے تو کتاب بن جائے گی۔ یہاں ہم ان کا صرف ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔

”ہم ان آبادیوں میں ان مردمیں اور عورتوں کو ڈھونڈ رہے ہیں جویرانی اور نبھی خراہیوں سے پاک ہوں، یا اب پاک ہونے کے لئے تیار ہوں جن کے اندر اصلاح کا جز بوجود ہو، جو حق کوئی

ہوتے آلوکا کرنے والی کارٹن فلم کے ہوتے ہے۔ وہاں بھی تھوڑے ہوں اور آدمیوں میں تبرید سمت نقاوت پایا جاتا ہے۔ وہاں بھی نام نہاد سرایہ دار طکون سے کمر ڈوبنے میں ہوں خدیکر منگھایا جاتا ہے۔ اور دلخی روتی کے علاوہ دیگر ضروریات غلی کا حال یہ ہے کہ ایک مزدور تن ڈھانکے کے لئے دو ڈھونے بنانا چاہتے ہیں تو چینہ بھری پوری آمدی اسے خرچ کرنی پڑے۔ اس کے علاوہ روتی پر آخر کس کام کا جاؤ انسان سے اس کی آزادی چھین لے۔ اس کی زبان پر تفل چڑھا دے۔ اس کے قلم کی توک توڑ دے۔ اسے ایک ایسے جاوزہ میں تبدیل کرو دے جو رو ہائیٹ اخلاق سے بے بہرہ اور ذات پر نہ ناپسند کے معاملے میں بیکسر بے اختیار ہو۔

مکھیوں اور پچھوڑ کے جس اصولوں کا نہ کرو فاضل مدیرے فرمائیے اسے جماعتِ اسلامی نے بھی لفڑا نہ ادا نہیں کیا۔ اس سے بڑھ کر شایدی ہی کوئی جماعت اس مسئلے میں فراخ دلیا تو وسیع النظری کا ثبوت دے سکے۔ لیکن ہر چیز کی پچھوڑ دہوتی ہیں۔ لین دین کا مسئلہ اگر مباحث و جائز حدود سے بدل کر حرام و باطل امور تک دراز پڑ جائے تو جماعتِ اسلامی ایک اصولی اور نظریاتی جماعت ہونے کی بنا پر اس کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ مثلاں کے طور پر ملک کی تمام اشیاء کو سرکاری ملکیت میں لینا اشتراکیت کا معروف نہ ہے۔ وہ انفرادی ملکیت کی کامل فلسفی کرتی ہے۔ اب خاہر ہوتا ہے کہ جماعتِ اسلامی اس کا سو وغایہ نہ ہے بلکہ اس کا حل ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک "اسلامی جمہوریت" کے مقابلے میں اشتراکیت کے نفعے زیادہ قابل فہم ہیں۔ ہمیں جیزت ہے کہ ان نے بے بالغ ناقلوں کو اس غلط فہمی نے کیتے ہیں مگر اشتراکیت اور فحیضی کچھ ہے وہ ہے ہی غصب تو یہ ہے کہ اس کے روپ کا وہ واحد مسئلہ ہی جو حل نہیں کیا جسے صب بچھان کر اس نے انسانوں کو جانوروں میں تبدیل کر دیا تھا اور کردیا تھے۔ بات بھی ہو جائے گی الگریم ہے اس موضع پر ہل کر گفتگو کریں جو لوگ وسیع مطالعہ رکھتے ہیں انھیں خوب معلوم ہے کہ اشتراکیت جہاں کا مطہر طور پر مقدار ہے وہاں بھی غرفت اس شدت کے ساتھ موجود ہے کہ آبادی کا بڑا حصہ سیاہ آئیں کی روٹی اور ریٹے

اب اگر اسلام کے مائنے والے بھی اس فریضہ میں کاشکار ہو جائتے ہیں تو اس سے بڑا الیہ اور کیا ہو گا۔ تاہم ٹھوڑی دریکے لئے مائے ہیں لیتے ہیں کہ "روٹی" بڑی اہم شے ہے لیکن فاضل مدیرے نے آخری حامی از خیال کیسے قائم کر دیا کہ "اسلامی جمہوریت" روٹی کا مشتمل حل نہیں کرتی اور اگر کرتی ہے تو جماعتِ اسلامی نے اسے اس انداز سے پیش نہیں کیا کہ عام آدمیوں کی بھی میں آجائے۔ وہ جماعتِ اسلامی کا مشور اٹھا کر دیکھیں جو ابھی اس نے قوم کے آگے رکھا ہے۔ یہ ایک جامع مشورت ہے جو ہر کسے تماہ شعبوں کے لئے جماعت نے اپنے پر گرا طریق کا را در لائچ کی عمل پیش کیا ہے۔ اس کے بر عکس سو تسلیموں نے کوئی جامع مشور قوم کے سامنے نہیں رکھا۔ وہ سیوف سے بندھے غربے کھا رہے ہیں۔ جذبات سے کھیل رہے ہیں۔ اپھر ایسے بیکات کا جھنڈا الہارا ہے ہیں جو عمل اتنای عصیتِ حرج و مخالفات اور اسلامی اغراض سے تو بھر پڑھلن رکھتے ہیں لیکن اخلاقی دہ مذہبی اقدار سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ وہ اس لحاظ سے ستر اسر کا فرمانہ ہیں کہ انہیں اخلاقی و روحانی تھانہ نکو لکھا رکھنا کر دیا گیا ہے اور انسان کو فقط ایک ادھ پرست جانور مان کر اسلامی تصوریات کا تیارا چکر کیا گیا ہے۔

فاضل مدیرے کے ارشاد کا مبنی اسطوری ہے تاریخ سے کہ اشتراکیت کو وہ قم سے کم غربت کے سلسلہ کا حل ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک "اسلامی جمہوریت" کے مقابلے میں اشتراکیت کے نفعے زیادہ قابل فہم ہیں۔ ہمیں جیزت ہے کہ ان نے بے بالغ ناقلوں کو اس غلط فہمی نے کیتے ہیں مگر اشتراکیت اور فحیضی کچھ ہے وہ ہے ہی غصب تو یہ ہے کہ اس کے روپ کا وہ واحد مسئلہ ہی جو حل نہیں کیا جسے صب بچھان کر کر اس نے انسانوں کو جانوروں میں تبدیل کر دیا تھا اور کردیا تھے۔ بات بھی ہو جائے گی الگریم ہے اس موضع پر ہل کر گفتگو کریں جو لوگ وسیع مطالعہ رکھتے ہیں انھیں خوب معلوم ہے کہ اشتراکیت جہاں کا مطہر طور پر مقدار ہے وہاں بھی غرفت اس شدت کے ساتھ موجود ہے کہ آبادی کا بڑا حصہ سیاہ آئیں کی روٹی اور ریٹے

اصل حیزد کیجئے کی یہ ہوا کرتی ہے کہ پارٹیاں اپنی تحریر و تقریر میں معروف اخلاقی حدود کا ہمان تک لحاظ کر رہی ہیں سب و شتم ذاتی حلے، الیام تراشیاں، ہمکہ میر تقید، تامیزوں لبب و ایجو، نار و لاشتعال انگریزیاں یہ سب بھے سے شک قابل اعتراض ہے اور جو بھی اس کا اونکاب کرے اس کی مذمت ہوتی چاہیے لیکن دائرة اخلاق میں رسمتے ہوئے ہندوب اور شاستہ لمحے میں اپنے نظریات کی تبلیغ اور مختلف نظریات کی ترویج تو ازل سے آج تک ہر فرد اور گروہ کا جائز حق سمجھا گیا ہے اور انحصارات کا لفظ ہی ہے صحنی ہو کر رہ جائے گا اگر اس حق کو "جوم" قرار دیا جائے جماعت اسلامی کے متعلق لیکانے اور بھانے سب جانتے ہیں کہ وہ ابتدا ہی سے ایک شاستہ جماعت ہے جو نہ بذریانی کرتی ہے نہ اشتغال انگریزی۔ اس کی بے شمار تباہیں، تزار داریں، تجویزیں اور تقریریں مطبوعہ ملک میں موجود ہیں۔ انہیں ہر رات ہندوب، متین اور مدلل انداز میں کھی لجاتے ہے۔ حکم دشمن طرز اور بے الام معترضین کا جواب بھی الفاظ اور ایب دلچسپی حاصل کرنے کی وجہ نہیں دیا گیا بلکہ وہی سجدہ اسلوب تا تم رکھا گیا جو برباری کا ایسیں اور حمل کا سریاہ دار ہے۔ اس کے برخلاف اکثر دوسروں کا یہ حال ہے کہ جماعت اسلامی اور اس کے امیر پر زبان لعن طبع دراز کرنے کا کوئی پدھرے بدتر اسلوب اسما نہیں جسے انہوں نے جھوڑ دیا ہے اور انہی بھوٹ سے لے کر کھلی اقتدار دا زیون نہ کئی بیدکرد اری ایسی نہیں جسے انہوں نے اٹھا رکھا ہے۔ الیام تراشی ان کا عمول اور بہتان باندھنا ان کا محیوب مشتعل ہے لے جعل نہ ہو گا اگر یہ دھلانے کے لئے کہوں لانا مودودی کی شاستھی اور حمل حزادی کا کیا عالم ہے؟ ہم ایک تازہ مکالمہ لفظ کریں۔

مولانا مودودی، ہر جنوری مشعر کو دھاکریں عجت، اسلامی کے کارکنوں سے خطاب کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے استفسار کیا۔ "مولانا۔ الحمد لله جماعت اسلامی کو کمزور جماعت نہیں ہے نہ اس میں شامل ہونے والوں کے

البہت اشتر اکیت کسی بھی درجے میں "لا اور دد" کی قابل نہیں ہے۔ وہ اپنی نیادی مذہب اور خدا کے کامل انکار سے اخلاقی ہے اور ہر مرحلے میں یہ چاہئی ہے کہ دوسری ہر باری اس کی آئندہ یادوں کے آگے سر جھکا دے۔ نہیں جھکا بلکہ تو وہ فریب و مکر، جبر و شدائد اور ریا کاری کا راستہ اختیار کرے گی۔

خلصہ یہ ہے کہ جو دوسری گرامایم جماعت اسلامی کی طرف گرخ کر کے دیا گیا ہے اس کی زیادہ سزا اور اشتر اکیت ہے نہ کہ جماعت اسلامی۔

فاضل مدیر سے مزید فرمایا۔

"اگر جماعت اسلامی والوں نے اپنے جلسے میں اس قسم کی پچھوپا تباہی ہیں جن سے کمی پارٹی کو ملائی ہو تو گویا اس نے شروع ہی میں عوام کو بد غصہ اور خالق کر دیا۔ اب نہ تو اسکی دعوت پر لوگ جمع ہوں گے اور نہ آئندہ دہ کوئی اتنا بڑا جلسہ بلاشے کی پوزیشن میں پہنچی۔"

ہمیں توجہ ہے، ایک سمجھا ہوا امیر یہ کیا لکھا ہے۔ ایکش نام، ہی ایک ایسے طریق کا رکھا ہے جو ہمیں ہر باری اپنے نظریات اور پرورگرام کو جن بھانب ثابت کرنے کیلئے بہت دلائل کے ساتھ ساتھ ایسے سلبی دلائل بھی پیش کیے جن سے اُن افکار و نظریات کی کمزوری ثابت ہو جائے جنہیں دوسری پارٹیاں پیش کر رہی ہیں۔ اب نظر ہے کہ ایک پارٹی کی تحریریں اور تقریریں ان تمام پارٹیوں کے لئے باعث ملائی ہوں گی جن کے خیالات و تصویرات کو ان میں غیر مفید قرار پا گیا ہے۔ "ملائیں" کا دروازہ تو اس صورت میں بھی بند ہمیں پہنچتا جب کہ ایک پارٹی فقط اپنے منشور کو سراسر مشہت انداز میں پیش کرتے ہوئے کسی کے خلاف ایک حرف بھی نہ کرے۔ کیونکہ بھی بھی پارٹی کی جدوجہد نہیں میں یہ معنی تو ہر حال و رکھتی ہی ہے کہ دوسری تمام پارٹیوں کو شکست دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ ملائی کا دروازہ کھاس بند ہوا۔

اور خاص کر کیا کہ مذہب جماعت سے ایسی عطا لئی تو  
اتھانی افسوسات کی۔

علم ایسا ہوتا ہے کہ موصوف نے مشرق پاکستان کا کوئی  
اجداد کی کراں ایک اجمانی نمائندگان کیم کر لیا ہے اور وہی ان کے  
اس ادارے کا حجت ہے۔ حالانکہ وہ اگر چھوڑ دی سی تحقیق کر لیتے تو  
انھیں پاسانی معلوم ہو جانا کہ شرقی پاکستان کے انور قشیر اخراجات  
یا تو محیب الرحمن کے حاشیہ بردار ہیں یا بھاشانی کے یا پھر کسی نے  
کسی دھڑکے کے سو شرط کا بھوت ان کے سروں پر سوار ہے۔ یہ  
بعض مسائل میں ایک دوسرے کے کتنے ہیں مختلف ہوں، لیکن  
اسلام شفیع اور حجود مفادات کی پوجا ان میں قدیمتر کی جیت  
رکھتی ہے۔ اسلام شفیع ذہن کو جماعت اسلامی اور اس کے ایم  
سے ملنی بھی عادوت ہو گئی ہے۔ ان حضرات کے ہمراں جماعت اسلامی  
پر ہستان پاندھنا اور ہروا قلعہ کو تو مژدہ کر پیش کرنا ایک نیت  
ہے جس سے وہ بھی روگردانی نہیں کرتے۔ یہ پوری طرح اس طبقے  
کے پابن ہے جو اشتراکیت اور قوم پرستی دنوں کے لئے ظلم و فحشا  
کا جواز چھتا کرتا ہے۔ کیا اپنے دیکھتے کہ ہر اس شخص اور کوئو  
کسی کے جو اشتراکیت کی حاشیہ برداری نہ کرے ان کے پاس  
لگئے ہن۔ یہ غرے ہیں۔ ترسی ترشی کی جایاں ہیں۔ ایک خائن تر  
نفس اور مفادات تغلب کا یہ عالم ہے کسی دین پسند مسلمان کی  
شیر داں پر "اللہ اکبر" کا تجھ تکادیکھ کر ہی پیش لختے ہیں کہ یہ  
سامراجی رجھٹ ہے۔ غیر ملکی طاقتوں کا پھوٹ ہے، عوام دشمن ہے  
دروغ بانی ان کا لذت ہے، الزام تراشی ان کا جھوٹ بدل، نفرہ  
بازی ان کا خرچیکی فلسفہ، تشدد ان کا اور ہذا یکھونا اور ظلم و  
بربریت ان کا تھیمار ہے۔ چھر بھی اگر ایک مسلمان میران کی مساجع  
کاری سے دھوکا کا ہما جائیں تو اسے سادگی کی انتہا کہیں گے۔  
اگر وہ دھوکا نہ کھاتے تو بھی ان کے داروغہ عالی ہیں ہے  
ذہنی اور دلائیعی خیال میں۔ اور ہذا نہ جماعت اسلامی الگ اقتدار  
حائل کر لے تو وہ ہر اس شخص کو مارڈا لے گی جو اس کا تھا خیال  
نہیں ہے۔ یہ مفسد اور دسوسرد اصل ان اشتراکی بزرگوں  
کا میدا کر دہ ہے جو خدا اس طبقے پر ایمان رکھتے ہیں کہ اختار  
پاکستان میں آجائے تو ہر اس زبان کو قتل کر دو جو ہم اسے خلاون

ایمان کرنے والے ہیں۔ جس طرح جماعت اسلامی کا جلسہ خراب کیا گی ہے  
کیا اس کی ایجاد نہیں ہے کہ ہم بھی ان لوگوں کے جلسے خراب  
کریں جو ہوئے ہے۔ اجل خراب کیا ہے؟  
ایمیر جماعت سید ابوالاعلیٰ مردوی نے جواب دیا:-  
”ہم بھائی کا جواب بھائی سے نہیں دیں گے۔ جماعت  
اسلامی بھلائی کرنے یکلئے نہیں ہے اگر وہ بھی بھلائی نہیں کرے گی  
 تو کون کرے گا۔“ (ایشیا۔ یکم فروردی مشعر)  
اسے کہنے اور دنی فلکت لوگ جاہے بزرگی کا نام دے  
لیں چاہئے اور کچھ نہیں۔ جماعت اسلامی کا بنیادی ذہن بھر جائے  
وہی ہے جس کی تعلیم اللہ اور راس کے رسول نے دی ہے۔ جناب پس  
چھوٹ کا جواب چھوٹ سے افترا کا جواب افترا سے بذریعی  
کا جواب بذریعی سے اس نے کبھی نہیں دیا۔ اسے اصلاح سے  
سر و کار ہے اتفاقاً میں نہیں۔ اسے دینی تعلیمات کے طباں  
ہی اپنی جدوجہد بھاری رکھنی ہے خواہ اس کے تیجے میں دینیوں  
توہنات حصے میں آئیں یا نہ آئیں۔ جیت اور ہار کا میاں  
اور ناکامی۔ طاقت اور ضعف۔ راحت اور غم یہ سب تو  
مالک الملائک دستی تصرف میں ہیں۔ بندے کا کام ہے  
صراط مستقیم پر چلانا، عدل و صدقۃت کے اصولوں کا شرعی اہ  
بنائے ہوئے باطل سے طڑانا، آخرت کی فلاح پر نظر رکھنا اور  
شجاعت و پارادی کا وہ معیار پیش کرنا جو ظلم، سُنگدی، ہمیعت  
اور درندگی سے خالی ہے۔

فاضل مدیر نے مزید فرمایا:-  
”یہ بڑے انسوس کی بات ہے کہ تقریب یہ تقریب  
یہ مسودوں کے جلد بات کا خیال نہیں رکھتے۔ غردن تو  
اگلے لگا کر اٹک ہو جاتے ہیں اور عموم فربہ اس  
اگلے میں جلتے رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کیا زمانہ میں  
جماعت اسلامی اس پوزیشن میں ہو جائے کہ دو  
پاکستان میں اپنی سکونت، بنائے تقریب احکامت، بنائے  
تھے بعد وہ ان تمام لوگوں کو جو اس کے ہم خیال نہیں  
فکر اور ارادے کرے کہ اڑا سمجھی یہ تو مجسم سی بات ہے۔

کر سکے جس کے جال ہی ان شورہ پشت حضرات نے اخھیں  
چھالس رکھا ہے۔ غور کر جئے تو ان کے اس طرز عمل سے یہ  
حقیقت بھی طبع پر ابھر آتی ہے کہ ان کے پاس اپنے موقف  
کے لئے قوی دلائل ہیں ہیں نہ عوام کی اکثریت ان کے مخالف  
ہے۔ دردناک اخھیں یہ خوف نہ ہوتا کہ جماعت اسلامی کی بات  
اگر عوام نے مُسُلِّم ہم کو یہ کے نزد ہیں گے۔

اور بات جماعت اسلامی کی مدد و کمپانی۔ ابھی بھر پر وسیع  
کوڑاکار کے اسی پیش میان ہیں پی ڈی پی کے جلسے میں بھی ختنہ  
گردی کا بھی طوفان برپا ہوا ترقی نمبر اشارہ اگر جماعت اسلامی  
چونکہ دشمن مسراوک ہے اس لئے اس کے معاملے میں غصہ گردی  
کا منظاہرہ زیادہ قوت اور شدود سے کیا گیا۔ پی ڈی پی کم وسیع  
کے حرلفوں میں ہے اس لئے اس کے خلاف اتنی شدت ضروری  
نہیں بھی اتی۔ یہ بہ حال اشتراکیت کے نفع کا بینا دی اصول ہے  
کہ مسنا اقتدار کا پیغام کے لئے کسی بھی ظلم بربریت اشارت،  
مکر اور جنگامہ اور اسی سند پر رکیا جائے۔ اسے معلوم ہے کہ رون  
حالات میں پاکستان کے جو گروہ اتحادات ہوتے بھی ہیں یا نہیں۔  
پاکستان بظاہر خانہ جنگی کے دہانے پر بھڑاکے اور جو وباطل وہاں  
ٹھک کر آئنے ساختے آگئے ہیں۔ نتائج تو عالم اغیب ہی کے علم  
میں ہیں۔ یہ بس اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ کامیابی بالتفقین اہل  
ایمان ہی کے لئے مقدر ہے۔ وہ بظاہر خدا تجوہ استہار بھی  
کھٹے تو یہ بھی آخرت کے اعتبار سے ان کی جیت ہی ہو گی۔  
میں کے لئے اصل اہمیت تو آخرت ہی کی ہے۔ دنیا اس  
کے لئے صرف مزروعہ آخرت ہے۔ قل مَثَاعُ الدُّنْيَا  
شَفَاعٌ وَالْآخِرَةُ هُنَّ حَمْدٌ وَهُنَّ الْمَحْمُودُونَ  
فَتَبَلِّغُ (اے خدا۔ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تو  
بہت تھوڑا ہے، اور آخرت (اس سے بدر جسا ہے) ہے اہل  
لہوئی کے۔ لئے اور دنیا میان (ولاد یکجئے کہ) تم میں سے کسی کا  
کوئی حق نہیں مارا جائے گا (وہ ایر بھی)، بیچاری یعنی نیا  
اس کی بساط ہی کیا ہے۔ اُدمی بہت بیجا تو تو سے سال۔ سو  
سال۔ اور آخرت!۔ العظمة بُتَّد۔ بیکار اُن۔ لا زوال۔  
اعداد، شمار سے بالآخر۔

حرکت میں آئئے ہر اُس گروہون کو کاٹ دو جو افراد ہیں لیکر بلند  
ہو، ہر مجاہعٹ کو زنج کر دلو، اشتراکیت نے ہر جگہ ایک  
بھی پارٹ ادا کیا ہے۔ حصول اقتدار سے پہلے ریا کاری اور  
دروغ باقی کا کاروبار۔ ریشہ دو انسیاں اور سارے شیش۔ دعا  
اور مکر۔ پھر اقتدار میں گیا تو نہ کاشتہ، سقاکی، خوش شامی،  
اناہیت، جبر، دھونس۔

جماعت اسلامی اقتدار ملنے پر کیا کرے گی یہ اس نے  
ایسے نشور میں ھکل کر میان کر دیا اور مشود سے پہلے وہ اپنے  
مفضل لٹری چرخ میں بتا جائی ہے کہ وہ اقتدار ملنے پر وہی کوئی  
جنگی عملی تعلیم آتا ہے کہ نہن صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مخالفے  
راشدین دے چکے ہیں۔ پھر آخر کسی ہوشیدہ مسلمان کیلئے  
اس کی کیا سمجھائیں ہے کہ وہ اشتراکی رہا کاروں کی چھوڑی  
ہوئی پھر طوں سے دھوکا کا کر رہا ہے کیا باقیں کرنے لگے۔

ڈھاکہ میں جماعت اسلامی کے جلسے پر کیا گزدی اس  
کا انکھیں دیکھا عالی ہم اسی شمارے میں نقل کر رہے ہیں۔ وہی  
تو دریا یشیا جاپی جیلانی۔ بی۔ اے بھی ڈھاکہ گئے تھے اور  
انھوں نے بھی چشم دیدا جمال دکوائف بڑی تفصیل سے ۲۵  
جنوری نکتہ کے ایسا میں دیئے ہیں لیکن ہم دہان سے اس لئے  
نقش نہیں کر سکتے کہ "ایسا" جماعت اسلامی کا پرچم ہے  
اور معاند حضرات یہ شوشه چھوڑ سکتے ہیں کہ مدیر ایسی غیر  
جانب دار مسلم نہیں ہے۔ لہذا ہم نے ہفت روڑہ رنگی  
دلا ہجور کو مختب کیا ہے جن میں پاکستان کے ایک معروف  
نامہ نگار جانب صحابہ الرحمن شامی نے اپنی آپ بھی بیٹ  
کی ہے۔ اس آپ بھی کام طالعہ کریں کے بعد ہر ہوشیدہ  
ہر آسمانی اس تیجے پر تھج سکتا ہے کہ اشتراکی خلافات، اور  
علاقائی مفادات کے طبع پر انتہا نہ ہاں سے چوری  
اور افسادات کی گردان کرنے کے باوجود کس قدر طاقتی میں نہ  
خراج اور جامران طبیعت رکھتے ہیں۔ وہ اس درجہ اس بات  
کے لئے بنتا ہیں کہ اقتدار جلد سے جلد ان کے ہاتھ آئے  
اور کوئی بھی اُدمی عوام کو اس مگر اسی سے نکالنے کی کوشش نہ

ہی افراد کی تنظیم کا نام ہے جو زینی چیزات دنیاوی کو آخرت کی خاطر رہن رکھے چلے۔ چھین دنیا میں کوئی چیز اس کے سوا عزیز نہیں کہ خدا کا دین سر بلند ہو اور باطل غلبوب۔ افتخاری خواہش میں اگر ہے تو وہ بھی اس لئے کہ اس کے بغیر اسلام معلوم اور نبی عن المنکر کا پر راحت ادا نہیں ہوتا فتنے بد منفی اور انارکی سے اسلام نے روکا ہے اس لئے یہ جماعت خنڈہ گردی کے جواب میں حقیقی الوسح صبر و تحمل ہی کا مظاہر رکھے گی۔ ایسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلے گی۔ نہ سازشیں کرنا اُس کی عادت ہے نہ خصیب منصوبے بنانا اُس کی نظرت، میکن جب بالطل حکلہ مردان جنگ میں آجاتے اور معاملات کا فیصلہ اُمن و قابوں کے عوض طاقت ہی کے ذریعے طے ہوتا ہو تو اُس قبضت ہمیں یقین ہے کہ گروں نجیگی کر کے چلتے والوں کی یہ مشکل بھر جاتی ہے اس کی نظرت، میکن جب بالطل حکلہ مردان اس آیت فرائی کا مظہر ہو جاتے گی۔

اَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُذْكُورَينَ اَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُذْكُورَينَ کو تاہی کوہت پند  
میقات لگوں فی سبیلہ هفتماً کو تاہی کوہت کوہتی رہا ہمیں چھین  
کیا فصم میدان میرہ میونس پاندھک رہتے ہیں گویا کوہت سیس  
پلانی ہوتی دیوار ہیں۔

۴۹۹۹

مدارس نیتوں پر ہے۔ ہمیں اگر باوجود ہمیں ہونے کے حق اور صرف حق کے لئے ہمیں لڑ رہا ہے بلکہ قمر یا ہمیں یا مالی مقادرات یا کوئی امرد نیسا وی عرض اس کے ذمہ کا خود ہے تب تیاس کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ مادی سطح پر ہی کھدا ہو جائیں لیکن اگر اس کی تیمت خالصتہ تاہمہت دین، اعلاء کلمۃ الحق اور رضاۓ الہی ہے تو پھر اس کی کامیابی ہر حال میں طے ہے خواہ مادی اقتبا سے کامیاب ہو یا ناکام۔ کیسے نہ طے ہو جب سب سے بڑا بچ، سب سے بڑا شہنشاہ اور مالک املاک یہ فیصلہ دے جائے کہ:

ثَلِيْقَا تِلْدِنِي سَيِّدُنَا اللَّهُ  
أَنَّ زِيَادَنِي لَيْسَ مَوْتَ  
الْحَوْلَةَ أَنَّ سَالِمَ الْحَرَبَ  
وَمَنْ لَيْقَاتَنِي سَيِّدُنَا  
الَّهُ يُعَصِّلُ أَوْيَعَبَ  
فَمَوْتَ نُؤَزَّ تَيْبَوْ أَجْرَأَ  
هَطِيمَأَ

جماعت اسلامی۔ ہمارے علم کی حد تک ایسے



بچوں کو دانت نکلنے کی تکلیف ہی کی کمزوری جنسی اور  
دست میں عام جماں کمزوری سے بچات دلائی اور تندست کرتا ہے  
بہاریو بچوں کا دل پر مشہور ندک

دو ایام طبیعت کاٹ۔ سعد بیوی۔ سید جعفر



# لُعْنُ سَرْوَرِ کوہِ نَبِيٰ

نیکی ترے بغیر انہ ایساں ترے بغیر  
 اک وہم ہے نجات کا الگان ترے بغیر  
 دنیا ہے ایک مزروعہ ویراں ترے بغیر  
 عقیلی ہے صرف خواب پریشان ترے بغیر  
 مسکن نہیں کسی سے مفرگ ہو یا حکم  
 الشایست کے درد کا درماں ترے بغیر  
 دشوار ہی نہیں ہے یہ امرِ محال ہے  
 اللہ کے وجود کا عرفان ترے بغیر  
 جان چاٹ ہے، ترے اخلاق کی جھلک  
 خود زندگی ہے موت کا سامان ترے بغیر  
 تھوڑے نہ ہو جو ر بطودہ فکر و نظر ہی کپا  
 حکمت تری کیز، تھنگر ترا عنلام  
 سمجھئے ہیں کس نے معنی قرآن ترے بغیر

شمس فوید عثمانی

## کیا ہم مسلمان ہیں؟

دشمنوں کے ناپاک وجود سے خدا کی زمین پاک کرنے کے بعد  
خدا کے پاس اشرفت لے جاتے کہئے پاپ کار تھے "میرا  
تمام اسلام خدا کے رسول کی نذر کر دیتا۔ اور — اور  
چھری الجما کرنا کہ بیری مغفرت کی دعا فرمادیجے یہی"  
کیسا حسن اور کتنا حزن تھا اس الجماں! — جیسے  
ہی قاصدہ پیغام لایا۔ حضورؐ نے دضم فرمایا اور بھر دنوں باقاعدہ  
بھیلا کر دعا فرمائی اور ان الفاظ میں فرمائی جس سے بڑھ کر  
الفاظ کا تصور ہیں کیا جا سکتا۔  
"خدایا! میری خاطر ابو عمار کی تمام خطاؤں کو معاف  
کر کے ان سے خوش ہو جا۔ اور قیامت کے دن ان کا سر  
اپنی خلقوں کے درمیان اونچا فرماء۔" یہ انعام ملا اس مونی کو جس  
تھے جان خدا کو دی تھی اور بال رسول خدا کو اور بھرپوری بھی اس احتمال  
رہا تھا کہ خدا اپنی رحمت سے میری خطاؤں کو معاف فرمادے۔  
معاف چاہی جاتی ہے اس بات پر جس کا تصور دخطا ہونا خوبی ہو  
— اور جو کوئی معافی دینا چاہتا ہے اسے بھا معاف دی جاتی ہے۔

—————

ہر انسان اس بات کا سب سے زیادہ تھاج تھا کہ  
خدا اس کی مغفرت فرمادے — اور خدا ہر ایک کی مغفرت  
— ہر ایک گناہ کی مغفرت کرنے کے لئے ہر وقت تیار  
ہے — لیکن کتنے آدمی ہیں جو اس مغفرت کی احتیاج محکوم  
کرتے ہیں اور بھر ان میں بھی ایسے کتنے ہیں جو تمام گناہوں کو معاف  
کرنا چاہتے ہیں؟ — حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بزرگ چاحضرت ابو عمار  
حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بزرگ چاحضرت ابو عمار  
بھی پوچھے کہ یہ مغفرت کی احتیاج کا احساس کیا ہوتا ہے؟ یہ  
وہ شخص تھا جس نے ول کی گھر اُنی اور زیان کی گھر اُنی کے سارے  
قبریں ہن کا دم بھرا تھا — کل طبیہ کا تھی ان کی زندگی کے  
ذرہ ذرہ سے اعمالی صالح کی بہاریں کر جھوٹا تھا۔ اور ان کو  
شہادت والی وہ موت بھی نصیب ہوئی جہاں سے مغفرت کے  
خدا فی وحدوں کی او اپر آواز آ رہی ہے — مگر بھرپوری وہ یہ  
محکوم کرتے چلے گئے کہ یہ مغفرت کے تھاج ہیں؟  
"میرا تمام اسلام" انہوں نے جان دیستہ ہوتے ابو موسیٰ  
اشعری کو صیحت کی جبکہ اوطاس کے میدان کا رزاریں تعلکے

تمھی تکواروں کی چھاؤں میں آتے ہیں اسے چھن آپکا تھا۔ ہزار ہاتھیں اس کی طرف اٹھ کر رہ گئیں اس نے کہ وہ میدان چھادیں تھیں اس شان سے کوہ اتحاد جیسے رہ ہوتا کامیبا کر رہا ہو۔ حضرت محدثین و تفاسیح شریف یا ماری کی وجہ سے ایک طرف کھڑے تھے اور جنگ کا نظارہ کر رہے تھے عقیدت اور احرازم شوق کے ساتھ اسی سوار کو تک رہے تھے اور سخت حیران تھے ”لکھوڑ تو میرا معلوم ہوتا ہے گیری سوار ہے سوار ہے سوار کوں ہے؟“ ابوجن ہی ہو سکتے تھے مگر وہ قصیدہ میں پڑے ہوئے ہیں!...“

صفیں تزویاً لا کرتا ہوا اور بیکری کی صداؤں سے زین و آسمان کو پھرتا ہوا ”نا معلوم“ جاہد مغفرت کے لئے سرے کھن باندھے بھی کی طرح تڑپتا اور ہوسوں کے دلوں کو جھاد و شہادت کے سورز سے گمراہتا ہوا پھر رہا تھا۔ ساری دنیا اسکی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ خلک کو مغفرت کی طرف ایک انتہائی محاجج کی شان مجاہی کے ساتھ تک رہا تھا۔ اسے جنم نہیں زندگی کی روح کو آزادی دلانے کی آمد تھی۔ جو گناہ خود اس کی روح میں کائنات کی طرح ھٹکتا تھا اس کی نشستہت سے وہ پوری انسانیت کے دل و ہلکوں کو چانا چاہتا تھا۔ جسے مخلوق نے قید کر دیا تھا اسی اپنے خالی سے یہ بھیک مانگ رہا تھا کہ میری روح کو گناہ کی بیڑیوں سے آزاد فرمادے۔

اور سب جنگ کے ناتھا فیصلے کے بعد ابو جنگ نقشی پڑے وحدت کے مطابق پھر اسی قید خانے میں واپس چلے آئے۔ پھر وہی بیڑیاں اپنے ہاتھ سے ڈال لیں جن کو وہ سرے کے ہاتھ سے ھٹکایا تھا اور یہ ہزار انجاں ھٹکوایا تھا۔ لیکن اس باریہ بیڑیاں پہنچتے ہوئے وہ اس طرح سکنے دے رہے تھے اس انھیں کوئی قید خانہ قید نہیں کر سکتا اور کوئی زخم ایسی روانہ کو نہیں روک سکتی۔ وہ آزاد ہو چکے تھے۔ جسے وہ گناہ کی زخمیں توڑ کر بھیشہ کیسے آزاد ہو چکھیں۔ اب انھیں کو ان تک درکشنا تھا۔ اب تو ان کی جنست ہی ان کے سینے میں آنکھی تھی۔ مغفرت اور جنت کو جسے کوئی قید نہیں کر سکتا! انھیں چھاؤں ہو رہا تھا جیسے وہ ان کو عطا ہو چکے ہے۔

فابرسی کے میدان میں جنگ پر یا تمھی۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو ”آگ“ کو آخری عذاب بخٹے تھے تو دوسری طرف وہ ”آگ“ کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھے۔ اور اس وقت محدث ابن و قاص پر سلا ر افواج اسلامی کے مکان پر ایک خطا کار میں اس میدان میں آکر مغفرت پانے کے لئے آتش زیر پا تھا۔ یہ حضرت ابو جنگ نقشی تھے جن پر غالباً شراب کے لازمیں حد چاری ہو گئی تھی اور اس وقت حضرت محدث سعید کے یہاں پا بوجوان کر کے ڈال دیئے گئے تھے۔

حضرت محدث کی بیوی حضرت سعیدی لے سنا کہ قید خانے کی دلیل اوروں سے پہنچ پڑ کر یہ قیدی درد بھرے گیتا گلے رہا ہے۔ ان گیتوں میں مغفرت کے اس قسمی موقع کے ہاتھ آئے اور ہاتھوں سے جانے پر گریز و زاری تھی۔ دنیا کے قید خانے سے شہادت کے ذریعہ آزادی کا مشوق تھا اور غیرہ سے ایمان میں کفر و شرک پر بھیاں گلائے کی تربیت تھی۔

”سیری بیڑیاں کاٹ دو اور مجھے گھوڑا دیدو“ انھوں نے رودینے کے انداز میں حضرت سعیدی سے اتنا کہی۔ ”میں دعده کرتا ہوں کہ زندہ دہا تو خدا کو یہ زخمیں بیہن لوگا۔“ میں دعده کرتا ہوں کہ میری اپنے حشم کو قید کر دوں گا تو خدارا! میری روح کو آزاد کر دو؛ میرے جذبہ شہادت کو قید ن کرو۔ مغفرت کا بھکاری مغفرت کی تلاش میں جانا چاہتا ہے۔ اس جذبہ مغفرت کو آزادی بخشیدی جائے“

— بیٹا باز الجھائیں — والہما صد اس اور گیت! — ز جانشی ان میں کیا کچھ بھرا ہوا تھا کہ حضرت سعیدی کے دل پر رقت طاری ہو گئی اور انھوں نے بیڑیاں کھو گکاراں ایک گھوڑا دیدیا — انھوں نے دیکھا کہ قیدی نے قدر تکمیر کے ساتھ سوار بیو کو میدان جنگ کی راہ فی اور دیکھتے ہی دیکھتے تو فی سے او جعل ہو گیا مگر دیر تک دور سے اس کی تکمیر کی بھرا رہیں ان کے کاڈی سے بھرا تھی رہیں۔ یعنی آزاد اس نہیں کی جو مغفرت کا عحتاج تھا۔

اور اب — اب وہ تکواروں کی چھاؤں میں تھا — قید خانے کی بند دلیل اوروں میں جسے اپنی عافیت نظر آئی

تھید بسط کے اس دفتر پر رحمت الہی کی بارش ہو ڈالہے کہ جس کے ایک فرد حضرت زید الخیر تھے۔ جن کو ان کے اس سوال کی برکت نے ہی شاید زید اخیل سے زید الخیر بنا دیا تھا۔

”تمہارا کیا نام ہے؟“ خدا کے رسول نے ان سے پوچھا تھا۔ ”زید اخیل“ انہوں نے کہا۔ ”میں دشوارگہ اسراف کر کے تھکی ہوئی تو سواری میں خواب آئکھوں اور شذ کام ہو ٹوٹ کے سامنے کچھ دریا غائب کرنے کی غرض سے خدمت میں حاضری دینے آیا ہوں یا رسول اللہ؟“

”منہیں تم تو زید الخیر ہے۔ پوچھو کیا یوچنا ہے؟“ حضور نے طالبِ معرفت کی قدر کرنے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”خدا کو چاہتے والے اور خدا کو نہ چاہتے والے کی بیچان کیا ہے آخر؟“ زید الخیر نے پوچھا۔

”تم کیسی زندگی پر کرتے آئے ہو؟“ بعض شناس فخرت انسانی نے جذبہ تھیں کا سراغ لگاتے ہوئے فرمایا تاکہ حلوم پوری کریں سوال براۓ سوال ہے یا سوال براۓ زندگی۔

یرائے حصل:

”خیر کو پسند کرتا رہا ہوں اور عالم خیر اور اہل خیر کے۔ اس پر عمل پیرا ہوتا تو وہاب کی خوشی ہوتی تھی اور حبِ عمل چھوڑتا تھا تو محرومی کا احساس دل میں چلکیاں لینے لگتا تھا اور اداس ہوتا تھا۔“

”بس یہی اس کی نشانی ہے کہ کون خدا کو چاہتا ہے اور کون نہیں چاہتا؟“ حضور نے سائل کی زندگی ہی کے اندرستہ جواب نکالتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ”اگر خدا اس کے خلاف تھمارے لئے کچھ چاہتا تو تم کو اس کے لئے ہیں تباہ کر دیتا۔ اور۔۔۔ پھر اس کو اس کی پروابی ہوتی کہ تم کس وادی میں ہاں کہو گئے ہو۔۔۔“

اور اس ارشاد رسول کی تصدیق کی تکمیل ہو کر ہی۔

یہ سائل اسلام کی دوست سینے میں لئے ہوئے گھر کی طرف چلا تو راہ میں ہی بخار آگیا اور انتقال ہو گیا۔ اسلام نے گورنمنٹ نام گناہوں کی دنیا ہی سما کر کرڑاں اور موٹے آئندہ کسی ایک گناہ میں بھی آمودہ ہوئے کاموں جی سے زیدیا۔

اور اس ”احساس“ کا خاصی ثبوت یہ بات تھی کہ خود حضرت سعد بن وفا ص م نے جب سخرا اپس آگرہ تماں واقعہ اپنی بیوی کی زبانی سننا تو انھیں لیکا یہ اس ”قیدی“ کے اندر ایک بہت بڑا بندہ آزاد دکھائی دیا۔

گورنمنٹ بوسٹ کے اندر سے شاید یہ اسی معرفت و دست کی کوئی جھلک پھوسکی امید نہیں بلکہ اور غفرت طلبی کے بعد کی جا سکتی ہے اور کی جاتی چلیجئے اس لئے کہ معاملہ کسی سر چھتر ناٹکرے انسانی بادشاہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے خدا کے واحد دیگرانہ سے ہے جسکی بندہ فواز قدر شاہیں سے ہمیشہ کارخانہ کر کے نے والے غلام سے کم از کم دس قدم آگے ہی تھا اتی ہیں۔۔۔ کغلام ایک بالشت آگے رکھتا ہے تو خدا وہ باختہ آگے بڑھتا ہے۔۔۔ غلام ذرا نیز چلتا ہے تو رحمت اس کی بہت در طور پر لکھی ہے!۔۔۔

حضرت سعید نے اس طالبِ معرفت قیدی پر ایک عقیدت بھری نگاہ وہی اور محسوس کیا کہ وہ ذہن و نفس کے قید سے بھی آزادی حاصل کر چکا ہے!۔۔۔ جسکی جنت اس کے اندر میوہو ہے اسے کوئی زندگان اسیہ نہیں کہ سکتا اور جس کے اندر گھم شعلہ زدن ہو اس کے لئے بھروسی کی تھی بھی ایک ایسیں قید خاتم کے سوا کچھ اور نہیں۔۔۔

”میں ایک ایسے انسان کو جیں میں نہیں ڈال سکتا!۔۔۔“ اور وہ سمجھتے تھے ابوجمی تقاضی بھلے آسمان کے بیچے جہاں طور پر بھی رہا۔ کہ اس ایسے رہے تھے۔۔۔ ایک سال تھی جس کی آمد و شد میں تکیر اور تسبیح کا آئینگ تھا کسی سانپ کی سی چھٹکا نہیں۔۔۔ ایک آزادی کا ساض جس کا زیر و مردم قلب انسانی کی بطیف دھکنگوں تک کو خدا کا اون یادو اسیہ شوق بنا دیتا ہے جیسے کہہ رہا ہو۔۔۔

اس نے اپنا بنائے چھوڑ دیا ہے، کیا اسیہ ہے؟۔۔۔ کیا رہا ہے؟۔۔۔

اور۔۔۔ بارگاہ و رہالت سے پر کیسی جان فواز صدا آرہی ہے۔۔۔ یہ زادتی تو ہمیں کیسے پتہ چلا کہ کون معرفت کی بستی میں جا رہا ہے اور کون معرفت سے منہ پھرے ہوئے جی رہا ہے۔۔۔

نے اس کو تلاش کیا تو خدا نے اس کو پہنچا کر تمام ہمگانوں کے درمیان سے گزار کر ملائکہ کے ہاتھوں کوڑو سبیل کے پانی سے نہلاو چلا کر پاک کیا اور مغفرت طلب کرتے دالے کو شہادت کے مقدس خون سے سرخ روکر دیا۔ یہیں ہم کہاں ہیں اور کیا ڈھونڈتے چھرتے ہیں؟ ہمارا حال تو خاید چھا ایسا ہے جیسے ہمیں یہ مغفرت ڈھونڈنے کی سرے سے ضرورت ہیں جیسے یہیں کیونکہ مغفرت خود ہمیں ڈھونڈنے کی پھر رہی ہے!— نہ ہم خیرِ عالم خیر اور الٰہ خیر کو پسندیدگی کے دیدہ و دول سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور نہ اپنے ایسا ان پر تفاق کے سبب کرنے کی حاجت ہے۔ ورنہ ایسا کہو ہے کہ ہم میں اس کوئی ترمذی یزیر نظر نہیں آتا جس کے دل کو مغفرت کا سوال خراصح اکشاش کشاں نہ پھر رہا ہو اور ہونینہ سے خردم آنکھوں اور یہاں سے چھٹے ہوئے ہونٹوں اور علی ہوئی سواری کے ساختہ منزل مراد کے لشانا راہ کا متلاشی ہو اور نہ ہی کوئی خنبلہ بن رہیج ہے جو اہل و عیال کے درمیان ہفتے ہفتے بیکا یک زندگی میں کبھی ایکبھی بار اس احساس سے روپا ہو کر ہمیں خدا خواستہ ہیرے ایمان میں تفاق کے جایا ہم تو نہیں گھسن آئے ہیں کہ جوانان ہمیں کو دوزخ کے پاتال میں دوزخ کا بینہ ہوں ہنا چھٹے ہیں؟— کیا اس کے باوجود فی الواقع ہم مسلمان ہیں؟

5

## سیرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا سید ابوالعلی مودودی



- ہدایت اور یادی
- منصبِ ستن، شخصیت و کوادر
- آغاز و حی سے چوتھتک
- اسلامی ریاست اُغاڑ کشمکش انتظام

مکتبہ جعلی۔ دیوبند (یونیورسٹی)

حضرت خلفاء رضی کو مغفرت کی شدید تلاش تھی۔ اس کا صلبیہ ملا کر ان کی میت کو قرقشتوں نے عسل دیا۔ واقعی محرومی صرف اسی کا حصہ ہے جو خود جی کو کوئی نہیں پسند کر سکتا۔ خدا کے درمیں مغفرت کا کوئی بھکاری خالی ہاتھوں اپس بھی بھی نہیں آیا۔ محرومی تو کیسی انس کی دین تو اس قدر فرا انبیوں کے ساتھ ہے کہ وہم و مگان کی جھوٹی بیچت جاتی ہے اور توقعات کا دامن تنگ ہوئے لگتا ہے۔

بارگاہِ رسولؐ سے وہ اس حال میں گھر آئے تھے کہ جنت اور دوزخ آنکھوں کے سیاستے آجی تھی۔ اور انھیں آنسوؤں سے ترکھیں لیکن گھر آکر جو ہبھی پھوپھو کے درمیان انھیں سنسنی دل لگی کی اینی آواز سنائی دی ایک زبردست خوف سے لرزہ پڑ گیا اور جھیں نکل گئیں۔

”کیا؟... کہاں میں متاثر ہو گیا کہ میکے احوال ایمان نے رنگ بدل دیا؟...“

اور یہ تھا وہ تعمیری خوف — یہ ایمان کی موت اور زندگی کے سلسلے میں مومن اندیشہ ناکی جس نے ان کے ایمان میں مغفرتِ طلبی کی رعنائیاں اور تو ان ایمان کو کٹ کوٹ کر اس حد تک بھردی کی میراں جہاڑاں کی نظر میں جھسی لذتوں کی حسین ترین تہباٹی سے زیادہ پرکشش بن گیا۔ یہی تھا وہ بینہ خدا جو شب عروضی کو چھوڑ کر بینا بات جہاد و شہادت کی آئی پرواز وار روانہ ہوا اور اسی میراں میں ڈالن کو چھوڑ کر کائنات والاحد اکی راہ میں موت سے سکنا رہو گیا۔ اور اسی میراں جہاڑا میں رسول خدا کی آنکھ نے دیکھا کہ ان کو قرقشے عسل دے رہے ہیں اور جب ان کے متعلق آپ نے تحقیق فرمائی تو دنیا کو معلوم ہوا کہ وہ کہاں سے کہاں دوڑے ہوئے آئے تھے اور کس حال میں پرواز وار آئے تھے!

ایک انسان نے مغفرت کو تلاش کیا اور خدا نے اس کوئی الفور و امن مغفرت میں ٹوٹا نہیں دیا اور اس کے ایمان کو عصیاں کی ہوا تک مرتکنے والی کسی دوسرے انسان

# تفسیر القرآن

پار ۲۸۵

## الطلاق

مولانا ابوالا علی مودودی

اس سورہ کا نام ای المطلوق نہیں ہے بلکہ یہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے ایک نکد اس میں طلاق ہی کے نام ای حکام بیان ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عوادؓ نے اسے سورة النساء القصیر کی بھی کہا ہے، یعنی چھوٹی سورۃ فاراد۔

**نَزْوُلُ الْمَطْلَقِ** [حضرت عبداللہ بن عوادؓ نے صراحت فرمائی ہے اور سورہ کے مضمون کی اندر ورنی شہادت بھی ہی زمانہ نزول ظاہر کرتی ہے کہ اس کا نزول لازماً سودہ بقرہ کی اُن آیات کے بعد ہوا ہے جن میں طلاق کے احکام پہلی مرتبہ دینے گئے تھے۔ اُرچی تبعیق کیا تھکل ہے کہ اس کا تھکل راز نزول کیا ہے۔ لیکن بھر جال روایات سے اتنا غرض معلوم ہوتا ہے کہ جب سورۃ بقرہ کے احکام کو صحیح میں لوگ فلسفیاں کرنے لگے اور عمل بھی اُن سے فلسفیوں کا صدور ہوئے لگا تب الہر تعالیٰ نے اُن کی مصلح کے لئے یہ ہدایات نازل نہیں منسوب مفسنوں [اس سورہ کے احکام کو صحیح کرنے ضروری ہے کہ اُن ہدایات کو پھر سے ذمہ میں ناہ کریں] اور مفسنوں [جاءے جو طلاق اور عدت کے متعلق اس سے پہلے قرآن مجید میں بیان ہو چکی ہیں]۔

**أَنَّكُلَّاقَ مَرْثِلَنْ**، فَإِنَّمَا أَفْرِقَ مُهَرَّبِنْ أَوْ لَكُوْنُ يُعِيْمُ يَا خَسَانْ دَالْبَرَه - (۲۲۹) "طلاق دربارہ" پھر یا تو سبھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے رخصت کر دیا جائے۔ "کی ان مطلقات میں تر بصنی یا نفسہ هریش شلائقہ تھارو وغ..... و بعد کوئی تھن آجی پر تھن فی ذایک اُن اسڑو اصلو حا دالبرہ۔ (۲۲۸)" اور طلاق عورتیں و طلاق کے بعد تین چیزوں تک اپنے اپنے کو

روکے رکھیں۔۔۔ اور ان کے شوہر اس مدت میں اُن کو راضی نوجیت میں، واپس ملے یعنی کہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح پر آمادہ ہوں۔“

فَإِنْ طَلَقَهَا فَلَا تَحْجِلْ لَهُ مِنْ أَنْ يَعْدُ حَشْيَ شَكْرَهُ وَجَاهَهُ بَرْهَهُ - - - (البقرہ - ۲۳۰)۔“ پھر اگر وہ تبریزی پار اُس کو طلاق دی دے تو اس کے بعد وہ اُس کے لئے حلان نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ اس عورت کا نکاح کسی افراد سے ہو جائے۔۔۔

إِذَا أَنْكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ شُرْطَ طَلَقَهُمْ هُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُدُهُنَّ فَمَا كَفَرْتُمْ وَعَلَيْهِنَّ تَحْمِيلٌ  
عَلَىٰ إِنْ تَعْدِلُنَّ فَهَا رِالْأَخْرَابِ - ۴۹، ”جب تم موسی خود توں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی دو تو تھا رسپرے میں ان پر کوئی حدت لازم نہیں ہے جو کسے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔“  
فَإِنْ زَوْجَتِي بِيَوْقَنَ مِنْكُمْ وَيَسِدُّهُنَّ أَرْوَاحَهُنَّ يَسْتَرُّ بَصَرُهُنَّ يَا فَضْلُهُنَّ أَمْرَأَةٌ أَشْهَرُ  
وَعَشْرًا (البقرہ - ۲۳۸) ”اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور پیچھے بیوی یا چھوٹ جائیں تو وہ ہمارے بیان چاہیئے  
دس دن تک اپنے آپ کو روک رکھیں۔“

ان آیات میں جو قواعد مقرر کئے گئے تھے وہ یہ تھے:-

(۱) ایک مرد طلاق دیتے کی صورت میں عورت کے اندر شوہر کو رجوع کا حق رہتا ہے اور حدت گزد جانے

کے بعد وہ ہی مرد و عورت پھر زکاچ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے تخلیل کی کوئی شرط نہیں ہے۔ لیکن اگر مرد تین طلاق دی دے تو حدت کے اندر رجوع کا حق ساقط ہو جاتا ہے اور دوبارہ نکاح بھی اُس وقت ملک نہیں ہو سکتا جب تک عورت کا نکاح کسی اور مرد سے دہوچا ہے اور وہ کبھی اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ دیکھے۔ (۲) اندھوڑ عورت جسکو حضر آتا ہو اُس کی حدت یہ ہے کہ اُس سے طلاق کے بعد تین مرتب حضں آجاتے۔ ایک طلاق یاد طلاق کی صورت میں اس عورت کے معنی ہیں کہ عورت ابھی تک اُس شخص کی زوجت میں ہے اور وہ عورت کے اندر اُس سے رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مرد تین طلاق دے چکا ہو تو یہ حدت رجوع کی گھاٹش کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اس لئے ہے کہ اس کے ختم ہونے سے پہلے عورت کسی اور شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔

(۳) غیر اندھوڑ عورت اسے ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دی جائے اُس کے لئے کوئی حدت نہیں ہے۔ وہ چاہیئے تو طلاق کے بعد فوراً نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) جس عورت کا شوہر مر جائے اس کی مدت چار چھین دس دن۔ ہے۔

اب یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجی چاہیئے کہ سورہ طلاق اس قواعدیں سے کسی تابعے کو منسوخ کرنے یا اُس میں ترمیم کرنے کے لئے نازل نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ مقاصد کے لئے نازل ہوتی ہے۔

ایک یہ کہ مرد کو طلاق کا جو اختیار دیا گیا ہے اسے استعمال کرنے کے لئے حکما اور طریقہ بتاتے جائیں جن سے حقی الامکان عالمگری کی نوبت نہ آئے پائے اور عالمگری ہو تو بدرجہ آخر ایسی حالت میں ہو جب کہ ہائی ہو افقت کے سارے امکانات ختم ہو چکے ہوں۔ کیونکہ خدا کی شریعت میں طلاق کی بجائی صرف ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر مکمل ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس بات کو سخت ناپسند فرماتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان جو اندھوڑی تعلق قائم ہو جکا ہو وہ پھر کبھی ٹوٹ جائے۔ جیسا صلحی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔ صَلَحَ اللَّهُ شَيْئًا

ابغض الیہ من الطلاق۔ "اللہ نے کسی ایسا چیز کو حلال نہیں کیا ہے جو طلاق سے بڑھ کر اسے ناپسند ہو۔" (البودا وہ)  
اور بعض الحلال ای اللہ عن دجل الطلاق۔ " تمام حلال چیزوں میں اللہ کو سبکے زیادہ پاسند طلاق ہے۔" (بدر ہو)  
دوسرے انفصال یہ ہے کہ سورہ الفرقہ کے احکام کے بعد جو مزید سائل جواب طلب باقی رہ گئے تھے ان کا جواب یہ ہے  
اسلام کے متعلق قانون کے اس شعبے کی تکمیل کر دی جائے۔ اس سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن مذکورہ عورتوں کو حیثیت آنا  
بند ہو گئی ہو یا حصیں ابھی حیثیت آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔ طلاق کی صورت میں ان کی عدالت کیا ہوگی اور جو عورت حملہ  
پڑا سے اگر طلاق دیدی جائے یا اس کا شوہر مر جائے تو اس کی عدالت کی مدت کیا ہے اور مختلف قسم کی طلاق عورتوں  
کے نفقة اور سکونت کا انتظام اُس طرح ہو گا اور جس بچے کے والدین طلاق کے ذریعے سے الگ ہو چکے ہوں، اس کی رخصی  
کا انتظام اُس طرح کیا جائے۔

اللہ کے نام سے جو حسن اور حیم ہے  
اسے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدالت کے لئے طلاق دیا کرو۔

لہ یعنی تم لوگ طلاق دینے کے معلاملے میں یہ جلد بازی نہ کیا کرو کہ جو ہی میان ہو یہی میں کوئی تھکڑا ہو، فوڑا ہی غصہ میں اُکر  
طلاق دے ڈالی اور نکاح کا حصہ کا اس طرح کیا کہ جو عکیجاں تھیں نہ چھوڑی۔ بلکہ جب تھیں بیرونیوں کو طلاق دینا ہو تو ان کی عدالت  
کے لئے دیا کرو۔

"عدالت کے لئے" طلاق دینے کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی یہاں مراد ہیں۔ ایک مطلب اس کا ہے کہ عدالت کا آغاز کرنے  
کے لئے طلاق دو، یا بالفاظ ادیگر اس وقت طلاق دو جس سے ان کی عدالت شروع ہوتی ہے۔ یہ بات سورہ الفرقہ آیت ۲۲۸ میں  
بتائی چاہی ہے کہ جس مذکورہ عورت کو حیثیت آتا ہو اس کی عدالت طلاق کے بعد تین مرتب حیثیت آتی ہے۔ اس حکم کو نکاہ میں روکا کر کے چھا جائے  
اعدالت کا آغاز کرنے کے لئے طلاق دینے کی صورت لازماً اسی ہو رکتی ہے کہ عورت کو حالت حیثیت میں طلاق نہ دی جائے کیونکہ اس کی  
عدالت اس حیثیت سے شروع نہیں ہو سکتی جس میں اسے طلاق دی گئی ہو اور اس حالت میں طلاق دینے کے معنی یہ ہو جائے ہے کہ عورت کو اس حکم  
کے خلاف عورت کی عدالت تین حیثیں کے جماعتے ہو جیں۔ مزید براں اس حکم کا تفاصیل یہ ہے کہ عورت کو اس ہمارے  
میں طلاق نہ دی جائے جب ہیں شوہر اس سے مباشرت کر کھلا ہو کر نکارا اس صورت میں طلاق دینے وقت شوہر اور ہو یہی دونوں  
میں سے کسی کو بھی یہ علوم نہیں پڑ سکتا اک آیا مباشرت کے تینجی میں کوئی حملہ نہ رکا یا پایا ہے یا نہیں۔ اس وجہ سے عدالت کا آغاز اس  
مفرضے پر کیا جاسکتا ہے کہ یہ عدالت آئندہ چیزوں کے اعتبار سے ہوگی اور نہ اسی مفرضے پر کیا جاسکتا ہے کہ یہ عالیہ عورت کی  
عدالت ہوگی۔ پس یہ حکم بیک وقت در باتوں کا تفصیل ہے۔ ایک کہ حیثیت کی حالت میں جبکہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو۔ عورت کی  
یا تو اس ہماری دی جاتے ہوں میں مباشرت نہ کئی ہو یا پھر اس حالت میں دی جاتے جبکہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو۔ عورت کیا  
جاتے تو عموں ہو گا کہ طلاق پر یہ تقدیر ہوں گلائے میں بہت بڑی تھیں ہیں حیثیت کی حالت میں طلاق نہ دنے کی مصلحت یہ ہے کہ  
یہ وہ حالت ہوتی ہے جس میں عورت اور مرد کے درمیان مباشرت منوع ہونے کی وجہ سے ایک طرح کا بعد پرداز ہو جاتا ہے  
اور طبقی حیثیت سے بھی بسات ثابت ہے کہ اس حالت میں عورت کا مزارج معمول پر نہیں رہتا۔ اس لئے اگر اس وقت  
دونوں کے درمیان کوئی تھکڑا ہو جائے تو عورت اور مرد دونوں اسے رفع کرنے کے معاملے میں ایک حد تک بیٹھنے ہوتے  
ہیں اور جھگڑے سے طلاق تک نوبت پہنچانے کے بجائے اگر عورت کے حیثیت سے فاسد ہونے تک انتظار کر لیا جائے تو

اس امر کا کافی امکان پرتوسی ہے کہ عورت کامزاج بھی معمول پر آجائے اور دونوں کے درمیان فطرت نے جو طبعی کشش کری ہے وہ بھی اپنا کام کر سکے دونوں کو پھر سے جوڑ دے۔ اسی طرح جس ٹھرمیں معاشرت کی جا پہلی ہو اس میں طلاق کے نہ صورت ہوتے کی مصلحت یہ ہے کہ اس زمانے میں الگ جمل قرار رکھا جائے تو مرد اور عورت اور دونوں میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہیں پہنچتا اس لئے وہ وقت طلاق دینے کے لئے موزوں نہیں ہے۔ جس کا علم پہنچانے کی صورت میں تو مرد بھی وہ ترہ سوچے گا اس عورت کے پیٹ میں اس کا بچہ پرداش یا وہا پہا سے طلاق دے باندھ دے اور عورت بھی اپنے اور اپنے بچے کے مقابلہ کا خال رکھنے کے شوہر کی ناراضی کے اسباب دوڑ کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ لیکن اندھیرے میں بے سوچے بیٹھتے چلا بیٹھنے کے بعد اگر معلوم ہو کر جمل قدر اپنے کو تجھتنا پڑھے گا۔

یہ تو سہ "عدت کے لئے" طلاق دینے کا پہلا مطلب جس کا طلاق صرف ان عورتوں پر ہوتا ہے جنکو حیض آتا ہوا اور جس کے حاملہ ہونے کا امکان ہو۔ اب رہا اس کا دوسرا مطلب تو وہ یہ ہے کہ طلاق دینا ہو تو عدت تک کے لئے طلاق دو۔ یعنی پہلی وقت یعنی طلاق دے کر سہیہ کی علیحدگی کے لئے طلاق نہ دے۔ بیچو بلکہ ایک یادت حدد و طلاق قیں دیکر عدت تک انتظار کروتا کہ اس عدت میں ہر وقت تھمارے لئے رجوع کی انجامی باقی رہے۔ اس مطلب کے لحاظ سے یہ حکم ان عورتوں کے معلمے میں بھی مفید ہے جن کو حیض آتا ہوا اور ان کے معاملے میں بھی مفید ہے جن کو حیض آتا ہوا بلکہ اس کا جھیل

ا بھی حیض آنا شرعاً نہ ہوا مگر، یا جن کا طلاق کے وقت حاملہ ہونا معلوم ہو۔ اس فرمان اہمی کی پروردی کی جائے تو کسی شخص کو بھی طلاق دے کر رکھتا اس پرے کیونکہ اس طرح طلاق دینے سے عدت کے اندر رجوع بھی ہو سکتا ہے اور عدت گذر جانے کے بعد بھی یہ ممکن رہتا ہے کہ سابق میال بیوی پھر باہم رشتہ جوڑنا چاہیں تو از سر نو نکاح کر لیں۔

طیقوٰ ہنْ لِعِدَّةِ تَعْتِقَلَتْ كے یہی معنی اکابر فقیرین نے میان کئے ہیں۔ این عبارت اس کی تفسیر میں غلط نہ ہیں کہ طلاق حیض کی حالت میں نہ دے اور نہ اس طور میں دے جس کے اندر شوہر معاشرت کر جکتا ہو بلکہ اسے چھوڑ دے رکھے یہاں تک کہ حیض سے فارغ ہو کر وہ طاہر ہو جائے۔ پھر اسے ایک طلاق دیدے۔ اس صورت میں الگ وہ رجوع نہیں کرے اور عدت گذر جائے تو وہ صرف ایک ہی طلاق سے جدا ہوئی" (ابن جریر) تھفت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ "عدت کے لئے طلاق یہ ہے کہ بھر کی حالت میں معاشرت کے بغیر طلاق دی جائے۔" یہی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عمر عطا، مجاهد میمون بن حسان، مقائل بن حیثان اور ضمیل الحرمہ اللہ سے مروی ہے (ابن کثیر)، عکرمة ماس کا مطلب میان کرتے ہیں "طلاق اس حالت میں دی جائے کہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو اور اس حالت میں نہ دے کہ وہ اس سے معاشرت کر جکتا ہو اور کچھ تہذیب نہ ہو کہ وہ حاملہ ہوئی اسے یا نہیں" (ابن کثیر)، حضرت حسن بصری اور ابن سیرین، دونوں سمجھتے ہیں "بھر کی حالت میں معاشرت کے بغیر طلاق دی جائے یا اس حالت میں دی جائے جب تک جاں ظاہر ہو جکا ہو" (ابن جریر)

اس آیت کے نشانہ کو بہترین طریقے سے فو در مول الشرطی عدلیہ دلم نے اس موقع پر واضح فرمایا تھا حبیب حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیلات قریب حدیث کی شام کتابوں میں لفظی ہیں اور وہی در حقیقت اس معاملے میں قانون کی مخالف ہیں۔ قسمہ اس کا یہ ہے کہ حبیب حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضرت عمر نے جاکر حضور سے اس کا ذکر کیا۔ آپ سن کر سخت ناراضی پرے اور فرمایا کہ "اس کو حکم دو کہ بیوی سے رجوع کرے اور اسے اپنی زوجیت میں روکے رکھے ہماٹک کہ وہ طاہر ہو، پھر اسے حیض آئے اور اس سے بھی فارغ ہو کر وہ پاک ہو جائے۔ اس کے بعد اگر وہ اس طلاق دینے کا اللہ عز وجل نے حکم دیا ہے۔" ایک روایت کے معاشرت کے بغیر طلاق دے یہی وہ عدت ہے جس کے لئے طلاق دینے کا اللہ عز وجل نے حکم دیا ہے۔

الفاظ یہ ہیں کہ "یا تو ہماری حالت ہیں مبارکت کے بغیر طلاق دے۔ یا پھر اسی حالت میں دے جو کہ اس کا حمل خاہر ہو چکا ہو۔" اس ایت کے مذاق پر مرد و زن کی حیثیت اور احادیث، بھی ڈالتی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہؓ میں موجود ہیں۔ نہایت میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک دقت تین طلاقیں دے دیں ہیں۔ جنہوں نے شنکر عصتیں کھڑے ہوئے کھڑے اور فرمایا "آی یلعب بکتاب اللہ و آنابین الظہر کم مردی۔" "کیا اللہ کی تربیت کے ساتھ کھل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تھاہرے درمیان کو وجود ہوں؟" اس حرکت پر جنہوں نے عصتی کی کیفیت دیکھ کر ایک ایک شخص نے پوچھا ایسا ہیں اسے قتل نہ کروں؟ عبد الرزاق نے حضرت عبادہ بن الصامت کے متعلق روایت لقول کی ہے کہ ان کے والدے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دیں۔ انہوں نے جاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا بانت منہ شلوٹ، فی معصیۃ اللہ تعالیٰ و یقی تسمماۃ و سبیع و تسعون طلہماً و عذاباً نا، اشناز اللہ عذابہ، و ان شاء غفرانہ۔ "تین طلاقوں کے ذریعے سے تو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ وہ عورت اس سے جدا ہو گئی اور ۹۹ نظم اور عذر وان کے طور پر باقی رہ گئے جن پر اللہ چاہیے تو اسے عذاب نہ اور جاہر ہے تو عاف کرو۔" حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے قصہ کی جو تفصیل دار قطفی اور ابن القیمؓ کی شیوه ہیں روایت ہوئی ہے اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جنہوں نے جب حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو بیوی سے رجوع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے پوچھا اگر میں اس کو تین طلاق دیدتا تو کیا پھر مجھی میں رجوع کر سکتا تھا؟ جنہوں نے جواب دیا اور کہانت تبیں سنت و حکانت معصیۃ "ہمیں وہ تجھے سے جدا ہو جائی اور یہ فعل معصیت ہوتا۔" ایک روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ اذاً قتل عرض کریں و بانت منہ امرأ تک۔ "اگر تم ایسا کرتے تو اپنے رب کی نافرمانی کر سے اور تھاہری بھی تم سے جدا ہو جاتی۔"

صوایہ کرامؓ کے اس ایت میں جو نتائجی متفقہ ہیں وہ بھی جنہوں کے انحراف ارشادات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مکو طبا میں ہے کہ ایک شخص نے اکر حضرت عبد اللہ بن سعو دست کیا ہیں۔ نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دیں ہیں۔ این سعد و عصی اللہ عنہ نے پوچھا "پھر اس پر تھیں کیا فتوی دیا گیا؟" اس نے عرض کیا "جو سے کہا گیا ہے کہ عورت تجھے سے جدا ہو گئی۔" آپ نے فرمایا صدقہ تو؟ ہیو مثل ما یقولون "لوگوں نے سچ کیا، مسئلہ یعنی سچ ہے جو وہ ہیاں کرتے ہیں۔" عبد الرزاق نے علمگرہ مسئلہ کو روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے کہا ہیں نے اپنی بیوی کو ۹۹ طلاقیں دے دیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا شلاقت تبدیلہا و سائرہن عذر وان۔ تین طلاقیں اسے حدا کرنی ہیں، باقی سب زیادتیاں ہیں۔ "ذکیح بن الجراح نے اپنی ششیں میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونوں کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ سے ایک شخص نے اکر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ انہوں نے فرمایا بانت منہ بثلاٹ۔" وہ تین طلاقوں سے تجھے سے جدا ہو گئی۔ ایسا ہی واقعہ حضرت علیؓ نے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے جواب دیا بانت منہ بثلاٹ وی قسم سائز ہن علیؒ نسائی۔ "تین طلاقوں سے تو وہ تجھے سے جدا ہو گئی، باقی طلاقوں کو اپنی دوسری عورتوں پر تقسیم کرنا یہ ہر" الود اور این جو ہر سے تھوڑے لفظی فرق کیا تھے جو اپنی روایت نقل کی۔ یہ کہ وہ این جہاں کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ این عباسؓ میں کیجاویں سب سنتکے میں سچیاں کیا تاہید یہ اس کی بیوی کو اس کی طرف پلٹا دیتے والے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا "تم میں سے ایک شخص میں پہنچا طلاق دیتے ہیں، حماقت کا ارتکاب کر گزرتا ہے اس کے بعد اگر کہتا ہے یا این عباسؓ یا ابن عباسؓ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا اور تو نے انتہی سے تقویٰ نہیں کیا۔ ایسے کیسی سب سے لیے کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بھری تجھے سے جدا ہو گی۔" ایکس اور روایت چھے موظفاء اور تفسیر این جھر میں لفظی فرق کیسا تھے

مجاہد ہی سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدیں، پھر ان عباش میں مٹل پڑھا۔ انہوں نے جواب دیا "تین طلاقوں سے تزوہ بھے سے خدا ہو گئی، باقی ۹ سے تو نے اللہ کی آیات کو تکمیل بنایا۔" یہ متو طارثے الفاظ ہیں۔ اس جریں اس کے جواب کے الفاظ یہ ہیں۔ "تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی بھے سے خدا ہو گئی اور تو نے اللہ کا خوف نہیں کیا کہ وہ تیرے لئے اس شکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کرتا۔" امام طحاوی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص ان عباش کے پاس آیا اور اس نے کہا میرے چالنے اپنی بیوی کو تین طلاقوں سے ڈالی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہے۔ ائمہ عصی اللہؑ قائمہ داطع الشیطان فلم بجعل له مخراجاً "تیرے چالنے اللہ کی نازیانی کی اور لگانہ کا انکاب کیا اور شیطان کی پیر دیکی۔ اللہ نے اس کے لئے اس شکل سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا ہے۔" ابوداؤد اور موقوف طمار میں یہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقوں سے دے دیں پھر اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا اور فرمی پوچھنے نکلا۔ حدیث کے ردی محدثین ایساں بن کر رکھتے ہیں کہ تیرے اس کے ساتھ ان عباش اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے پاس گی۔ دونوں کا جواب یقیناً ایک اسرائیلی من یہاں کا مان من فضل۔ "تیرے لئے جو گناہ تھی تو نے اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا۔" زکر شری نکشان میں بیان کیا ہے کہ حضرت عیاض کے پاس جو شخص بھی ایسا آتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقوں دیدیں ہوں اسے وہ مارتے تھے اور اس کی طلاقوں کو نافذ کر دیتے تھے۔ سید بن حضور نے یہی بات صحیح مند کے ساتھ حضرت ائمہؑ کی روایت سے نقل کی ہے۔ اس معاسط میں صحابہؓ کرام کی عام راستے جسے ابن ابی شیبہ اور امام محمد بن ابراہیمؑ ختمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، یہ قسم کہ ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم کا نواستجوں ان یطلقوں ایں حدائق شمریت کا حصہ رحمۃ اللہ عنہم کا حصہ تلوٹہ حیض۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ آدمی بیوی کو صرف ایک طلاق دے دیے اور اس کو چھوڑ دے رکھے ہیاں تک سک کہ اسے تین حیض آجائیں۔" یہ ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں۔ اور امام محمدؓ کے الفاظ یہ ہیں۔ کانا نواستجوں ان لا تزیدیہ ای الطلاق علی واحدۃ حقیقت العدالت۔" اُن کو پسند ہے طریقہ خاکہ طلاق کے معلمانے میں ایک سے زیادہ نہ طبعیں ہیاں تک کہ عدت پوری ہو جائے۔" ان احادیث و آثار کی مدد سے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کا مفہوم کو فہمائے اسلام نے جو مفصل قانون مرتب کیا ہے اسے تم ذیل میں لفظ کر دیتے ہیں:-

(۱) خفیہ طلاق کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں۔ احسن، حسن اور بدعتی۔ احسن، حسن اور بدعتی۔ احسن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے چکر میں جس کے اندر اس نے جو میعادت نہ کی ہو، صرف ایک طلاق دے کر عقدت گزد جانے دے۔ حسن یہ ہے کہ ہر چکر میں ایک ایک طلاق دے۔ اس صورت میں تین ٹھوڑوں میں تین طلاقوں دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔ اگرچہ بہتر ہی ہے کہ ایک ہی طلاق دے کر عقدت گزد جانے دی جائے اور طلاق بدعت یہ ہے کہ آدمی یہیک وقت تین طلاقوں دیا ہے یا ایک ہی طلاق کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاقوں دے یا حیض کی حالت میں طلاق دے یا ایسے ٹھوڑیں جس میں وہ میاشرت کر رکھا ہو۔ ان میں سے جو فصل بھی وہ کہے گا کہ گزد کار ہو گا۔ یہ قسم حکم ایسی مذکورہ عورت کا جسے حیض آتا ہو۔ رہی غیر مذکورہ عورت تو اس سنت کے مطابق ٹھر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جا سکتی ہے اور الگ عورت ایسی مذکورہ ہو جسے حیض آتا ہو ہو گیا ہو، یا ابھی آنا شروع ہکا نہ ہو تو اسے میاشرت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ اس کے حامل ہونے کا امکان نہیں ہے اور عورت حاملہ ہو تو میاشرت کے بعد اسے بھی طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ اس کا حاملہ ہونا پہلے ہی معلوم ہے۔ لیکن ان تینوں قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک بھی طلاق دی جائے اور احسن یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے کر عقدت گزد جانے دی جائے۔ (مہاراہ، "القدر، حکام القرآن، بعض اصول عدۃ القاری)، امام الکشنؑ کے نزدیک بھی طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ مشتی، بدعتی اور بدعتی حرام۔ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ

مذکورہ عورت کو جسے حیض آتا ہو، ٹھر کی حالت میں مباشرت کئے بغیر صرف ایک طلاق دے کر عورت گزر جانے دی جائے۔ بد عی مکروہ یہ ہے کہ ایسے ٹھر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں آدمی مباشرت کرچکا ہو یا مباشرت کئے بغیر ایک ٹھر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، یا عورت کے اندر الگ الگ ٹھروں میں تین طلاقیں دی جائیں، یا ایک وقت میں طلاقیں دے ڈالی جائیں اور بد عی حرم یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دی جائے۔ (حاشیۃ الدشوقی علی الشرح الکبیر۔ الحکام الفراز لابن العسری)۔

امام احمد بن حنبلؓ کا معتبر رد ہے۔ ہے جس پر جمہور حنابلہ کااتفاق ہے۔ مذکورہ عورت جس کو حیض آتا ہواست سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ٹھر کی حالت میں مباشرت کئے بغیر اسے طلاق دی جائے۔ چھار سے ٹھر و رجاح ہے۔ یہاں تک کہ عورت گزر جائے۔ لیکن اگر اسستین مثروں میں تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی ٹھر میں تین طلاقیں دے دی جائیں یا ایک وقت میں طلاقیں دے ڈالی جائیں یا حیض کی حالت میں طلاق دی جائے یا ایسے ٹھر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت کی گئی ہو اور عورت کا حاملہ ہوتا طلاق ہر نہ ہو تو یہ سب طلاق بدعوت اور حرام ہیں۔ لیکن اگر عورت غیر مذکورہ ہو یا ایسی مذکورہ ہو جسے حیض آنابند ہو گیا ہو یا بھی حیض آنا شروع ہی نہ ہو اسے یا حاملہ ہوتا اس کے معاملے میں بذوقت کے لحاظ سے سنت و بدعوت کا کوئی فرق ہے بذقدار کے لحاظ سے۔ (الانفصال فی معرفة المراجح من الجواب علی مذہب الحسن بن حنبلؓ)

امام شافعیؓ کے نزدیک طلاق کے معاملے میں سنت اور بدعوت کا فرق صرف وقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد کے لحاظ سے۔ یعنی مذکورہ عورت جس کو حیض آتا ہو، اسے حیض کی حالت میں طلاق دینا یا جو حاملہ ہو سکتی ہو اسے ایسے ٹھر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہوتا طلاق ہر نہ ہو تو بدعوت اور حرام ہے۔ رہی طلاقوں کی تعداد تو خواہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں یا ایک ہی ٹھر میں دی جائیں یا الگ الگ ٹھروں میں دی جائیں۔ بہر حال یہ سنت کے خلاف نہیں ہے اور غیر مذکورہ عورت یا ایسی عورت جسے حیض آنابند ہو گی اسے یا ہر جس کا حاملہ ہوتا طلاق ہو چکا ہو، اس کے معاملے میں سنت اور بدعوت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ (متغیر المحتاج)

(۲) اسی طلاق کے بدعوت مکرہ حرم یا کہاہ ہونے کا مطلب اتم ارجمند ہونے کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ وہ دائم ہی نہ ہو۔ چاروں نماہیں میں طلاق، خود حیض کی حالت میں دی گئی ہو یا ایک وقت تین طلاقیں دیدی گئی ہوں یا ایسے ٹھر میں طلاق دی گئی ہو جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہوتا طلاق ہر نہ ہو یا کسی اور ایسے طریقے سے دی گئی ہو جسے کسی امام نے بدعوت قرار دیا ہے۔ بہر حال دائم واقع ہو جاتی ہے اگرچہ آدمی گناہ کار ہوتا ہے۔ لیکن بعض دوسرے محدثین نے اس مسئلے میں اللہ ارتعش سے اختلاف کیا ہے۔

سعید بن اسہیب اور الحنفی و مدرسے تابعین کہنے ہیں کہ جو شخص سنت کے خلاف حیض کی حالت میں طلاق دے۔ یا ایک وقت تین طلاق دیدیے اس کی طلاق سرسے سے دائم ہی نہیں ہوتی۔ بخاری اسے احادیث کی ہے اور اس راستے کی پسندیدہ ہے کہ ایسا کرننا چونکہ ممنوع اور بدعوت محرر ہے اس لئے یہ غیر موثق ہے حالانکہ اور حجاج احادیث کم نقل کرائے ہیں ان میں بہریان ہوا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے حرب بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضورؐ نے اخیں درجوع کا حکم دیا۔ الگریہ طلاق دائم واقع ہی نہیں ہوتی تھی تو رجوع کا حکم دینے کے کیا معنی؟ اور یہ بھی مکنتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اور اکابر صحابةؓ نے ایک سے زیادہ طلاق دینے والے کو اگرچہ گناہ کار قرار دیا ہے، مگر اس کی طلاق کو غیر موثق سرا نہیں دیا۔

طاؤں اور علیکہ مرکب و قت تین طلاقیں دی جائیں تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور اسی راستے کو امام ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے۔ اُن کی اس راستے کا مأخذ یہ روایت ہے کہ ابوالصہبہ اور ابن عباسؓ سے پوچھا گیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے عورتیں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقوں پر ایک قرار دیا جاتا تھا؟<sup>۱۰</sup> اخھوں نے جواب دیا ہوا (عکاری وسلم) اور سلم، ابو اُدا اور سدا حمد میں این عجائب کیا تو قتل کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگ ایک ایسے معاشر میں جلد بازی کرنے لگے ہیں جو میں میں اُن کے لئے سوچ بچھ کر کام کرنے کی بخشش رکھی گئی تھی۔ اب یوں نہ ہم ان کے اس نعل کو نافذ کر دیں یہ بخشش اخھوں نے اسے نافذ کر دیا۔<sup>۱۱</sup> لیکن یہ راستے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ اول قومندودہ ایات کے مطابق این عجائب کا اپنا قتوںی رس کے خلاف تھا جیسا کہ ہم اور پر نقل کر چکے ہیں۔ دوسرا یہ بات اُن احادیث کے بھی خلاف ہے جو بھی صلحے اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہؓ سے منقول ہوئی ہیں جوں میں بیک وقت تین طلاقوں دیتے والے کے متعلق یہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ اس کی تینوں طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ یہ احادیث بھی ہم نے اور پر نقل کر دی ہیں۔ تیرے خود این عجائب کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے تبعیع میں تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا اعلان فرمایا تھا لیکن نافذ کرنے والے وقت دو اس کے بعد بھی صحابہؓ میں سے کسی نے اس سے اختلاف کا اظہار کیا۔ اب کیا تمہور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ مدت کے خلاف کسی رسم کا فیصلہ کر سکتے تھے؟ اور سارے صحابہؓ اس پر مستقر ہی اختیار کر سکتے تھے؟ مزید برآں رُکانہ بن عذر نے مزید کہ فتح میں الوداد ترمذی، ابن ماجہ، امام شافعیؓ، دارالی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عمرؓ کا فتنے جب ایک ہی مجلس میں بیوی اور دادا ترمذی، دارالی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عمرؓ کا فتنے جب ایک ہی مجلس میں بیوی کو تین طلاقیں رس تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو علفت دے کر پوچھا کہ اُن کی نسبت ایک ہی طلاق دینے کی بھی رعنی باقی دو طلاق دینے کے لئے جو کہ اس کی نسبت ایک طلاق دینے کی بھی اور باقی دو طلاق دینے کی بھی مقصود نہ تھا، اور جب اخھوں نے یہ ملکیہ سیان دیا تو اپنے اُن کو تو عن کا حق دے دیا۔ اس سے اس معاشر کی اصل حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ ابتدائی دو میں کس قسم کی طلاقوں کو ایک کے حکم میں رکھا جاتا تھا۔ اسی بنا پر شارحین حدیث نے این عجائبؓ کی روایت کا پر طلب لیا ہے کہ ابتدائی دو میں جو نکلے لوگوں کے اندر دینی و مدنی مالوں میں خاتم قریب مفہوم بھی اسکے تین طلاقوں دینے والے کے اس بیان کو سلم کر لیا جاتا تھا کہ اس کی جمل نسبت ایک طلاق درجے کی بھی اور باقی دو طلاقوں دینے کی بھی مخصوص نہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ لوگ پر بارہ بازی کر کے تین تین طلاقوں دے دیا تھے ہیں اور پھر تاکید کا بہانہ کرتے ہیں تو اخھوں نے اس بہانے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔<sup>۱۲</sup> اس اُنہیؓ اور امام شیخیؓ نے اسے این عجائب دادی روایت کی بھتران تاویل نہیں دیتے اور دیا ہے۔ آخری بات ہے۔ شیخ خود ابوالصہبہ ایم ابن روایات نے اضطراب پایا جاتا ہے جو این عجائب کے قول کے بارے میں اُن سے سردی ہیں۔ مسلم اور ابو جواد اور زمان نے اعلیٰ ابوالصہبہ سے ایک دوسری روایت پر نقل کی ہے کہ اُن کے دریافت کرنے پر این عجائب نہ فرمایا۔ ایک شخص جب خلوت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے عورت اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دو میں اس کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ اس طرح ایک ہی روایت نے اسی خلافی پر مضمون روکی برداشتیں نقل کی ہیں اور یہ اختلاف دونوں روایتوں کو کمزور کر دیتا ہے۔

دو، حمض کی حالت میں طلاق دینے والے کو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فرمائے کام نہ دیو، امام احمد، امام اوزاعیؓ اسی ایسی میں درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ یہ حکم میں معنی میں ہے۔ امام البیہقیؓ امام شافعیؓ، امام احمد، امام اوزاعیؓ اسی ایسی

امحاق بین را ہموئیہ اور ابو قریب سمجھتے ہیں کہ ایسے شخص کو رجوع کا حکم تو دیا جائے کامگیر رجوع پر مجبور نہ کیا جائے کہا (عمدة الفارعی)۔ بلکہ یہ میں خفیہ کا نہ ہبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں رجوع کرنا صرف مستحب بلکہ واجب ہے۔ مخفی المحتاج میں شافعیہ کا حکم یہ ہے کہ جو رجوع کرے اور اس کے بعد وادیٰ میں طلاق دی ہو اور تین طلاقیں نہ دے طالقیں کے بعد جب دوسری مرتبہ عورت حبیض سے فارغ ہو تو طلاق دینا چاہے ہے تو دے سماں کو خفیہ میں دی ہوئی طلاق سے رجوع حبیض کو کھل کر طور پر نہ ہو۔ الانصاف میں خانبلہ کا حکم یہ ہے کہ اس حالت میں طلاق دینے والے کے لئے رجوع کرنا مستحب ہے۔ لیکن امام الakkہ انور ان کے اصحاب سمجھتے ہیں کہ حبیض کی حالت میں طلاق دینا چاہے ہے جنم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ عورت وادیٰ مطابق کرے یا نہ کرے یہ حال حاکم کا یہ ذریض ہے کہ جب کسی شخص کا نیوال اس کے علم میں آئے تو وہ اسے رجوع پر مجبور کرے اور عذر تک اُس پر دباؤ دتا تو اسے۔ اگر وہ انکار کرے تو استیضد کر دے۔ پھر بھی انکار کرے تو اسے اسے اس پر بھی نہ مانتے تو حاکم خود فیصلہ کرو کے کہ "میں نے تیری بیدی تھی پر داپس کر دی۔" اور حاکم کا فیصلہ رجوع میں کا جس کے بعد وادیٰ کے لئے اس عورت میں باشرت کرنا حاصل نہ ہے اور خوب اس کی نیست ہے جو یاد ہو، کیونکہ حاکم کی نیست اس کی نیت کی قائم مقام ہے (حاشیۃ اللہ سوقی)۔ بالکل یہ بھی سمجھتے ہیں کہ حبیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا ہو وہ اگر طلاق ہی دینا چاہے تو اس کے لئے مستحب طریقہ یہ ہے کہ جب حبیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے بعد وادیٰ میں اسے طلاق نہ دے بلکہ جب دوبارہ حبیض آئے کے بعد وہ طاہر ہو اس وقت طلاق دے۔ طلاق سے تحصل وادیٰ میں طلاق نہ دینے کا حکم وادیٰ اس نئے دیا گیا ہے کہ حبیض کی حالت میں طلاق دینے والے کا رجوع صرف زبانی کلامی دھون بلکہ اُسے طهر کے زمانے میں عورت سے باشرت کرنی چاہئے۔ پھر جس طور میں باشرت کی جا چکی ہو اس میں طلاق دینا چوکہ کو خوچ ہے، ہند اطلاق دینے کا صحیح وقت اس کے بعد الاحمد ہے۔ (حاشیۃ اللہ سوقی)

(۲۷) رجعی طلاق دینے والے کے لئے رجوع کا منوع کس وقت نہ کیجئے؟ اس میں بھی نظروار کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے اور یہ اختلاف اس سوال پر پیدا ہوا ہے کہ سورۃ القروہ کی آیت ۲۲۸ میں ثالثۃ قمودع سے مراد تین حبیض ہیں یا تین ٹھہر؟ امام شافعی اور امام بالکت نے تزوییک قرعے مرا ٹھہر ہے اور یہ راستے حضرت عائشہؓ این عمر اور زید بن ثابت مفتی لہ علیہم سے منقول ہے۔ خفیہ کا نہ ہبب یہ ہے کہ قرعے مرا ٹھہر ہے اور امام احمد بن حبیل کا معتبر ہدیہ بھی یہی ہے۔ یہ راستے چاروں خلافاء راشدین، عبد اللہ بن عووہ، عبد اللہ بن عباسؓ ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابو الدرداء، عیادہ بن صابرہت اور ابو سوسلی اشہدی و محنی اللہ عزیم سے منقول ہے۔ امام محمد بن حنفیہ میں شیعی کا قول نقیل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۰ اصحاباً میوں سے ملے ہیں اور ان میں کب کی راستے یہی تھی اور یہی راستے بکثرت تابعین نے بھی محقق کی۔

اس اختلاف کی ساری روشنائی اور بالکلیہ کے تزوییک تصور کے حبیض میں داخل ہوتے ہیں اور عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے اور مرد کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے اور اگر طلاق حبیض کی حالت میں دی کمی ہو تو اس حبیض کا شمار قدرت میں نہ ہوگا۔ بلکہ چوتھے حبیض میں داخل ہونے پر عورت ختم ہو کر (مخفی المحتاج)۔ حاشیۃ اللہ سوقی، خفیہ کا نہ ہبب یہ ہے کہ الکتبیہ حبیض میں دس دن گذرنے پر خون بند ہو تو عورت کی عدت ختم ہو جاتے گی خواہ عورت غسل کرے یا نہ کرے اور اگر دس دن سے کم میں خون بند ہو جائے تو عدت اُس وقت تک ختم ہو جب تک عورت غسل نہ کرے یا ایک نازار کا پورا وقت نگذر جائے۔ یا نیز ہونے کی صورت میں امام ابو الحنفیہ اور امام ابو یوسفؓ کے تزوییک جب عورت شتم کرے کہ نازار کا پورا وقت اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہو گا اور امام محمدؓ کے تزوییک کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے کہا ہے (ایام حضور کا انعام)۔

میزہب جس پر جہوڑ خانابلہ کااتفاق ہے ایسے ہے کہ جب تک عورت تیرست جیس سے فارغ ہو کر غسل نہ کرے مرت کا حق رجوع  
بانی رہے گا (الا صفات)

(۵) رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مشکلے میں فقہاء کے درمیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس شخص نے  
اپنی بیوی کو جعلی طلاق دی ہو تو عدالت ختم ہونے سے پہلے جب چاہے رجوع کر سکتا ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو، بلکہ  
قرآن مجید (سورہ بقرہ آیت ۲۲۸) میں فرمایا گیا ہے۔ وَ لَمْ يُؤْتُ الْجَنِّيَّ أَخْنَى بِرَوْءِهِ هُنَّ فِي ذَالِكَ "اُن کے شوہر اس بیت  
کے اندر آتھیں والپس لے لیتے کے پوری طرح حتیٰ دار ہیں" اس سے خود بخود یہ توجیہ نکلتا ہے کہ عدالت گزرنے سے پہلے بک اُنکی  
رجویت برقرار رہتی ہے اور وہ اپنی طبعی طور پر جھوٹ دینے سے پہلے والپس سے سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید یا لکاح  
نہیں ہے کہ اس کے لئے عورت کی برصاص خود دی ہو۔ اس حد تک اتفاق کے بعد آتھی رجوع کے طریقے میں فقہاء کی راستے  
مختلف ہو گئی ہے۔

شافعی کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہو سکتا ہے عمل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر اُدھی زبان سے یہ کہہ کر میں نے  
رجوع کیا تو میاشرت یا اختلاط کا کوئی فعل خواہ رجوع کی نہیں ہے کیا کیا ہو، رجوع قرار نہیں دیا جاتے گا بلکہ اس صورت  
میں عورت سے ہر ستم کا استماع حرم ہے چاہے وہ بلا شہود ہو یا ہو، بلکہ مطلقو رجوع سے میاشرت کرنے پر حد نہیں ہے۔  
کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ البته جو اس کے حرم ہونے کا تقدیر دکھتا ہو اسے تعزیر دی جائے گی۔  
مزید برائی شافعی مسلم کی برداشت مطلقاً رجوع کے ساتھ میاشرت کرنے پر بہر حال بہر مثل لازم آتا ہے خواہ اس کے بعد  
اُدھی رجوع بالقول کرے یا نہ کرے (معنی المحتاج)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل دونوں سے ہو سکتا ہے اگر رجوع بالقول میں اُدھی صرف الفاظ استعمال کرے تو خواہ  
اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، رجوع ہر جائے بلکہ اگر وہ نہ اس کے طور پر بھی رجوع کے صرف الفاظ کہہے تو وہ رجوع  
قرار پائیں گے۔ بلکہ اگر الفاظ صریح نہ ہوں تو وہ صرف اُس صورت میں رجوع قرار دیئے جائیں گے جب کہ وہ رجوع کی  
نیت سے کہے گئے ہوں۔ رہار جوں بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط ہو یا میاشرت اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا  
جاسکتا جب تک کروہ رجوع کی نیت سے کہا گیا ہو۔ (حاشیۃ الدُّوْمَۃِ عَلَیِ الْقُرْآنِ الْأَعْرَبِ)

خیفر اور حنبل کا مسلم رجوع بالقول کے معاملے میں دہی ہے جو مالکیہ کا ہے۔ رہار جوں بالفعل تو مالکیہ کے بر عکس  
ان دونوں مذاہب کا فتویٰ ہے کہ شوہر اگر خلافت کے اندر طلاق رجوع سے میاشرت کرے تو وہ آئی جو ہے، خواہ  
رجوع کی نیت ہو یا نہ ہو۔ البته دونوں کے مسلم میں فرق یہ ہے کہ خیفر کے نزدیک اختلاط کا ہر فعل دفعہ دفعہ ہے خواہ وہ میاشرت  
کے کم کی درجے کا ہو اور خابہ بعض اختلاط کو رجوع نہیں مانتے (بہایہ، فتح القدر، عدۃ القواری، الاصفات)۔

(۶) طلاق نیت اور طلاق بادعت کے نتائج کا فرق یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاق دینے کی صورت میں اگر عدالت  
گزد بھی جائے تو مطلقاً عورت اور اس کے سابق شوہر کے درمیان باہمی رضا مندی سے پھر تکاح ہو سکتا ہے۔ بلکہ اگر  
اُدھی تین طلاق دسے چکا ہو تو نہیں بادعت کے اندر رجوع مکن ہے اور نہ عدالت گزد جانے کے بعد دوبارہ تکاح کیا جاسکتا ہے  
الای کہ اُس عورت کا تکاح کی اور شخص سے ہو وہ تکاح صحیح نوجیت کا ہو، دوسرا شوہر اس عورت سے میاشرت بھی کر سکا  
ہو، پھر یا تو وہ اسے طلاق دیے یا مر جائے۔ اس کے بعد اگر عورت اور اس کا سابق شوہر باہمی رضا مندی کے ساتھ  
از سر زدن تکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ احادیث کی اکثر کتابوں میں صحیح مناسعے ماتھیہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے پڑھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق تباہی دیں تو اس عورت سے دوسرے شخص سے تکاح کر لیا اور اس

دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی خلوت بھی ہوئی مگر ماشرت نہیں ہوئی پھر اس نے اسے طلاق دیدی۔ اب کیا اس محنت کا اپنے سابق شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟ حضور نے جواب دیا۔ لاد، حتیٰ یہ ذوق الآخر من طیله تھا ماذا ف الا قول "نہیں" جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے اسی طرح لطف اندر فروخت ہو چکا ہو جس طرح پہلا شوہر سے ہوا تھا۔ رہا رازشی نکاح جسیں پہلے سے یہ طبقہ شدہ میوکر عورت کو سابق شوہر کے لئے حلال کرنے کی خاطر ایک آدمی اس سے نکاح کرنے کا اور ماشرت کرنے کے بعد اس طلاق دے گا تو امام ابو یوسفؓ کے نزدیک یہ نکاح نامد ہے اور امام ابو حنیفؓ کے نزدیک اس سے علیل تو پھر جائے گی مگر غیل کروہ تھوڑی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی اقہ المحتل ول نمحمل له۔ "اللہ نے تحمل کرنے والے اور تحمل کرنے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے" (ترمذی نسائی) حضرت عقبہ بن معاشر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا الہ اخیر کم بالتیس المستعارہؓ کیس میں تھیں یہ شہزادوں کو کرائے کا ساند کوں ہوتا ہے؟ "صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ہوا المحتل، یعنی انت المحتل وال محلل له۔" وہ تحمل کرنے والے ہے۔ خدا کی لعنت ہے تحمل کرنے والے پر بھی اہد اس شخص پر بھی جس کے لئے تحمل کی جائے۔" (ابن ماجہ۔ دارقطنی)۔ (دباری)

## خاص نمبر

بھی ستمبر ۷۹ء میں تھی کا جو خاص نمبر شائع ہوا اس کی غیر معمولی افادیت اور اہمیت تمام سجادہ حلقوں میں تسلیم کی گئی۔ ابتدائی ایڈیشن باقیون باقی تھم ہرگیا اور مزید فرمائشوں کی تعلیم کے لئے اگلے ایڈیشن کا اہتمام کرنا پڑا۔ احمد محدث اس وقت ہمارے اسٹاک میں زصرف اس نمبر کی کچھ کاپیاں موجود ہیں بلکہ اس سے اگلے شماروں کو بھی حفظ کر کھایا ہے تاکہ نئے شاپیں اگر اس نمبر ہی سے خریداری کا آغاز کرنا چاہیں تو انہیں اگلے پڑھے بھی تسلیم کے ساتھ مل سکیں اور ان کے فاکل میں خلائق رہتے ہیں۔ گیارہ روپے بھیج کر (ان میں ایک دوپہر یہ ریاستی خرچ کا ہے) سالانہ خریدا اس پتے والوں کو اب بھی یہ نمبر بغیر کسی شرائی قیمت کے مل سکے گا۔

لیکن حضرات صرف یہی نمبر خریدنا چاہیں، سالانہ خریدار بہنان کے پیش نظر نہ ہو، وہ پانچ روپے بھیج کر طلب کر سکتے ہیں یا بذریعہ دی یا طلب کر سکتے ہیں۔ ہر اس شخص کے لئے جس نے اس کا مطالعہ نہیں کیا ہے یہ نمبر خاص کی چیز ہے۔ خصم اول کش اور علی وادی شہ پاروں سے بلا مال۔

مکتبہ نسبت جملی۔ (لیوبنڈ (بی۔پی))



## تصانیف مولانا حامد علی صاحب

- ۸۸۔ انجیل اور تبلیغ
- ۸۵۔ اسلام کا فتویٰ توہجد
- ۲۱۔ جنت۔ علم و عمل کی روشنی میں
- ۱۷۔ دید اور اس کی قدامت
- ۱۵۔ احادیث رسول اللہ ایمان باللہ
- ۱۵۔ " " عہد رسالت محمدی
- ۱۵۔ " " عہد قرآن مجید
- ۱۵۔ " " عہد قیامت
- ۱۴۔ تقدیر اندراج
- ۱۵۔ توحیک کے اثرات انسانی زندگی پر
- ۱۵۔ توحیک علیٰ تقاضہ
- ۱۵۔ قویت کے جواہر پرستے
- ۱۶۔ اسرائیل اور اس کا فتنہ
- ۱۶۔ خدا پر حق مخدومین کی نظر میں
- ۱۵۔ خدا کا انکار کیوں ہے
- ۱۵۔ خدا ہے! ۹
- ۱۵۔ سکھ ملت اور احمد
- ۱۵۔ شرک کے اثرات انسانی زندگی پر
- ۱۵۔ شرک غلطیم ترین گمراہی
- ۱۵۔ فاظ ایمبوں کا ازالہ
- ۱۵۔ احادیث رسول اللہ کی عدالت
- ۱۵۔ کیا خدا اکی ضرورت نہیں؟
- ۱۵۔ گوشۂ خوری
- ۱۵۔ نماہب، اور غلیق کائنات
- ۱۵۔ مخدومین کے شہادت
- ۱۴۔ ہمارا دنیا عالم منصوبہ

## مولانا مودودی سے ملنے

مولانا مودودی کی شخصیت ان کے علم و فضل اُنکی دعوت ان سمعن، ان کی پوری زندگی کے احوال و کوائف پیر اسد گیلانی کی ایک مشہور کتاب۔ دنیا بھر کے علماء اہل علم اور ارباب فلم کی آراء۔ قیمت — چھ روپے ۵۰ پیسے۔

## مولانا مودودی اور تصورات

کجا جائے کہ مولانا مودودی تصورات کے دشمن ہیں۔ اس الزام کی پورت کردہ حقیقت خود مولانا کی اپنی بحثوں کے آئینے میں ملاحظہ فرمائیجے۔ یہ کتاب آپ کو بتائے گئی تھی مولانا اس تصور کے دشمن اور کس کے حاجی ہیں۔ قیمت مجلہ — ڈر روپے۔

## ارکان اربعہ

مولانا ابو الحسن علی ندوی کی ایک خاص اخلاقی پیشکش۔ جس میں اسلام کے حاربیناہی ارکن نہاد، رکوہ روزہ اور حج کی حکمتوں سے سمجھتی ہے۔ روح ایسا زیر ایمان اندر نہ۔ یہ کتاب عربی میں بھی تین چار بار تچسیکر ہوئی عام حال کیجی ہے۔ یہ اردو ایڈیشن پاکستانی و لکھائی پھیساخت ہے۔ خدمت ہے۔ قیمت مجلہ — ۱۰ روپے۔

## ہندوستانی مسلمان

مولانا ابو الحسن علی ندوی نے اس کتاب میں ملاؤں کے علمی درشی اور سیاسی کارناموں کے علاوہ ان کے اس کردہ کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جو ہندوستان کے تمذیب و تحریک کی تشكیل اور ملک کی تعمیر و ترقی میں کار خر اہم۔ علاوہ ازیں ان کے موجودہ سائل و مشکلات پر بھروسہ نظر لگتی گفتگو فرمائی ہے۔ قیمت — مجلہ چار روپے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

## تفہیم الحدیث

ہی بول اچھا، حضور امیں بیہان ہوں۔ آپ نے فرمایا، یہ کھجوریں لو اور اخھیں صحتے میں دیدروں اس نے عرض کیا، کیا میں اخھیں کسی ایسے شخص کو دوں جو مجھ سے فقیر تر ہے جو با رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کی قسم ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی محنت و غربی نہ ہوگا۔

یہ سُن کر حضور راست ہنسنے کا آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا، اچھا اخھیں اپنے گھروں اون کو کھلا دو۔

مولانا حبیب یہ حدیث بیان فرمائے تھے تو مجھ پر ایک عجیب کھنڈ طاری ہو گئی کہی اخھیں منکر نہیں اور ایک صاحب تو فیر جو لیٹھو پر دست لگے۔

اس حدیث سے کئی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بات معلوم ہوئی کہ بالقصد رذہ توڑنے کا

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: "ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلسہ میں پہنچ ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آگر کہا، یا رسول اللہ میں توہاں ہو گیا! حضور نے پوچھا کیا ہوا گہم اس نے عرض کیا میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گی حضور جسے فرمایا کہ تم ایک غسل از لوز کر سکتے ہو؟ عرض کیا نہیں۔ چھوڑ دیا کیا تم دو ماہ کے متواتر روزے رکھ سکو گے؟ اس نے عرض کیا مسیکے لیں سے یہ بھی باہر ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا سانحہ مساکن کو کھانا لکھا سکو گے؟ اس نے جواب دیا حضور یہ بھی مسکن نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اچھا پہنچھا اُبھی ہم اس حالت میں تھے کہ آپ کو ایک لوگا میش کیا گی جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے فرمایا اسے شخص کہا ہے جس نے مسکن پوچھا تھا وہ خود

دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ جسے اجازت دی تھی  
وہ تھا سن رسیدہ آدمی اور جسے منع فرمایا گیا  
تھا وہ تھا جوان ہے۔

عربی میں لفظ "میاشرٹ" کے کمی مفہوم ہیں۔ اردو میں  
میاشرٹ صرف جنسی ہلکے لئے بولا جاتا ہے مثرا خاہی  
جسم کو کپٹن ہیں اور میاشرٹ کے معنی ہیں بھن اخلاق یعنی  
ایک ساختہ لیٹستنا یا جسم سے جسم ملاتا۔ پہلے جسم آدمی نے پوچھا  
کہیں میں روزے کی حالت میں اختلاط کر سکتا ہوں۔ تو جو کوہہ  
پوچھا تھا اس نے حضورؐ نے اسے اجازت دیدی۔ ھپسہ  
دو سکر آدمی نے بھی بات دریافت کی تو حضورؐ نے منع فرمادیا  
اس نے کہ وہ جوان تھا۔ جوان آدمی ہند بات پر کنڑوں نہیں  
کر سکتا اور اس بات کا خطرہ لاحق رہتا ہے کہ وہ آخری  
ریاست کا نامہ اٹھاتے ہوئے کہیں شریعت کی حد ہی کو نہ  
توڑے۔ اس نے حضورؐ نے اسے اجازت نہیں دی۔ بھی  
بات حضرت عائشہؓ کی روایت میں آچکی ہے کہی صحنِ اسرار  
علیٰ ہم سے زیادہ اپنے چند بات پر قابلیت دے تھے۔

جو لوگ اردو کی مدرسے عربی سنیکتی ہیں وہ اس قم  
کی روایات پر اعتراضات جڑتے ہیں۔ حالانکہ اعتراض  
خود ان کے علم پر دار ہوتا ہے۔

"حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضورؐ نے  
فرمایا کہ جس کوئے آجائے اس حالت میں کہ وہ  
روزے سے ہو تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے  
لیکن اگر وہ قصد اُنکے کمرے تو پھر اس پر قضا  
ہے۔"

اس روایت سے مسلسل معلوم ہوا کہ خود کو حدت آجائی  
سے روزہ نہیں تو ہے گا، یعنی اس کے متعلق بھی وہی حکم ہے جو  
بھرپے سے کھاپی لئے کا۔ ہاں اگر کسی ضرورت کے تحت  
تھے کی جائے تو قضا لازم آئے گی کفارہ نہیں۔

"حضرت عامر بن ربيعؓ کہتے ہیں کہ میں نے

کفارہ غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ عکن نہ ہو تو اس کی دوسری  
شكل یہ ہے کہ دو چینیے کے مسلسل دوزے رکھے اگر اس پر بھی  
قدرت نہ ہو تو تیسری صورت یہ ہے کہ ساکھ مسکینوں کو دو ڈول  
دق کھانا کھلائے۔ اور یہ کھانا ایسا ہو جیسا خود کھاتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ مقدرات  
شخص پر شدید کفارہ آجائے تو اس کی مدد بہت المال سے  
بھی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ زکوہ کا مال آجائے پر حضورؐ  
نے اس شخص کی مدد فرمائی۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کفارہ صرف میاشرٹ  
کی صورت میں واحد ہوتا ہے یا پچھلے کھانی یعنی پر بھی؟ پچھلے  
اس بات کے قائل ہیں کہ کفارہ صرف پہلی صورت ہی میں  
واحیب ہوتا ہے جبکہ دوسرے روزہ تو ٹھنڈے کی پر بھل میں لے  
واحیب بھجتے ہیں۔ حنفی محدثوں کو مسلم کے قائل ہیں۔

اسی حدیث کے سلسلے میں ایک اور بات بھی سامنے  
آتی ہے جو یہ کہ حضورؐ نے سائل کی تفصیل کے پیش نظر اسے  
یہ صدقہ خود کھانی کی اجازت فرمادی۔

کیا صدقے کی پچھوڑت صرف اسی شخص کے لئے مخصوص  
ہی یا یہ رعایت دوسروں کو بھی دی جاسکتی ہے۔ بعض  
فقہاء کا خیال ہے کہ کسی معاملے میں اس اور اس کے رسولؐ  
نے وصیت فرمائی ہو اس کو حجہ دو دیں کرنا چاہیے۔ آئیکے ہر  
فعل سے شریعت کے حد و معلوم ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص سے  
کسی ایسی فعلی کا ارتکاب ہو گیا ہو تو اس کی اعتماد بیشمال  
سے کرنا جائز ہے۔ اس کی شکل یہ ہے کہ اسے مال کا مالک  
بنادیا جائے۔ اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ وہ جس کو شخص  
جانے دیو۔

"حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا روزہ دار  
کے لئے میاشرٹ جائے ہے؟ حضورؐ نے اسے  
اجازت دیدی اور اس نے بھی ہی  
بات پوچھی حضورؐ نے اسے منع فرمادی۔ جب

## تاریخ دعوت و عزیمت

مولانا علی میان ندوی کی وہ تالیف ہے تاریخ دعوت کے اسلام میں بہت پسند کیا گیا۔ یہ ہمارے ان اصلاحات کے کارناموں سے روشناس کرتی ہے جو اپنے اپنے انداز میں دین کی خدمت کا خوب خوب حق ادا کر رکھتے ہیں۔  
حمدہ اول مجلد — دس روپے  
حمدہ سوم — چھ روپے  
دھمہ دوسرہ صرفیت ہے۔ لیکن ہر دھمہ کو  
انی جملہ کسل اور فرمسلس ہے اسلئے ہر حصہ مستقل ہاں  
قائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

## طوفان سے ساحل تک

سالانہ بیویوں میں اور میودودہ چھ اسال کی شہرت یافتہ کتاب جس میں انہوں نے بڑی تفصیل سے اپنے اسلام کی داستان لکھی ہے۔ آدمی بے حد ذہن اور صاحب علم ہیں اس نے داستان کے ذیل میں بے شمار علمی معاشرتی اور اخلاقی مسائل پر نہایت دل شیں اور ایمان افسروز گفتگو کرتے ہیں۔ قیمت مجلد — پانچ روپے۔

## سوائیخ مولانا عبد القادر رائے پوری

مولانا ابو الحسن علی ندوی کے قلم گورنر قم سے ایک جلیل الفضل شیخ کی روح پر در سوائیخ — مجلد — چھ روپے۔

## فضائل صد رقات (مکمل)

شیخ الحدیث مولانا محمد ذکری را صاحب حب کی مشہور تالیف جو دین و اخلاق کی بہترین نصائح سے بربراز ہے۔ دس روپے اور ایمان افسروز — چھائی روپیں علی — قیمت مجلد چھ روپیں یا پلاٹک — ساٹھ صفات روپے۔

حضرتو ہر روزے کی حالت میں اتنی بارہ سو اک کرتے دیکھا ہے کہ میں اس کا شاذ نہیں کر سکت۔ یعنی روزے کی حالت میں سو اک تک جا سکتی ہے۔

»حضرت السنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور ہم کی خدمت میں آیا اور ارض کیا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے کیا میں سرمہ لگالوں، حضور ہم نے فرمایا، ہاں لگالو؟“

یہ روایت ضعیف ہے۔ تاہم اس سے اتنی بات کی گنجائش تملکتی ہے کہ روزے کی حالت میں سرمہ لگایا جا سکتا ہے بلکن کوئی سیال دو آنکھوں میں ہیں ڈالی جا سکتی کہیونکہ تازہ طی تحقیقات کی رو سے آنکھ اور علق کے درمیان کوئی پروردہ حاصل ہیں ہے۔ کوئی رنگیں دو آنکھ میں ڈال کر دیکھنے اس کا رنگ فوراً حلق میں اتر آئے گا۔ بخلاف اس کے کافی احران کے درمیان پروردہ حاصل ہے، اور کافی میں ڈالی ہوئی دوا علق میں نہیں اتر سکتی اس لئے کافی میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹت ایسکے طبق ہے فہمی نہیں ہے۔

»رسول اللہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ائمہ علی ائمہ علی وسلم کو عرج کے معتم پر دیکھا کہ آپ روزہ کی حالت میں سر پر پان ڈال رہے ہیں، گرمی کی وجہ سے بیبا اس کی شدث کی وجہ سے؟“

اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح روزے میں کوئی غریب واقع نہیں ہوتی۔ تو اہ آپ ساروں پانی کے ٹس میں شیخے رہنے آپ کے روزے میں کوئی خالی واقع نہیں ہوگی۔ اگرچہ اس طرح سا مات کے ذریعہ سبمیں پانی جذب ہوگا اور آپ کی تشکیل میں کمی ہو جائے گی لیکن روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

## مکتبہ تخلیٰ — (لیونڈ روپی)

عربی و اردو اور عربی سیکھنے والوں کے لئے ایک لاجوں بفت

## القاموس الجدید

### جدید اضفافہ شدہ ایڈشن

دارالعلوم دیوبن کے اسٹاڈ ادب مولانا حیدر احمد  
کیرانی کی وہ تفہیم اور فیض لغت جو اپنا جواب آپ ہے۔  
عربی سے اردو: - دش روپے (جلد پاٹشک کرن)  
اردو سے عربی: - بارہ روپے (جلد پاٹشک کرن)

### مسلم پرنسپل لاء اسلام کا عامائی نظام

تفہیم تاریخ کی روشنی میں اسلام کے عامائی نظام کا جائز  
اور اس کے ساتھ ہی اسلام اور دوسرے مذاہب کی عورتوں  
میں تعلق تقلیمات پر تقابلی تبصرہ۔ از جاہ سس تبریزی  
قیمت مجلہ ۔ پانچ روپے

### آپ حج کیسے کریں؟

مولانا منظور غماٹی کی معسروت کتاب  
قیمت مجلہ ۔ دو روپے۔

### ستو طریقے آدمی

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب تاسیخ کے سٹو  
ٹریے آدمیوں کا تفصیلی تعارف کرتی ہے۔ دچپ اور  
معلومات سے پُر۔ قیمت ۔ تین روپے ۵ پیسے۔

### اصلاح الرسم

مسلمانوں میں جو خصوصیں رسمیں رواج پائی ہیں ان کی  
تردید و نادامت میں مولانا اشرف علی حکی منشہوں کتاب  
قیمت ۔ ایک روپے ۵ پیسے۔

## شریعت و تصوف

مولانا اشرف علی حکی منشہ شاہزادہ اللہ کی روح پر  
تائیف جو ظاہری و معنوی خوبیوں سے آر است ہے۔  
قیمت مجلہ ۔ چار روپے

### مناجات مقبول ذکری

مولانا اشرف علی حکی مقبول عالم اور مفید ترین کتاب  
پرانے اور نئے اضافوں کے ساتھ ۔ چار روپے۔

### ارکان اسلام

اسلامی عقائد و راست کے مسائل و محسن عالم فہم  
زبان میں۔ قیمت ۔ ایک روپے ۵۰ پیسے۔

### الیصال ثواب

الیصال ثواب کا وہ صحیح طریقہ جو بدعتوں سے پاکی  
قیمت ۔ ایک روپے

### تصوف کی حقیقت اور اس کا فلسفہ تاسیخ

حضرت شاہ ولی اللہ کی مشہور تصنیف "ہمایات"  
کا اردو ترجمہ۔ قیمت مجلہ ۔ چار روپے۔

### رہنمائی قرآن

مودودی نام سے ظاہر ہے۔ پڑھئے اور فائدہ  
اطھریئے۔ قیمت ۔ ایک روپے۔

### مون کی زندگی قرآن کی روشنی میں

مصنف کا نام ہے مولانا ابوالدین علی مودودی۔  
کیا پھر اس کے بعد بھی کسی تفصیل کی ضرورت ہے۔ وہی  
مکمل تسبیہ تجلی۔ (دیوبند دیوبنی)

# تجھی کی ڈاک

چوری پر فیسر یہ کہتے ہیں کہ طلب جنت میں عبادت کرنا اسلام اور قرآن نہیں ہے وہ الٹی بات کہتے ہیں۔ قرآن کو دیکھ دالئے جنت کی ترغیب اور حجت کی نذر یہ سے معمور ہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی نظرت بنائی ہی اس لمحے پر ہے کہ وہ بدلتے اور اجر کی غرض سے باہم پر چلاتا ہے اب جو لوگ اس نظرت کو نظر انداز کر کے یہ شاعری تحریت ہیں کہ عبادت کا مقصد اُخراجی یعنیوں کی طلب اور عذاب سے بچنا نہیں ہونا چاہیے، وہ صرف تحملانی کھیل کھیلنے ہیں حقائق یا اسلام اور قرآن سے اس کا بھکر نعلق نہیں۔

مرہا "لایج" کا اعتراض — تو یہ لفظ کا بے عمل استعمال ہے۔ لایج ہمارے اُردو مخادرے میں ذمہ اور تقبیح کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ بدلتے کی جس طلب پر خود قرآن نزدیک رہا ہے اسے ذموم اور تسبیح و توارد دینا کمی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ دیکھ کو خدا ہی ہو کہ ہم "لایج" کا لفظ بول کر رہی ہیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ "لایج" ہر جل میں پڑا نہیں۔ مثلاً یوں سمجھیے کہ مردوں کی مبارشرت زنا کھلانی ہے اگر بغیر قواعد شرعاً ہے ہو۔ اسے بدترین بکاہ قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن یہی مبارشرت جب میاں بیوی کوں تو یعنی مطلوب ہے تک ذموم۔ اسی طرح کسی کی جان لیسا سخت معصیت ہے لیکن جب عدالت شرعاً لیا جائے۔

## اطاعت اور غرض

### سوال ۱:-

کشیر کے ایک شہر میں حضرت نور الدینؒ نے ایک مسجد فریا یا کہ "اے بار خدا! اسی طرف کوئی بے غرض ہمیں نہ کسی کو اشتیٰ دعوت قلب حاصل نہیں۔ ہم جنت کے لایج اور دوزخ کے خوب سے آپ کی عبادت کرتے ہیں۔" یہاں کے ایک عربی پروفیسر صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ اسلام اور قرآن نہیں ہے۔ ہم خدا کی عبادت اگر اسلئے کرتے ہیں کہ یہی جنت نصیب ہے اور ہم کو اللہ تعالیٰ وعدہ دیتا ہے کہ میک ہنور تھمارے لئے جنت ہے تو گویا ایک طرح کا لایج ہے۔ دلی اللہ کے دعوے کے رویں حضرت علیؓ کی وہ بات ہے جس میں دہ فرماتے ہیں۔"

"ہمیں اس خیال سے عبادت نہیں کرنی چاہئے کہ جنت مل جائے بلکہ ہمارا مقصود اطاعت ہونا چاہئے۔"

### جواب:-

ابھی تکھلے شمارے میں "تجھی کی ڈاک" کے تحت اس مسئلے پر گفتگو آچکی ہے۔ سوال وجواب نہ کہ مل اخلاق نہ رہا لیا جائے۔

غرض پرستی، نفع طلبی، حرص جو چاہئے کہ لیں۔ مگر الفاظ کی اس جارحیت سے اس میں کوئی فرق واقع نہ ہو گا کہ کار و بار میں نفع کی طلب اور اجر کی آزو و عین مقصود ہے۔ تجارت کوئی پاکی ہی نہ کرے جما اگر منفعت حاصل کرنا اس کے پیش نظر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اطاعت آخر کیوں کی جائے انگریز کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔ فائدہ انسانی جلت کا اصل حکم اور بیانی داعیہ ہے۔ بے فائدہ کاموں کو خود اسلام "عبدت" کا نام دے کر نہیں فرازد تھے۔ جو حضرات جنت کی طلب خود کے شوق اور کوشش کی آزاد سے شرعاً ہے پس وہ ذرا خود تو اپنے افعال و اعمال کا جائزہ نہ کر دیجیں کہ وہ کوشاہام "لائق" اور "غرض" کے بینکر کرنے ہیں۔ سائنس کی بات ہے کہ انسان کی ہر حرکت و جنبش کے پیچے کسی ناگزیر لذت منفعت اور غرض کا جلوہ موجود ہے۔ لا اعلیٰ اور بے معنی حرکتیں تو صرف بالکل کا حصہ ہیں۔ عقل جس کے کائنات میں ہے وہ قدرت اور الازماً صرف ایسے ہی کام کرے گا جو اس کی نگاہ میں نفع اور ہوں اور جن کے ذریعہ وہ ممکنہ خطر و اور تکلیفوں سے بچ سکے۔ مجرد "اطاعت" کا درس ایک شاعر انہ آئیڈیل تو ہو سکتا ہے مگر دنیاشاعری سے نہیں جلتی اور آخرت بھر دنیا شاعری کا لوما نہیں مانتی اے۔ سوال یہ ہے "اطاعت" کیوں کی جائے؟۔ جواب اسکے سوا پچھو ہو ہی نہیں ملتا کہ اطاعت کے بدله جنت ملے گی اور اطاعت سے روگردانی کی اس زادہ تم ہو گی۔ یہی جواب انسان کے اعتبار و جواز اور ظاہری و مطلقی قوی کا حوك است۔ یہ نہ ہو تو اُدھی اور جماداً میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

### لقدیر کا سلسلہ

#### سوال اے۔ از۔

ایک سوال ایک صاحبِ حق نے کیا اس کوں و عن بیان کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں: "کہ ایک حدیث شریف ہے کہ انسان پیٹ میں ہوتا ہے جب اس کے متعلق لکھا جاتا ہے کہ یہ دنیا میں سید ہو گایا شفی وغیرہ وغیرہ" اگرچہ ہے تو

فیصلے پر کسی کو موت کے طلاق اُنوار دیا جاتا ہے تو یہی فعل عین الفہادت کہلا تاہے۔ ٹھیک اسی طرح "لائق" ایک براحدز بہے۔ مگر جہاں خود اللہ تعالیٰ نے "لائق" کو نصیحت جائز بلہ حسن فرواد یا ہو اور اپنے کلام پاک میں بار بار اسکی ترغیب فرمائی ہو تو ہاں وہ اسی طرح حکم و مطلوب نہ اور پائی کا جس طرح فعل مباشرت زد جیسے کے معاشرے میں اور فعل قتل مجرم کے معاشرے میں۔ ایک بھی فعل مقام و محلہ بدلیں یہو نے سے اپنی معنوی حقیقت بدل دیتا ہے بخوبی اصل اس شخص کو پہشمند کیسے ہیں گے جو مقام و محلہ پہنچنے پر عرض خادر سے سے فائدہ اٹھا کر ایک اچھائی کو بڑائی تاثر کرنے لگے۔

خال کیجئے۔ کید و مکر کو ہم کتنا برا کہتے ہیں۔ کسی کو تھار کر جسے تو ظاہر ہے یہ گالی شمار ہو کی میکن قرآن میں خود اللہ تعالیٰ لفظ مکر اور لفظ کید کو اپنی طرف پہنچوں فرماتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن القطبون کا سہارا ایک مسائلہ کا تصریف کرنا معقول بات نہیں۔ جولوگ بھی اس طرح کی حکم حکمتے ہیں وہ غیر ذمہ دار ہیں۔

رہا حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم فوائد ارشاد۔ تو ہمیں حال دیکھے وہ کس جگہ ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ کوئی بھی جملہ المقدار صحابی قرآن کے خلاف لب کشی نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے ایسی کوئی بات کیا ہو گی تو اس کا سیاق و سیاق کچھ اور یہ کا اطاعت تو یقیناً مقصود ہے یہی لیکن اس مقصود کا حصول انسانی سرشست کی ساخت کے اعتبار سے چونکہ بدله اور انعام یا ان ذہنیت پر محروم ہے اس لئے جنت کی خواہش کو غیرہ قرآنی قرار دینا نہ صرف یہ کہ معقول نہیں بلکہ اسے نتران کی بے شمار آیات صورت کے خلاف حصارت کا نام دیں گے۔

حیرت کی بات ہے جس قرآن میں اطاعت کو صریح "تجارت" کا نام دیا گیا ہوا سے پڑھنے والا کوئی شخص یہ لایعنی اور بے مغز بات کیسے کہدیتا ہے کہ جنت کی غرض سے عبادت کرنا خلاف قرآن ہے۔ تجارت "تو اپنی عین وضع ہی میں بدله اور نفع کی طلب سے جذارت ہے۔ اسے آپ لائق"

اسنے اختیار سے فلاں فلاں کا آگیا۔ انسان کو اچھے ہر سے کمیز دی گئی۔ سورج بھجو کر قدم اٹھانے کی صلاحیت دی گئی۔ اختیار تقویں کیا گیا کہ برائی کے راستے پر جائے یا اچھائی کے اب وہ جوڑا خاختیں لے کرے گا اپنی ذمہ داری پر کرے گا اور اسی منزل پر بخوبی حاصل جس کی راہ اس نے منتخب کیا ہے۔

حصی ہمیں ایسا بت پا ہدایت کا مفہوم و مدعای اخذ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کو وین کا مفضل علم حاصل ہو۔ دین کا مفضل علم رکھنے والے ایسے مطالب کیمی اخذ نہیں کرتے بلکہ اس کوں میون اور آسمانی تعلیمات ان کی فضی کر رہی ہوں۔ البته کم علم اور بخوبی فہم لوگ غلط سلطنت معاشری ضرور رکھتا ہے ہیں۔ چنانچہ ہمیں حدیث جس کا اپنے ذکر کیا اگر اس سے غلط مفہوم اخذ کرے ایک آدمی اپنی اصلاح سے بے پروا اور جادہ اخلاق اسے منحوض ہو جاتا ہے تو وہ دبی پر ہا جس کے باشے میں کافی تقدیر نہ پہلے ہی "شقی" سماں گزوں لکھ دیا ہے۔ شفاقت اس کے حصے میں اس نے ہمیں آئی کہ اللہ نے اس کے لئے سعادت کی راہیں مند کر دی تھیں۔ وہ نواس نے آئی کہ خدا اس نے اپنے اختیار تیزی پر غلط طور پر استعمال کیا اور سعادت کی ہلکی راہ چھوڑ کر شفاقت کے جادہ بدا نجاں پر حل نکلا۔ وہ اگر شکی کرنا چاہتا تو اللہ کی طرز کے رکاوٹ ہمیں تھی۔ برائی اس نے راہ اختیار اور مرضی سے کی۔ بھراں ہیں تقدیر کی کام خطہ ۹ اللہ عالم الغیب ہے لہذا اسے علم تو پہلے ہی سے ہے کہ کون شخص زندگی بھر کر ہماری مفہوم میں غرق رہے گا اور کیا کیا کار نہیں اس کے نامہ اعمال میں بچ ہیں اچھیں جس طرح مثالی مذکورہ ہیں آپ کو زید کے سفر کا مشکل علم و تفہیں اس سفر کی وجہ نہیں اسی طرح انسان کا شقی یا سعیب ہونا علم ایسی کالازمی نہیں بلکہ انسان کا اپنا عمل اس کا کام رہا۔

### وارثت کا سلسلہ

**سنوال:** اے نر نارگی میسور

ایک شخص کے نہ بیوی یا اسیں۔ اچھی بیوی سے صرف ایک بڑی ہے۔ دوسری بیوی سے اولاد نہیں ہوئی ہے۔ تجھے اب بڑا بھجو ہو گیا ہے۔ مر جنم شوہر کی جاندا ہے۔ دو نوں

انسان خود کو درست کرنے کی کوشش کیوں کرے۔ وہ جو کرتا ہے وہ اس کی لوحہ تحفظ میں لکھا ہوتا ہے۔

### جواب:-

اس حدیث کا حامل فقط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پشتی ہی ہر منسے کے انعام سے داتفاق ہے اور ہر شے مقدر کی جا چلی ہے۔ تکمیل ایمان کی ایک لازمی شرط تقدیر پر ایمان بھی ہے اگر تقدیر پر ایمان نہیں تو میں موہن نہیں۔ رہا یہ کہ انسان اپنے کو درست کرنے کی کوشش کیوں کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا کوشش کرنا خدا یہی ہی تفعیل کرنے ہے۔ کوشش نہیں کرتا تو جاہے ہجھم میں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انسان کے ذریعے اسے دور ایں گھوول کرنا تادی ہیں۔ ایک وہ جو بہشت میں پہنچا تھی ہے دوسری وہ جو درجہ میں لے جاتی ہے۔ اگر اس نے پہلی راہ اختیار کی تو سعید ہو گا اور دوسری کی تو شقی۔

ایک مثال پر غور کیجئے۔ آپ کے درست زید کی والدہ پر دیں ہیں رتھی ہیں۔ دفعہ اُن کے انتقال کا تاریخ آتی ہے۔ زید اس وقت گھر سے نوجوہ نہیں ہے۔ تاریخ آپ کو ملا۔ آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ زید یہ تاریخ کو فوراً عازم سفر پر گھا اور والدہ کے چہارے میں شرکت کرے گا۔ خانہ پر گرد وہ شام کو گھر ریا۔ تاریخ کیجاہا اور پہلی گاڑی سے رہا اسے ہو گیا۔ اب بتائے کیا آپ یا کوئی بھی چوشنہ دی کہہ سکتا ہے کہ زید کی فوڑی اچھی کا سبب آپ کا وہ علم دانہ ازہ ہے جو تاریخ دیکھتے ہی سفر میں دو دیں الیا تھا۔ کیا زید کے اس سفر کے لئے آپ کا وہ تین کمی بھی درجے میں علت اور وجہ قرار پا سکتا ہے جو سفر سے ٹھٹھوں پہلے آپ کے تدبیں پیدا ہو گیا تھا؟

ظاہر ہے کہ نہیں اور ہر کوئی نہیں۔ سفر کی وجہ سے تو دوسری ہی ہے۔ آپ کے قیاسی یقین پر اس کا کوئی ذمہ نہیں۔ اسی طرح اللہ کو اگر چہ مسئلے سے علم ہے کہ فلاں شخص مستقبل میں فلاں فلاں اعمال کرے گا لیکن ان اعمال کا سبب اور مللت یہ علم نہیں ہے۔ ذمہ دار تو خود انسان ہی ہے کہ اس نے

بھوئی جو ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ہونے کے ساتھ ایک دہماں ہیں میں دیکھ لیکر آفیسر ہیں۔ دور ان ملاقات اسلامی قوانین پر بحث چھڑ کر تو داکٹر صاحب فرمائی تھے کہ اگر میں ایک حق بجانب بات کروں گا تو میری گورن اُڑادی جائے گی مثلًا ایک بھائی کا بیٹا ہے وہ سرے بھائی کی بیٹی ان دو کی شادی ہوگی جو شخص ان کی شش پر مصادق آتے گا بھیت ایک داکٹر میں بھائی وہ جان سکتا ہوں۔  
براءہ کرم "تجھی کی طاں" میں اس کام دل چواب فرم نہ رہیں۔

## جواب :-

دل چواب اس وقت ممکن ہے جب سوال بھی دل ہو۔ جو چلکر آپ نے ایک نوجوان داکٹر صاحب کی طرف سے پیش کیا وہ صرف لطائف و ظرافت کے خانے میں رکھنے کے قابل ہے نہ کہ بحث و نظر کے۔ آپ ہی بتائی ہے ہم کیا جواب دیں۔

ویسے آپ ان داکٹر صاحب کو اطمینان دلادیں کہ گورن آپ کی کسی صورت میں نہیں اُڑاتی جائے گی۔ تاون اسلامی چکر آج کل انتداب و اختیار سے فرم ہے اس لئے کوئی بھی نویش فکر کسی بھی انداز میں اس کی تفصیل کر دیں کہ کس میں دم ہے کہ اس کے گریبان پر باقاعدہ ال سکے۔ لئنے ہیں ایسے غیر سنجھ کلیان "تمہرے ترقی پسند حضرات اسلامی قوانین برخلاف تکلف جو چاہے انہار واسطے فرا دستے ہیں اور گورن تو گورن ان کا ایک بال بھی کوئی سیکا نہیں کر سکتا۔ ہذا آپ کے ان داکٹر صاحب کے لئے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔

## اسلامی حکومت اور محکمات

**مسئول** :- از۔ علام محمد پال۔ کشیر۔  
۱۔ اسلامی ادارت کی سپاہی کو سرحد پر تعینات کئے جائے۔ جہاں سرحد سے مشراب کے بغیر اس کا پناہ محل ہے۔

بھوئی میں ایک عرصے سے ناقلتی ہے۔ انہوں نے آپس میں ایک مدت سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔  
بھلی بھوئی مگر، کھیت وغیرہ جاندار سے اپنا اور اپنی بڑی کا حصہ مانتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا بھلی بھوئی اور اس کی لڑکی کو قانونِ شریعت کی روشنی کوئی حصہ شہر و حرم کی جانباد سے مل سکتا ہے؟ اگر مل سکتا ہے تو کتنا؟ جب کہ بعد قانونی بھوئی کے طبق میں لا کام موجود ہے۔ اُس کی عمر ۱۸، ۱۸ سال ہے۔ وہ فی الحال نہ تعلیم ہے۔ امید ہے رسالہ تعالیٰ ہیں جواب تحریر فراز کر نہیں فرمائیں گے۔

## جواب :-

نقیم میراث کے مسئلے میں مدت بھوئی ہم نے جواب دیا ہے کیونکہ یہ ایک شکل حسابی فن ہے اور ہم اس فن میں خشنی نہیں رکھتے۔ لہذا انہوں کی نقیم تو کافی کمی اور عالم باوارالافتاء سے کرایں۔ البته اصولی جواب ہم پیش کئے دیتے ہیں کہ مر جوں شوہر کی دنوں ہی بیڑیاں اور دنوں ہی کی اولادیں ترکی میں حصہ دار ہیں۔ لڑکی کا حصہ مٹکے سے ادھا ہے اور دنوں بیوی یا بھا بر کا حصہ پائیں گی۔ یہ بات کہ ایک کے طبق سے صرف لڑکی ہوئی اور دسری کے طبق سے لڑکا۔ ان کے اُس حصے پر کوئی اثر نہیں ڈالتی جو بھیت بھوئی کے انہیں شرعاً ملنا ہے۔ حق و راست میں وہ دنوں کیساں ہیں۔ اگر کسی کے ذمہ میں یہ خیل موجود ہو کہ اولاد نریسہ کی موجودگی میں لڑکی اور اس کی ماں حصہ نہیں پائیں گی تو اسے تو بہ کرنی چاہئے۔ لڑکی ہر حال میں وارث ہے اور جتنا لڑکے کو ملے اس سے آدھا لڑکی کو لازماً ملنا چاہئے۔ یہ بھی رجھش کی بناء پر کسی وارث کا حصہ روک لینا سخت گناہ ہے۔ یہ ان گناہوں میں ہے جملی معافی ہی نہیں ہے۔

## چھلکہ

**مسئول** :- از۔ ملک اقبال۔ کشیر۔  
ایک انگلش مائپ نوجوان مسلمان داکٹر سے ملاقات

کے اہم ترین سے آسانی زندہ رہ سکتے ہیں۔ بے شارب لوگ ایسے ہیں جن کی قوت برداشت کو گرم ملبوسات کے ساتھ پہنچ کر مخذلتوں اور دو اور کاغذوں کے بھال رکھ جا سکتا ہے۔ ایسے افراد تو غالباً ہی طیور کے جن کے باشے میں پر تصور کیا جاسکے کہ شراب ہی ان کا واحد علاج ہے۔ ایسے افراد اگر مسلمان توجیہ میں موجود ہیں تو اسلامی حکومت کے اذن سے پہلے سالا ران کی تخصیص ایسے اطباء سے کرائے گا جو ملال و حرام کے معاملے میں بے پرواہ ہوں۔ اگر اطباء و ثوقی کے ساتھ یہ فیصلہ کروں تو کہ فلان فلاں افساد کو زندہ رکھنے کے لئے شراب ضروری ہے تو اسلامی حکومت کا پہلا فرضیہ یہ ہو گا کہ انہیں اس سرہ مقام سے واپس بلکہ ان کی خلیفگدی سے ایسے فوجی شیخ جن کی جماعت صالت سردی کا مقابلہ کرنے کے لئے زیادہ بہتر ہو۔ لیکن الگ حالات کے تحت یہ نہیں ممکن ہو تو اس وقت اسلامی حکومت پہلے اداروں کو یہ پہاڑت دے سکتی ہے کہ فلان فلاں افساد کو اس وقت شراب دیدی جائے جب وہ حال نظر ادارہ کو ہٹھی گئے ہوں۔ مگر یہ ہمیں کو غافل پلا دی جائے بلکہ صرف اتنی مقدار دی جائے جو جسم و جان کا لذتستہ قائم کرنے کیلئے ضروری ہو۔

یہ بھی اگرچہ اللہ کے نزدیک ناسنیدیدہ ہی ہے لیکن وہ خوشخبری و نیاز ہے کہ ہم غفور حیم ہیں۔ اگر ہمارا بندہ تافرماں کا ارادہ کئے بغیر صرف جان بچانے کی خاطر لاکر حامی چیز کا استعمال کریتا ہے اور اس کم سے کم مقدار برکتفاکرتا ہے جو مان بچانے کے لئے ضروری ہے تو ہم اس کی تجویز کے پیش نظر معاف کر دیں گے۔

۲۔ آج اگر دنیا کے کسی خطے میں حقیقی اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو بلاشبہ اسے بھی اپنے سامنے اور صنعتی شعبوں میں غیر مسلم ماہرین سے مدد بھی ناگزیر ہو گی۔ اسلامی شریعت نے پہلے بھی اس چیز کو منوع درستار نہیں دیا ہے کہ جائز حدود میں کفار سے حرمنی یا صنعتی یا سامنی و رہنمائی لے لی جائے۔ نہ آج منوع قرار دیجی ہے۔ سوال صرف اتنا ہے کہ ان غیر مسلم

کیا اسلامی حکومت اسے دہان شراب پینے کی اجازت دے گی؟ ۲۔ اسلامی ریاست میں کوئی کام کرنے کے لئے (جن ملک کے فوجی اقدامات کے لئے ضروری ہو) باہر سے غیر مسلم کاری گر بلانے پڑے گے۔ کام کے دران وہ یہاں کی حکومت سے کلب مالکیں گے، کیا اسلامی حکومت انہیں یہاں کلب سے سکتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیا کیا جائے گا؟

## حوالہ:-

۱۔ یہ ایک فرضی خیال ہے کہ کوئی سرہ مقام ایسا بھی ہو سکتا ہے جہاں شراب نہیں کی خاصی ہو اور شراب کے بغیر آدمی جیسی نہ سکے۔ یہ فرضی اور بے بنیاد خیال ان قوموں کے گمراہ کن پر و میکنے کا پیدا کر دے ہے جنہیں خلاد و حرام اور نیک دید کی کوئی پرواہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آج بھائی اس پر کیسے یقین کر لیا۔ خوب ایسی طرح سمجھ لیجئے کہ اللہ کی شریعت میں کوئی حرام ایسا نہیں ہے جو زندگی کے لئے ناگزیر ہو اور کوئی مفہم ایسا نہیں جہاں جیتنے کا مدار اور کتاب حرام پر ہو کرہ جائے۔

ویسے بطور فرضی حال یہ بات مان ہی لی جائے کہ کوئی سرہ مقام ایسا ہے جہاں شراب کے بغیر جیانا ممکن ہے تو اسکا بھی حواب فرآن اصولی انداز میں دے جائے کہ فہم اصطھنے غیر مبالغہ و لذت عادت لدار اشتمر میثما (أَنَّ اللَّهَ عَفْوٌ عَنْ تَرْحِيمِهِ۔ (بقرہ) دیس جو شخص مالک اضطرار ناکی پیش جائے لیجئی بے بس اور بے اختیار پڑ جائے اسے حرام کے استعمال کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ اس استعمال میں نہ توهہ مدد ضرورت سے تجاوز کرے، نہ اس کے قلب میں نافرمانی کا ارادہ پایا جائے) یہی بات سوہنہ انعاموں میں فرمائی گئی اور اسی کو سورہ محمل میں مشرح کیا گیا۔

یہ تعداد ناکافی ہے کہ کسی سرہ ترین مقام پر تعین کئے جانے والے مسلم فوجوں میں ہر فرد کی جسمانی ساخت ایسی ہو کہ شراب کے بغیر اس کی زندگی ممال میں جائے۔ بنیہار لوگ ایسے ہیں جو سرہ ترین مقامات میں مناسب گرم ملبوسات

سالیں جو اب تک خود بہ جائیں گے۔ بصورتِ موجودہ ہی یہ حالت ہے کہ موصولة سوالات میں۔ سچنکل پائچی صدی کے جواب کی کجا نکشن نکلنے ہے۔ باقی روزی ہو جاتے ہیں۔

## وہ جوابات جن کے سوالات حذف کرنے پڑے گے

### جمعین الصالوٰتین

(برائے صوفی غلام محمد۔ مریمگر)

ظہر کے ساتھ عصرِ امغرب کے مانند عشار پڑھی جائے یہ تو بُ کا سوال ہے۔ پہلے قریب نتائی کہ جمعین الصالوٰتین کی مجبوری کیا ہیں آئی۔

احسنات کے تزدیک منصوص واقع کے علاوہ دو ساروں کا جمع کرنا ٹھیک ہے ہی نہیں اہم احمد جیسا فرضی پرستی دینے والا کیا بتا سکتا ہے کہ جمعین الصالوٰتین کی ترتیب کیا ہے۔

### سعودی عرب پریل اسلامی قانون

(برائے محمد قاسم ندوی۔ چمارن)

سعودی عرب میں اسلامی قانون ٹبری حد تک تلفظ ہے میکن مکمل طور پر نہیں۔ ویسے جس بیانی حکمت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے وہ ایسا ہے کہ ٹبری حد تک نافذ ہونا بھی کوئی نیادہ ضرورت نہیں رکھتا۔ اسلام میں جمہوری شورا کمیٹ ہے اور حاکم اعلیٰ کا استحباب رکھا ہے آپ اسے خلیفہ کہہ لیں یا صدر یا پھر اور (صلی یا علماً فی المیہ) بنیادوں برداشت نہیں ہے۔ سعودی عرب میں حاکم اعلیٰ کی حد تک کسی جمیعت اور شورا کمیٹ کا کوئی رحل نہیں ہے لہذا جو تکمیل اس معاشرے کی اخلاق کے لئے درود میرہ میں اور ان کے شراب و خنزیر کا اثر درستک نہ ہے۔

البته یہ نہیں نہیں بلکہ اعلام کردہ اس مرتد کی سزا مسروخ کو دی گئی ہے اور اساد سعوں نے یہ کافی نشان کے کسی ایسے سرددہ قانون پر مستخط کیے ہوئے جس میں مرتد کی سزا کو

ماہرین کے لئے کیا ان رنگ رلیوں اور عیاشیوں کی اجازت ہے اسلامی حکومت میں مکن ہے جس کے حقوق ایخیں آج کی سلطنت کو نہیں میں ملے ہوتے ہیں تو جواب صاف نہیں کہ نہیں اور بالکل نہیں۔

اسلامی حکومت ایخیں صرف ان چیزوں کی اجازت دے گی جو عقیدہ ان کے لیے ہیں جائز ہیں۔ مثلاً سور کا گورنمنٹ شریا یا ان کے پرنسپل اسے متعلق خاص چیزوں۔ یا ایسے کلب جن پر مکمل بدکاری نہ ہوتی ہے۔ مکمل بدکاری تو کسی بھی عقیدے کی روئے جائز نہیں۔ نہ ایسی رنگ رلیوں کا کوئی جواز ہے جو اپنے اثرات پر مسلمان معاشرے تک پہنچا سکیں۔

آج کی سلم حکومتوں میں غیر ملکی ماہرین کو کھل کھینچ کی جو بھی سپولیتیں نہ راہم ہوں ان کی وجہ یہ نہیں ہے کہ بغیر یہ سہولتیں دیئے جائیں جو ایسا ہے ہو سکتے بلکہ وجہ یہ ہے کہ خلیفہ ان حکومتوں کا معیس اور اچھا گریخا ہے۔ ایخیں مسلمانی اخلاق سے کوئی دچپی نہیں اور ان کی حکومت میں ہر چیز قوائیں نافذ ہیں وہی ایسا عیاشی ہے جو ایسی اور نفس پرستی کی حوصلہ انسانی کا ہے۔ ان کے لیے ہیں سرکاری اجازت سے کوئی دوپے کی شراب بیکھی ہے۔ ان کے لیے ہیں سود کا درجہ شیر یا در کا ہے۔ ان کے لیے ہیں تہذیب و تمدن کی قام تدریں مادہ پرست قوام سے در آمد ہو رہی ہیں اور دین و مذہب کو انھوں نے سیاست جماعت کے دائروں سے اسی طرح خارج کر دیا ہے جس طرح کامنہ قوام نے۔ ہبہ ان کے لیے ہیں غیر ملکی ماہرین جو بھی تفریحات کے مثبت نہ کریں اس پر کوئی احتراض نہیں۔ وہنہ حکومت اگر اقتضاً اسلامی ہو تو معموق معاویتیں کے تحت وہ بلاشبہ ہر فن کے ماہرین اور کاریگر اس طرح جنتیں اسکتی ہے کہ ان کی سرگرمیاں مسلمان معاشرے کے اخلاق کے لئے درود میرہ میں اور ان کے شراب و خنزیر کا اثر درستک نہ ہے۔

داپکے باقی چار سوالوں کو دو جوڑہ سے نظر انداز کر دیا یہ ہے۔ ایک تو اس فتنے کہ ان میں سے بعض کا جواب تکمیل ہیں بلکہ متعدد بار دیا جا چکا ہے اور بقیہ بعض بغیر ضروری ہیں۔ وہ متر نہ لے کر ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ نئے سوال کرنے پاہنچ سے ایک آدمی چھپھڑ سوال، ایک وقت پر چھپھڑ کا تو سو میں نئاد

## ایک عربی جملہ

(الیفساً)

سبحان الله ما عرفنا لحق معرفت فتنك۔

دلے اللہ ہم تیری معرفت کیا حقہ حاصل نہیں کر سکے اس جملے پر کسی اہل حدیث بزرگ کو کہ اعترض ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ ٹھنڈی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات دنوں میں جو ناقابلِ تصور عظمت و علوٰ اور وسعت رکھتا ہے اس کی پوری پوری معرفت آدمی کی چھوٹی سی عقل اور حجڑ علم سے باہر ہے۔ آدمی بس اتنا ہی جانتا ہے جتنا انسان علیهم السلام کے قریط سے اسے معلوم ہو گیا اور انہا علیهم السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے پاس فقط آساہی علم پھیلائے جلتے کی سماں ہاں کے قوائے مدد کر سکتے تھے۔ اللہ کو اس کی تمام قوت و صفوتوں اور علوم سے مریت کے ساتھ علم و فہم کے دائرے میں ہٹر لینا کسی عام انسان کے لئے تو کیا انبیاء کو کے لمکن نہ تھا کیونکہ وہ بھی انسان ہی تھا اور انسان کے محدود ترین عقل و ادراک لاحد و خدا کی بالاتریشان کا احاطہ کیا کر سکتے ہیں۔ سچا دنہ ما عظائم

## زنا اور نکاح

بخاری بدر الدین برٹ رکشیر

چور دوزن باہم زنا کے مرتکب ہوتے ہوں وہ اگر آپس میں نکاح کر لیں تو اس نکاح میں قابوں شرعی کے اعتبار سے کوئی قباحت نہیں بلکہ تسری آن توز و زادے کے کہتا ہے کہ زانی و زانیہ کو آپس میں نکاح کر لینا چاہیئے۔ پھر جو اس کوئی نکاح نہیں ہو سکتا۔

## فیلمی پلامنگ

(الیفساً)

اس موضع پر سر حائل بخیس ہو جکی ہیں۔ آپ مولانا

(براءت بدر الدین بہٹ سیری انگر)

مولانا صدر الدین اصلاحی کی کتاب "دین کا قرآنی تصور" سے جو عبارت نظریں فراہم آپنے ہم سے توضیح پا ہی ہے اس کے ساتھ ہم تین ٹھنڈا کہ ماہنامہ "زندگی" (ڈرامپور) کو اپنا سوال پھیلیں۔ اس میں بھی مخصوصی محوالات کے جوابات آتے رہتے ہیں اور مولانا موصودت پر تکریک جماعت ہیں اس لئے بھی پھر جسہ ان کی عبادات پر محبت کے لئے موزوں رہنگا۔ دیسیتے بات ہماری نظریں صرف نزارع الفاظی کی ہے۔ محبت اور عشق دو مختلف صیغہ ہیں ہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کی درجہ برسی ہیں جن میں بعض اوقات تو کیف دم کا فسرن ملحوظ ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ بھی ملحوظ نہیں ہوتا۔

عشق کے معنی ایک ہے ہوں کہ آدمی جلوہ معاشری میں اس طرح گم ہو جائے کہ عقول ہی بہارا بیدے اور جذب ادب بارگاہ جبوکے لئے ضروری ہیں ان کا بھی ہوش نہ رہے تو بے شکنیا عشق میں ہم طلبی ہیں ہیں۔ دین اللہ کی ایسی محبت چاہتا ہے جو عقل و ہوش کے ساتھ ہڈتا کر بندہ ہوں کارگر ہیات میں پورے ہوش اور تدبیر کے ساتھ ان ذمہداریوں کو نہایت کو جو اللہ کی نازل فرمودہ شریعت نے اس پر نامد کی ہیں۔ اسی لئے بڑے سے بڑے عاشق خدا کے لئے نہایت معافی سے نہ روزہ۔ نہ اکل حرام ہائی ہے نہ رہبساشت۔

اور اگر عشق کے معنی یہ نہ ہوں بلکہ اس لفظ سے محبت کی گہری اور پائیدار کیفیت مقصود ہو تو یہ بلاشبہ دین میں مطلوب ہے۔ مولانا صدر الدین نے اس کی تردید نہیں کی ہے اور آقبان یا مولانا روم یا کسی بھی بڑے شاعر اور مفکر اور شاعر کے ہیاں عشق اپنی کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ اسی دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ پہلے۔ پہلے معنی میں عشق اپنی کو مطلوب دین کوئی بھی قرار نہیں شے ملتا۔

ہر قیمتیں جس جماعت کے سرکاری آرگی میں دھڑتے سے صود اور جو سے کے اشتہارات چھپتے ہوں، سورتوں کی تصاویر منزع نہ ہوں، راجیوان حق کے خلاف ہر زہ سرماں اس کے لئے چھوٹی بات ہو اس کے کسی عہد سے دار ہے بہت زیادہ خوشگمانی کی بجا اُش آخوندی ہے ہر سکتی ہے۔

رہی آپ کی یہ وضاحت کہ صادارت کے اس گھرانے میں عملاء دیوبند جہان ٹھیرتے ہیں اور آپ کے مراحلہ کا مقصد یہ ہے کہ "علمائے دیوبند اس شرفت سید کو اچھی طرح پہچان لیں" تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ ج علماء سود اور لاٹری کی تشریف اور سورتوں کی تصاویر صرف اس لئے برداشت کر لیتے ہیں کہ اس کے باعثے اخبار کو چند میل جاتے ہیں وہ بھلا اُس گھر کے کسی خلاف شرع فعل برقرار کیے کر سکتے ہیں جماں اپنی صورت تکلف قیام کو طھاڑ کی آسانی سیر آتی ہوں۔ نکیر تو یہا۔ وہ خبر درست پڑتے پر کوئی نہ کوئی خصوصیت تاویل اس کے حق میں تکال دین گے اور زیادہ جوش آگیا تو اعتراض کرنے والوں کو "مددودی" قرار دے کر سیدھا چشم بہچا دیں گے۔ زمانہ ایسا آیا ہے کہ غیرت دینی رکھنے والے بچے کچھ لوگ حشم تحریرت نہیں کی زمانہ کا تماشاد یکھنے رہیں اور جب فرط جذبات سے دم سلختن لئے تلبی سراء بھر کر سانس درست کر لئیں۔ بدء الہ سلام مرحوم بنیاد سیعود خربیا۔

## عبدالنبویؑ کے میدانِ جنگ

حضرتؑ کے دور مبارک میں جو لڑائیاں ہوئیں ان کے میدانِ نقصتے کیا ہے۔ اپنے موضوع پر ایک اچھوتی اور تحقیقائی تصنیف۔

تیرت — ڈاکٹر روبیہ

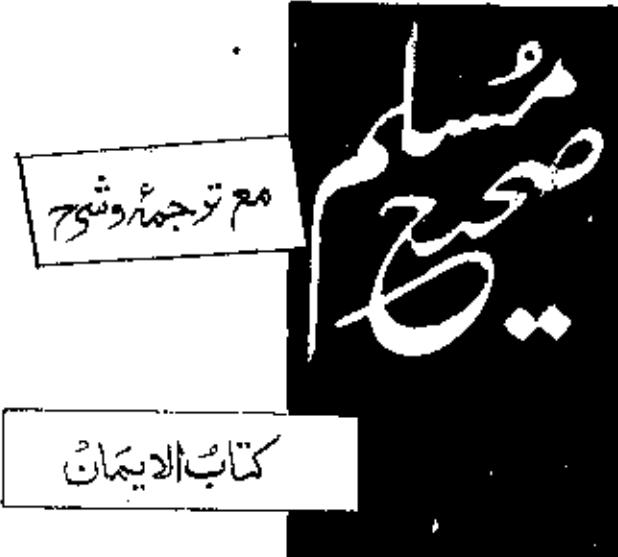
مکتبہ تعلیٰ۔ دہلی (ریاض)

مودودی کی "ضبط ولادت" پڑھیں۔ رہی دہلی جو آپ کے نیم کیہاں سڑ پر فیصلے دی ہے تو وہ محض ایک شاعر اور مفروضہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ آپ اپنے گرد پہنچ پر نظر ڈال کر میں ہتھیں اپنے ازاد ملیں تھے جن کے دہیں ہی بچے ہیں مگر وہ تنگی کی زندگی لزار ہے ہیں اور ہتھیں ایسے گھرانے ملیں گے جہاں بچوں کی پلٹیں ہے مگر وہی کی رہیں بھی ہے۔ خوش حالی یا تنگی سخی کا مدار ازالت سے آج تک کسی بھی بھی بچوں کی کمی نہیں پڑتا ہے۔ یہ تو جعل خواصبورت مخالف ہیں جو خدا نا اشتناس پاک دنیا کو دے رہے ہیں۔

## جلوهٗ تہذیب

(بیان عبد الرحمن۔ بکلوری)

انگریزی اخبار کا جو تراشہ آئندہ بھی جلے ہے اس پر اظہار خیال کی ضرورت تو یہیں تھیں نہیں ہوتی۔ البته رسی کے طور پر یہ سلطنتی احصار ہیں۔ تصویر بچوں اسے کی دا آج کل عام ہے اور اسلامیوں کے نہیں۔ بچوں میں سورتوں کی بے پر دلگی بھی کوئی ایسا واقعہ نہ رہی ہیں کا حصہ صورت سے ذکر کیا جاتے۔ لہذا ایک مسلمان شوہر صاحب سکریٹ کا العالمی مقابلہ جتنے کے بعد انکو پہلی سہیت اپنا فوٹو اخبار کو دیتے ہیں تو اس پر نقیبی نقطہ نظر سے کوئی کہا کہے اور کیوں کہے۔ یہ مشکلہ تو اتنا طباہ ہے وہ باہر سے کر ایک راہ چلتا مسلمان بھی اس کی شرعی جذیبیت کو واقف ہے۔ خصوصاً حب اہلیہ صاحبہ ایسا بلاذری ہے ہوئے ہوئے جس میں بازو و شانوں ناک اور گھلاؤ کافی تھے تک حلاہ مہا ہون تو عیت شرعی ہیں کوئی خفاہی نہیں۔ البته دوسرا صدھے اس پہلو سے ہوا کہ پہلے حسناً ایک ایسے حاجی نہرگوار کے صاحبزادے پر جائز جمعیۃ علماء حلقہ مسیور کی صدارت کا اعزاز بھی شامل ہے اور خیر سے وہ ستد بھی ہیں۔ بیٹے کا کاہ باپ کی ذمہ داری نہیں لیکن باپ بیٹے اگر سا تھوڑا رہے ہوں اور بیٹے کے کسی کنہا پر باپ نکیر نہ کرے تو عن الدینہ بڑی الذمہ دشراو نہیں پاسکتا۔ نکیر والدھما جنہے کی ہوگی اس کی ہمیں توقع نہیں۔ تو قع جب ہر ہوتی جب جمعیۃ علمائے ہند کے کردار نے اس کی بجا اُش چھوڑی



بسم اللہ الرحمن الرحيم و الصبور و السلام علی ارسلان الکریم۔

## مری اتھلائے نگارش یہی ہے ترے نام سے ابتداء کر رہا ہوں

اب سے کم وہیں بارہ سال پہلے تھی میں عاجز کے قلم سے تفہیم حدیث کے دو سلسلے مستقل چلا کرتے تھے ایک دھبہ جن کی معین کتاب حدیث کا الزام کئے بغیر اسی احادیث کی تصحیح کی جاتی تھی جن کا عمل ہم مسلمانوں کی معاشرتی ضروریات سے ہے اور دوسرا وہ جو بخاری مشریف کے باہم اول پڑھنے تھا۔ بخاری ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس کی تصحیح کا سلسلہ ہم نے آخر تک پہنچانے کی نیت سے نہیں شروع کیا تھا بلکہ ارادہ اسی یہی تھا کہ ایک مکمل باب قارئین کے سامنے آجائے تاکہ وہ اندازہ فراسنگیں کر سکے۔ لیکن علم و فہم کا ضرورت ہے اور آج کل کتب حدیث کے جو اور دو ترجمے بازار میں پک رہے ہیں مجدد انصیں پڑھ کر انہیں اناس حدیث کے گھر سے مطالبہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ زبان کے لئے یہ جائز ہے کہ ان اور دو ترجموں کے ذریعے اپنے طور پر کسی ایسے عقیدے یا عمل کی صورت تکریر کرنے کی سند موجود نہ ہو۔

قارئین نے ان دونوں مسلسلوں کو اس تدریس نظریاً کہ جب یہ بخاری ہے تو فتحی بلکہ صاف ہی کہیں نہیں۔ نا ایلی کے باعث مرجعی قواخبوں نے خطوط کے ذریعے ہمیں چھنجوڑا اور عرصہ دراز تک ان کے مقام پر ہمیں شرمندہ کرنے رہے۔ لکھم خواہش کے باوجود ان منقطع نہدہ مسلسلوں کو دو بارہ بخاری نہ کر سکے۔

آج پھر ارشاد نے توفیق دی ہے کہ یہ مبارک سلسلہ چھر سے شروع ہو اور ہم اپنی بے پنا عنی اور کم علی کے باوجود اسکی مدد مسلم شریف کی کتاب الایمان کو تصحیح و بسط کے ساتھ پیش کر سکیں۔

ہم نے خاص طور پر مسلم ہی کہ کہیں پہنچ لیے، اس کے متعدد وجہ ہیں:-

ایک یہ کہ قرآن کریم کے بعد سب سچے صحیح کتاب اگرچہ علماء کی اکثریت کے نزدیک بخاری شریف ہے لیکن مسلم کا درجہ بھی صحوت اور مقام امتیزت میں اس سے کم نہیں اور بعض علماء تو اسے بخاری پر بھی فوکسیت دیتے ہیں۔ بخاری اور اس کی فوکسیت تمام پہلوں سے حاجب التسلیم نہ ہوئی لیکن ہمین ترتیب اور تجویزی درویست کے اعتبار سے نہ کم و نہیں تمام ہی محققین علماء کی نظر وں میں مسلم کو امتیازی شان حاصل ہے۔ ہم اللہ کی فوکس سے بخاری کے باب اول کی تصریح میں کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں تو یکوں زادبھائی کام کا بھی ایک باب پیش کردیں تاکہ اُس ضعیف ذاتی اور کی طرح بخوبی بجا ہو کے جتنے حاصل کر کے خدا کے خداستے تو اپ جہاد کا پچھہ حصہ پانے کی آس بازدھتا ہے ہم بھی یہ قوع کر سکیں کہ ہمارا روف در حجم اور بندہ نو ارب ہمیں شاید شرح حدیث کے خواب کا کوئی حصہ عطا فرمادے۔ تضعیف اور تکلف بے بغیر ہمیں اعتراف ہے کہ مسلم صیہ جیلیں الفدر کتاب کی شرح کی اہمیت ہمیں نہیں ہے۔ یہ دسویں کام ہم سے بہت زیادہ علم اور حجم رکھنے والے افضل کے کرنے کا ہے لیکن خدا کے فضل راحسان سے کوئی شے بعید نہیں۔ اس نے تم جیسے ناکارہ سے ”تجلی“ تکلیفا یا ہپراستے ہمارے اندازے اور قصور سے زیادہ مقبولیت و افادیت عطا فرماتی تو پھر ہم کیسے اس کی بارگاہ سے مایوس ہوں اور گوں نہ یہ امید کر جو کردہ آگے کو بھی ہماری نا امیوں کی پر دہ بڑھی کرے گا۔ ہمارے ضعف کو تو اتنا تیز نکھنے گا۔ ہمارے علم میں برکت عطا فرماتے گا اور ہمیں اس سعادت سے پہرہ در گر جائیں گے اس کے پچے رسولؐ کی سچی احادیث کے ترجیح و توضیح پر ہم کو چوکھے وقت خرچ کر سکیں۔

دوسری وجہ جو مسلم کے انتخاب کی محکم بخوبی اور کم بخوبی اس کے بعض تراجم اور شروح جو ہمارے زمانے میں شائع ہوئے ہیں ان پر تکاہ ڈالنے کی نوبت آئی تو ہم نے دیکھا کہ ان میں سے شمار غلطیاں ہیں۔ کتابت و طباعت کی۔ ترجیح و شرح کی علم و تحقیق کی۔ اعراب والفاظ کی۔ مترجم کی غلطیاں شمار کیجیے تو انھیں تھک جاتیں۔ ہمیں خیال ہو اکہ اس افسوسناک صورت حال کی اصلاح اگرچہ ہمارے بیوی نہیں لیکن یہ کوئی ستم ہم خود کر سکتے ہیں کہ مسلم کام سے کم ایک باب بطور منور تجلی کے صفحات میں حفظ کر دیں جو حقیقی الواقع اغلاط سے پاک ہو اور طلباء حدیث اس کا مقابله اور دو کی دوسری شروعوں اور ترجیوں تیس کے اندازہ فسریاں کر لئے تعلم ہے جو کاروباری ذہنیت کے خلاف مدار حضرات مسلم صیہ عظیم المرتبت کتاب حدیث پر ڈھارا ہے ہم نے اصل متن پر اعراب لکھنے کاالتراجم بھی اسی لئے کیا ہے تاکہ اور دو ترجیح کے ساتھ ہمیں بخوبی مسلم کے معنی میں ادب کی جعل قدر غلطیاں پائی ہوں ہم اس سے طلباء کو آگاہی حاصل ہو اور ایک صحیح اعراب والے متن کا نمونہ ان کے سامنے آجائے۔

تیسرا وجہ یہ ہے کہ تقدیر بر سلسلے میں آج کل مسلمانوں میں جو اعتقدادی بخراں اور لامپر دائی دیکھنے میں اربی ہے وہ اُخروی نقطہ نظر سے بہت خطرناک ہے جس کے ازادے کے لئے مسلم کتاب الایمان کی پہلی بحیثی حدیث برائی کو ایمان انسروز کردا اپنے اندر رکھتی ہے کم مسلمان ہیں جن کے ذمہوں میں آج کے مادہ پرستادنابوں نے عقیدہ تقدیر کو اس کی حقیقی اہمیت اور اصلی خدو خال کے ساتھ قائم و ثابت رہنے دیا ہے۔ یہ حدیث الشاد اللہ ایخیں چونکا ہے گی اور جن کے زماں میں سلامی اور طبیعت میں سعادت ہے وہ چونکے کے بعد اپنے خفا کو دیانتدار اور جائزہ لیں گے۔ ضسبطی اُنہی پیغمبر و مملوکوت میں کھلی شوی و والیم شے جمعون۔

شرح کے سلسلے میں ہم جو طریقت اختیار کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ پہلے عربی متن دیں پھر ترجیح و تشرح اور اس کے بعد ”مطالب ملیہ“ کا عنوان دے کر ایسے خواشی لائیں جو طلباء حقیقی اور طلباء عزیز کے کام آ سکیں۔ ایھیں ترجیح و تشرح کے ہمراہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عالم افراہیں کے لئے ان کا بھل اور خلکت ہونا طاہر ہے۔ یہ اگر ترجیح و تشرح کے درمیان ہی وہ بینے جائیں تو مبتلا ہیں اتنی عالم افراہیں روں اور لیس ملکفہ نہیں وہیں ہیں کہ ہمیں بھلی بھلی جیزیں پڑھنے کے وادی خیر راست ان سے پوری دلچیلی لے سکیں۔ لیکن لیبورنیت، ہر جو دہ یہ

بہت آسان ہو گا کہ ہے نامض نکات و مطابق کے دلچسپی نہ ہو وہ "لطائف علیہ" کے اور اتنی سہ پڑھئے اور ترجمہ و تشریح تکہی مطالعہ نہ ہو درکے۔ اس طرح بھی محضورین حدیث کی واقعیت بڑی حوصلہ کاں کر لے گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے اور انسنے فضل مسلم کتاب الحسان کی تکمیل کر اوے۔ اگر یہ کام محسوس و خوبی انجام پاگیا تو تم محسوس گے کہ ہماری میٹھکانے لگی۔ غایبہ تو سکلت و المیرا نیب والصلوٰۃ فی المسلاٰہ مرغیٰ سرسوٰعاً المحتبی و علی الہ اصحابہ و اسرائیل جہہ و ذریاتہ اجمعین۔ متن پر جواشی کے جو نمبر ڈالے گئے ہیں، ان کا تعلق "مطلوب علیہ" سے ہے۔)

حَدَّثَنِي أَبُو خَيْثَةُ رَهْبَرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَأَوْكِيمْ عَنْ كَوْهَمْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
 أَبْنِ بُرْيَدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرِ سَرِّهِ وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذَ الْعَنْتَبِرِيُّ وَ  
 هَذَا حَدِيثُهُ قَالَ نَأَوْكِيمْ عَنْ كَوْهَمْ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرِ فَالَّ  
 كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدْرِ بِالْبَصَرَةِ مَعْبُدًا لِجَهَنَّمِ فَانْطَلَقَتْ أَنَا وَ حُمَيْدُ بْنُ  
 عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَمَارِيُّ حَاجَيْنِ أَوْ مُعَهْرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْلَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هُوَ لِرِ فِي الْقَدْرِ فَوَقَعَ  
 لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمَرَ بْنِ الْحَطَابٍ دَاخِلًا الْمَسْجِدِ فَأَكْتَنَقْتُهُ أَنَا وَ صَاحِبِي  
 أَحَدُنَا عَنْ يَمِينِهِ وَ الْآخَرُ عَنْ شِمَاءِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِيلُ الظَّلَامِ إِلَيَّ  
 فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ فِي بَنَانِاسٍ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ وَ يَتَفَرَّغُونَ  
 إِلَيْهِ وَ ذَكَرُهُنَّ شَارِعَهُمْ وَ أَنَّهُمْ يَرْعَمُونَ أَنَّ لَا قَدَرَ وَ أَنَّ الْأَمْرَ أَنْعَنَّ  
 قَالَ إِذَا الْقِيَمَتِ أُولَئِكَ فَاخْدِهِمْ أَنِّي بَرِئٌ مِنْهُمْ وَ أَنَّهُمْ بُرَاءُ مِنِّي وَ الَّذِي  
 يَخْلِفُ يَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحْدِ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ مَا فِيلَ  
 اللَّهُ يَعْلَمُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ

حدیث کے ترجیح سے قلیل یہ بات ہے کہ تقدیر کے مسئلکے میں معابد کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ تقدیر کے کہنے ہیں اور حقیقہ علماء نے اس کے بارے میں کیا کیا کہا ہے یہم اسی حدیث کے ذیل میں آگے بیان کریں گے۔ یہاں مجملات اتنا سمجھ لیجئے کہ تقدیر کے تین کمی ہونے والے واقعے کو اس کے وقوع سے بہت سہی مقدر کر دینا۔ صحاپہ کر ام اور تبعین عظام تقدیر کے باب میں ٹھیک و ہی حقیقت و رکھنے تھے جو اللہ کے رسول نے اپنی علمیم کیا تھا۔ ایمان و فیکن کی طاقتیت اور سیکنڈ کے باعث ان کے اندر نہ ایں و آں کی کوئی کیفیت تھی تقدیر کے تذبذب کا کوئی غبار۔ وہ غیر ضروری موثرگاہیوں اور وقت برداز کرنے والی نکتہ سنجیوں سے بہت دور رہتے ہوئے اپنے ان کاموں میں لگے ہوئے تھے جو دین و ملت کیلئے مفید

اور خداون کی ذرا توں کے تئے تو شریعت آخوند ہوں۔ انھیں فضول بخوبی سے دلچسپی نہ پہنچی اور آخوند کی مسویت کا خون ان کے قلوب میں اس طرح جاگز کر مل تو بعد کی ماست ہے لفظ و میان کی حادیک، بھجوہ اتنا ہی تھا وہ اتنا ہی تھا مخاطر ہے تھے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی تکونی صلاح کے تحت جن نعمتوں کو بیدار پہنچا ہی تھا وہ بہر حال ہے اور ان نعمتوں میں ایک فتنہ یہ بھی تھا کہ بعض حلقوں میں مسئلہ تقدیر پر ایسی گفتگوں میں شروع ہو گئیں جن کا مزاد ایمان بقین کی سادگی کے بھوار قدر نہ ممکن کی زوالیہ کی سے ساز باز رکھتا تھا۔ یہ نعمت اس وقت شروع ہوا جب مجاہد کرم حنفی کا دور حتم ہوئے جا رہا تھا اور بہت کم بھاجان بقیر حیات رہ گئے تھے۔

اس نعمت کا آغاز کب اور کس طرح ہوا، اسے دو اور دو چار کی طرح بیان کرنا تو مشکل ہے۔ اہل علم نے اپنی ائمہ معلومات کے مطابق نشاندہی کی ہے۔ جناب عجیب ابن بیرون جس حدیث کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں قبل و تعالیٰ کرنے والوں الہ پہل شخص بصر سے کام بود بھی تھا۔ چھینٹنہ ایک قبیلے کا نام ہے۔ یہ شخص تبعہ مشعور تابعی تھرست جسیں بصیری کے پاس اُنھیں ملے تھے والوں میں تھا۔ اس نے مسئلہ تقدیر میں اپنی عقل سے ایسی باتیں نکالیں جو اہل حق کے متفق علیہ عقیدے سے مختلف تھیں۔ پھر بیریاتیں چل گئیں اور بصیرے کے بھرترے لوگ انھیں بوجن صورت کرنے لگے۔

علام امین تیمیہ اپنی کتاب شریعت الدین میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا شخص جس نے عراق میں مسئلہ تقدیر پر نئی نئی باتیں گھر طبعی بصیرے کا سوسن نامی کوئی تھا جو جو سیروں میں سے تھا۔ اس کے بعد مجید جنی بھی اسی راستے پر لگ گی۔ جماڑی میں اس نعمت کا آغاز اس طرح بتایا جاتا ہے کہ جب ایک بار کعبہ کو ہٹ لی تو اسی شخص کے مذکورے یہ نکلا کہ کیا کیا جائے اللہ نے اسی طرح مقدر کیا تھا۔ خاہر ہے اس طرح کی بات اپنے دل کو تسلی دئے اور دوسروں کو صبر و شکر کی تھیں کہ طور پر کہی جاتی ہے۔ لیکن ایک اور شخص نے اس پر یہ کہدیا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کی حرمت مقدر نہیں کر سکتا۔ اس کا مشاہدہ کوئی منطقی بحث چھپڑنا نہیں تھا بلکہ یہ خالقہ ایک جذبائی بات تھی جو سطحی نہیں سے کہی گئی تھی۔ بعد اللہ کا طرف ہے۔ اللہ خدا پسے گھر میں لوگ لگنے کو مقدر فرمائے گا یہ بات درستے شخص کی بھی میں نہیں آئی اور اس نے سوچ کر بھی غیر شرکی اولیٰ کی تردید کر دی۔ بس یہیں سے وہ بحث ہڑتی ہے کہی جو تقدیر کے متفق علمی مسئلے میں طولانی مباحثت کا دروازہ ہمکھیلنے والی تھی۔ اب وہ صحابہ کیوں نکل رہیں تھے۔ بمان بند رکھتے جو ابھی زندہ تھے۔ مثلاً عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس اور ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہم۔ انھیں نے زور شور سے اس باطل اور گمراہ کن نقطہ نظر کی تردید کی جس نے ابتداءً محض اتفاق کی کوکھ سے جنم لیا تھا۔

اس تو طبع کے بعد اب ترجیح میں لیجئے۔ ترجیح کے بعد اب ترجیح میں لیجئے۔ ترجیح میں تقدیر کے متفق علیہ مسئلے میں این واؤ کی بصیرے میں معبد جنی تھا، دیکھنے کرنے کے بعد وہ اپنا تقدیر مذاقتے ہیں کہ ایک بار میں اور حمید بن عبد الرحمن جو یا عمر سے کیتی۔ سے روانہ ہوئے تو ہمارے درمیان یہ بات ہو رہی تھی کہ کاشش ہیں رسول اللہؐ کے صحابیوں میں سے کوئی مل جائے تو ہم اس سے ان بالوں کے بالے میں رہنمائی ھائل کریں جن کا چرچا یافتے لوگ تقدیر کے بارے میں کرو رہے ہیں جس اتفاق دیکھنے کے بھاری ملاقات ع عبد اللہ بن عشر سے ہو گئی جو شدید میں داخل ہو رہے ہے تھے۔ ہم نے انھیں اس طرح پیغام میں لے لیا کہ ہم میں سے ایک ایک داہمی طرف پر ہو گیا اور دوسرے ایک طرف۔ مجھے لقین تھا کہ میرے ساتھی حمید خود گفتگو کرنے کے بجائے یہ زیادہ پسند کریں تھے کہیں عبد اللہ بن عشر میں بات کروں چنانچہ میں نے ہمی آغاز کیا۔

اے ابو عبد الرحمن! میں نے انھیں ان کی کنیت سے مخاطب کیا۔ ”ہمارے اطراف میں کچھ ایسے لوگ ہو رہیں آئنے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور طلب علم میں بھی کوشش میں اور عقل و دراصلت بھی رکھتے ہیں مگر ان کا خیال ہے کہ تقدیر کوئی جزو نہیں۔

چوچھے ہوتا ہے وہ دفعتاً ہوتا ہے۔ اسے پہلے سے مقدر نہیں کیا گیا۔

پیشکار عبد اللہ ابن عمر حنفی خوش گواری بچجے میں بولے:-

”اسے بھی جن لوگوں کا تم ذکر کر رہے ہو ان سے الگ ملتو میری طرز سے کہدینا کہ میں ان سے بُری ہوں اور وہ بچھے ہے“  
”بُری ہونا کیا معنی رکھتا ہے اسے ذرا بچھے لیجئے۔ یہ دراصل ایک محاورہ ہے۔ اس کا استعمال ایسے موقع پر ہوتا ہے  
جب کسی بہت ہی بہرے اور ناپسندیدہ فعل کا ازٹکا ب ہوا ہو اور اسی فعل کی قیامت و کامیت کا احساس رکھنے والا آدمی  
اس سے اور اس کے مرتکبین سے بے تعلقی کا اظہار کرے۔ قرآن میں اس کی کئی مثالیں ہیں، ان پر نظر دلئے تو بات پوری طرح  
بچھے میں آجائے گی۔ سورۂ الزخرف میں ہے۔ ۵۱۰ قَاتَ إِبْرَاهِيمَ لَهُ بِئْرٌ وَ قَوْمٌ هُنَّ بَرَآءٌ عَمَّا  
تَعْبَدُونَ وَلَا يَأْتُونَ بِهِ وَلَا يَرَوْنَهُونَ فَهُنَّ بَرَآءٌ عَمَّا  
المحترم حنفی میں بھی حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ آتا بُرُّ عَوْنَاقُ وَ أَقْسَمَةُ هُنْ هُنْ میں بُری ہیں۔  
سرورۂ توہہ شرمہ ع پری لفظ بُرُّ عَوْنَاق سے ہوتی ہے۔ پھر اس کی تبیری آیت میں فرمایا گیا۔ آنِ العذَّابَ بَرَّ عَوْنَانَ الْمُنْكَرِ بَرَّ  
وَرَسُوكَـ۔ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بُری ہیں۔

شرکر کے بعد توصیت اللہ کے نزدیک کوئی نہیں۔ ان آیات میں اسی معصیت پر نکبر اور دعیا ہے۔ اس سے پوری  
طرح اندازہ ہوا کہ اظہار برآرت ایسی ہی حیزوں سے ہوتا ہے جو بہت خراب اور ناپسندیدہ ہوں۔ حب حضرت عبد اللہ ابن  
 عمر حنفی نے ان لوگوں سے اظہار برآرت کیا جن کا تذکرہ بھی نے ان سے کیا تھا تو معلوم ہوا کہ مسئلہ تقدیر کے سلسلے میں ان لوگوں  
کا جو خیال تھا وہ حضرت موسیٰ کے نزدیک انتہائی ناسد اور مگر اکنہ تھا۔ اسی کی تائید موسیٰ و موسوٰ فکے اگلے مدرسوں سے ہوتی ہے۔

”قسم ہے اس ذات پاک کی جس کی قسم ابن عمر کا یا اکثر تھے اگر ان لوگوں میں سے کسی کے پاس کوہ اُحد کے برابر سونا ہو  
اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خیرات کر دے تب بھی اللہ تعالیٰ اس کے اس صدقے کو قبول نہیں فراہم کر جائے تاکہ وہ تقدیر پر  
ایمان نہ رکھے۔“

داندازہ بچکے عبد اللہ ابن عمر سے تیور کا۔ لب دلچسپی کا۔ جوش اور جذبے کا۔ اللہ کی راہ میں بال خرچ کرنے کا۔ طبا کا زیر  
ہے۔ پھر اپر اپر سو ناخچ کرنا تو ظاہر ہے اتنے زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہو سکتا ہے کہ اندازہ ہی خلل۔ گرچھا بھی جلیل فرمائی ہے  
ہیں کہ ایمان بالقدر کے بغیر یہ بھی اکارت۔ انھوں نے کوہ اُحد کے برابر سونے کی بات تبلیغ کی مقصود یہ نہیں کہ ایمان بالقدر کے  
بغیر صرف مالی ہی عبادات صالح ہوتی ہیں۔ دوسری قسم کی عبادات مذاع نہیں ہوتیں ہوئیں۔ مقصود یہ ہے کہ عبادات خواہ لتنی ہی بُری  
ہو، مالی ہو، جسمانی ہو، اسکی بھی نوع کی ہو، وہ سراسر لا صالح ہے اگر قفس ایمان ہی میں مکوث ہے۔ اللہ نے قرآن میں صاف طور  
پر اعلان کیا ہے کہ اعمال صالح کی قبولیت ایمان پر محدود ہے۔ جو لوگ ایمان ہی ٹھیک طور پر نہ رکھتے ہوں ان کے اعمال صالح بُری  
اجر و رواستگی اختیار سے بے قیمت ہیں۔ اسی حقیقت کو حضرت عبد اللہ ابن عمر نے واضح کیا اور پھر ثابت کرنے کے لئے کہ  
ایمان بالقدر قفس ایمان کے اجزاء میں سے ہے۔ انھوں نے وہ فضل حربیت ایمان کی جو آجے آ رہی ہے۔

### مطابق علمی

۱۷ ابوحنیفہ۔ لفظ الخاع المصححة فی سکان الیاء المنشأۃ التحقیۃ و بعد هاشمیہ۔

۱۸ خلَّ شَنَاً اور خلَّ شَنِيًّا کے الفاظ اس اعتبار سے تو ہم معنی ہیں کہ یہ اس وقت بولے جاتے ہیں جب الفاظ حدیث خود

شیخ کی زبان سے ادا ہوتے ہوں لیکن ان میں ایک طفیل فرق اس پہلو سے ہے کہ بخشچ سے سُنے والا تھا ہوتا ہے تو وہ حدائقی کہتا ہے اور جب کوئی اور بھی اس کے ساتھ سُننے میں شرکیت ہوتا ہے تو حدائقاً پوتا ہے۔

**۲۷) کھمیں۔** - **نافع الحکاد** ناسکان الہاء و فتنہ الامم و بائیین المهمم - ہو کھمیں بن الحسن ابن الحسن التمیمی البصیری۔

**۲۸) عبد اللہ ابن بریدۃ** یہ ان جس شکل میں روایت کی ہے وہ اس حدیث کو خلیفہ ثانی حضرت عفرؑ کی مسانید میں شامل کرتی ہے۔ یعنی حضورؐ سے براہ راست حضرت عشرت نوٰ اور ان سے ان کے بیٹے عبد اللہ نے۔ لیکن عبد اللہ ابن بریدؑ کے بھائی سلیمان ابن بریدؑ اس روایت کو بایں طور پر بیان کرتے ہیں کہ وہ عبد اللہ ابن عفرؑ کی مسانید میں شامل ہو جاتی ہے۔ یعنی عبد اللہ ابن عمرؑ براہ راست حضورؐ سے سننا۔

ہمارا ناقص خیال ہے کہ حقیقت میں اس کا سنا د حضرت عفرؑ کی طرف زیاد صحیح ہے اور سلیمان اگر حضرت عفرؑ کا نذکر نہیں کیا تو وہ ضروری نہیں کہ ان کے نزدیک ابن عفرؑ نے براہ راست حضورؐ سے مُنْتَہی ہے۔ ایسا ہوتا ہے، ہوتا تھا کہ ایک صحابی نے اگر درود سے صحابی سے سُننا کوئی حدیث بیان کی ہے تو تابعین کرام حصہ ایک صحابی کے ذکر پر اتفاق کر لیتے تھے۔ اس کا سبب وہ زبردست اور قطعی اعتقاد تھا جو صحابہؓ کی راستہ بازی اور صدق شعارات پر ہر شخص کو تھا۔ ایک صحابی نے اگر حضورؐ کی طرف کوئی قول پنسوب کر دیا تو اب یہ سوال ہی پسندانہ ہوتا تھا کہ اس میں اس انتساب کی حد تک رسیب و اشتباہ کی ادنیٰ سی جگائش بھی تصویر من آسکے۔ لہذا اگر کہ ضروری ہے کہ اگر ایک صحابی نے درود سے صحابی سے سُن کر کوئی حدیث بیان کی ہے تو اس درود سے صحابی کا بھی نہ اڑا کیا جاسے۔ فتنی اعتبار سے اگرچہ اس درود سے نہ کوئی بھی اہمیت ہے اور بعد کے مخاطر ارباب فتن نے اس کا اہتمام کیا بھی ہے لیکن تابعین کے ذریعہ سن تو فتن اس درود پر ضبط ہوا تھا جتنا وہ بعد میں ہوا اور نہ فتوحون کی وہ کثرت تھی جو بعد میں ہوئی اور جس کی وجہ سے فتنی حدیث کو حرم و احتیاط کی آخرتی باریک بیانوں کے ساتھ مکمل کرنا وقت کا اہم ترین تقاضا فرا ریا یا۔ ہو سکتا ہے سلیمان ابن بریدؑ کے علم میں یہ بات ہے کہ ابن عفرؑ نے اپنے پاپ عفرؑ سے من کر یہ حدیث بیان کی ہے اور پھر بھی انکھوں نے حضرت عفرؑ کا نذکر کرنا اس نئے ضروری نہ سمجھا ہے کہ ان کے بیٹے ہی کانام صحت حدیث کی کافی واقعیت ہے اور یہ مانتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ سلیمان کو حضرت عفرؑ کے ولسطے کا علم نہ ہو اور وہ کہی سمجھے ہوں کہ خود ابن عفرؑ نے براہ راست حضورؐ سے ایسا سنا ہے۔ و اللہ عالم بالصوراً۔

**۲۹) عجمی بن یحییٰ کی کنیت اولیمان ہے۔** نیز راحیں ابوسعید اور ابو عدی بھی کہا جاتا تھا۔ پہلے بصری اکمل میں جاتے رہے پھر روزی کے جانے لگے۔ اپنے فقیر اور جماعت ادیجتے اسی نئے انجین لیقین ہوا تھا کہ ان کے ساتھی عجمیہ لفستگو کی ذمت داری اپنی کسرے والیں سے۔ ایک روایت میں اپنے اس لیقین کی وجہ خود انکھوں نے ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ اپنی کنیت ابسط لساناً۔

**۳۰) اہم مسلم کا طریقہ ہے کہ کوئی روایت انہیں جتنے سلسلوں سے بھی آنکھی ہے ان سب کو ایک ہی حکم بیان کر دیتے ہیں۔ ایک مسلم بیان کرنے کے بعد وہ ح کی غلامت لا کر وہ مسلمہ شروع کرتے ہیں۔ ح لفظ تحول سے لی گئی ہے جس کا مطلب ہے، روئے سخن کو ایک مسلمہ رہا ایت سے دوسرے مسلمہ رہا ایت کی طرف پھرنا۔**

طلیا رکے لئے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب ح آئے تو وہ کہیں قال وحدت نما ایڈن۔ فلاں سے مراد یہ ہے کہ راوی کا جو بھی نام اہم مسلم نے دیا ہے اسے پڑھیں۔ قال کا فاعل یہاں خود اہم مسلم ہوں گے۔

**۳۱) وہنہ احمدیہ اہم مسلم کی عادت ہے کہ جب کسی روایت کے درود ایوں میں عجمی و مدعا کے اعتبار سے کلی اتفاق**

ہو گرچہ الفاظ ان کے جدا خدا ہیں تو وہوں رواویں کا ذکر کرنے کے بعد وہ یہ صراحت بھی کر دیتے ہیں کہ میں جو الفاظ میں روایت کر رہا ہوں وہ اس انتفاضا رواوی کے ہیں۔ تصریح کا یہ طریقہ دیگر محدثین نے بہت کم اختیارات دیا ہے مگر ان مسلم اس پر کثرت سے عامل ہیں۔ یہ ان کے غیر معولی احسان ذمہ داری اور حرم و احتیاط کی دلیل ہے۔ طالب الدین سراہ۔ یہاں الحکوم سے دو سو دین بیان کیں۔ پہلی ابوضیثہ سے شروع ہوتی ہے اور دوسرا عبید اللہ بن معاذ سے۔ ہذا احادیث عبید اللہ کے ساتھ کہا گیا ہے معلوم ہوا کہ آئے جو الفاظ میں الحکوم سے روایت میں کی ہے وہ الفاظ عبید اللہ کے ہیں۔ اب حقیقت کے بعض الفاظ ان سے کچھ مختلف رہے ہوں گے۔

۵۷ اطافت پست طبلاء یہاں دونوں سندوں کے دلیلیں فرق بھی دیکھیں۔ پہلی سند میں کھمس سے دیکھنے جو روایت کی وہ عن کے ساتھ کی جسے اصطلاح میں غنٹہ کہتے ہیں اور دوسرا سند میں راحیں بھوس سے معاذ نے جو روایت کی وہ حد ثنا کے ساتھ کی جسے اصطلاح میں محدثیت کہتے ہیں۔ یہ ایک فرق ہوا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں عبداللہ بن بربیلاۃ ہے اور دوسرا ہے مرف ابن بربیلاۃ۔ اس سے یہ فلسطینی نہ ہوتی چاہیئے کہ ابن بربریہ سے مراد عبد اللہ کے بھائی سليمان ہوں گے۔ مراد یہاں بھی وہی عبد اللہ ہیں کیونکہ امام مسلم نے ازراء احتیاط جن طرح سننا اسی طرح بیان کر دیا۔ سليمان اس لئے مراد نہیں ہیں کہ جیسا ہم عرض کر چکے ہیں سليمان اس روایت کو بطور سند ابن عمر بیان کرتے ہیں اور یہاں پرروایت بطور سند عمر بیان ہو رہی ہے۔

۵۸ ظاہر ہی محیب بات ہے کہ جو بھی خود ہی اپنا اقر بیان کر رہے ہیں وہ تعین طور پر یہ نہ بتا سکیں کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ جو کوہار ہے۔ فخر یا عمرے کو بلکہ شاک پر بدنی فقرہ پولیں۔ یعنی ”یا تو جو کوہار ہے تھے یا غرے کو۔“ اس کی توجیہ ہے کہ پیشک آمیز فقرہ دراصل ان کا نہیں ہے بلکہ رواویوں میں سے کسی رواوی کا ہے۔ یہ تو ہمیں حقیقت نہ ہو سکی کہ تعین طور پر کس رواوی کی طرف اسے منسوب کریں میکن اغلب یہ ہے کہ عبید اللہ ابن بربریہ بھول گئے ہوں گے کہ بھی شخص کا ذکر کیا احتیاط یا عمرے کا۔ یا پھر محس بھولے ہوں۔ یا معاذ اور وکیع میں۔ یہ کوئی اس شاک میں پڑا ہو۔ آخری درجے میں اس کا تعلق ابوخشمہ یا عبید اللہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۹ یادی النظرین پر جملہ تجمل ہے جس سے یہ تپر نہیں چلتا کہ قدر کے مسئلے میں معب جہنی نے کیا کہا ہے۔ مگر مخادرہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس۔ نبی کوئی ایسی بات کہی جو پہلے سے مسلم و تعین عقیدے کے خلاف تھی۔ لفظ قدر اور طریقہ پڑھا جاسکتا ہے بلکہ دال اور بفتح دال (قدار اور مقلّہ) مفہوم یہ ہے کہ جو اشیاء اور امور اور حادث کامست میں ظاہر ہوتے ہوتے رہتے ہیں ان کی مختاری اور زمانہ و قوع وغیرہ کا علم پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کو ہے اور آج وہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اپنے پہلے علم کے مطابق ہی کرتا ہے۔ اسی نہیں ہے کہ پہلے سے علم نہ ہو اور وقتاً فرتوں جو بھی مصلحت کے مطابق نظر آئے اس کے مطابق حکم صادر کر دے۔ یہ عقیدہ و خیال دلائل قلعہ۔ یہ ثابت ہے اور جملہ صحابہؓ اور تابعین کرم اسی مسلمات کی حیثیت سے جانتے تھے تا انکہ کچھ لوگوں نے اس کے خلاف این و آن شروع کی۔

۶۰ بصرہ مشورہ تو فتح الباری ہے میکن بعض صورتوں میں بکسر الباء بھی بولا گیا ہے۔ تصریح کے طور پر اسے بمعیرۃ بھی کہدیا جاتا تھا۔ پہلے بھی اس کی ایزٹ سے اینٹھی کچھ بھی تھی۔ پھر اسے عقیم بن غزوان نے ششہ میں عہد فاروق تی میں تعمیر کیا۔ اسے بنویں علامہ مسحی قبۃ الاسلام اور خزانۃ العرب کہا گیا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بھی بھت پرستی نہیں تھی۔

۶۱ یہاں ایک دلچسپ بحث ہے۔ جیسے آج تک ملک مجاہدی اور قادر یا اور حکیم الہوی وغیرہ شری گالیاں میں اسی طرح ایک زمانے میں ”قدریہ“ بھی ایک ستم کی گالی ہی تھی۔ یہ ان لوگوں کو دی جاتی جو تقدیریز کا نکار کرتے تھے۔ ایک بار بعض قدریوں نے

مل کر گیا کہ وہ صاحبِ داد، ہم قدر یہ کیوں ہوتے۔ قدر یہ تو تم ہو کہ تقدیر کا خفیہ رکھتے ہو۔ ہم تقدیر کے ملکہ ہیں یہی قدر ہے۔ کہنا کہاں کی عقائدی ہے۔

د اتفاقی نظاہر ہیں تو ان لوگوں کی پہنچ سمجھی درست ہی نظر آتی ہے۔ لگ بھاری میں جائیے تو یہ کچھ بھی نہیں۔ سوچنا یوں ہو چکا کہ ان کے اور ہمارے عقیدے کی تسلی داعمی کیا تھی۔ ان لوگوں کا ہمانہ تھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ اُس اختیار کی بنیاد پر کرتے ہیں جو ہمیں اللہ نے اختیار ہے۔ ہمارے افعال پر یہ سے مقدر ہوں ایسا بالکل نہیں۔ ہماری تقدیر خود ہمارے ہاتھوں ہیں ہے ہم ہمیں اسے بناتے ہیں۔ ہم یہی اس کے لخت رکھ لیں ہیں۔ اس دعوے اور عقیدے کا مطلب اس کے سوا کیا ہو اک ان حضرات نے تقدیر کو اپنی ذات سے مفسوب و مربوط کیا۔ جب کہ ہم تقدیر کو اپنی ذات سے منسوب نہیں کرتے بلکہ اللہ کے علم و قدرت کو اس کی زبان سوچتے ہیں۔ وہ خود اپنی ذات اور اپنے نفس کی طرف تقدیر کی اختلاف و نسبت کے درجہ دار ہیں اور ہم ادا خصیں تقدیر کے کہنا بلاشبہ بیان و اتعہ ہے نہ کہ الزام۔ اور ہم اپنی ذات سے قدر کی نقی کر کے اسے اللہ سے منسوب کرتے ہیں۔ ہذا ہمیں تقدیر یہ کہنا خلافت و ادعہ ہو گا۔ جو فرمایا گردہ کسی شے کو خود اپنی ذات سے مفسوب کرنے پر اصر ہوا اسی کے لئے اس شے کو بطور عنوان اور بطور لقب (استعمال کرنے ازیادہ موزوں ہو سکتا ہے نہ کہ اس فرمایا گردہ کے لئے جو اسے اپنی طرف مفسوب کرنے سے مجبوب ہو اور اصر اس کے ساتھ کسی اور کی طرف (بعنی اللہ کی طرف) مفسوب کر دیا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدر یوں کو اس مددت کے مجموعی فرار دیا ہے۔ جو ہمیں نے جس طرح خیر اور شر کے دو الگ الگ سرچشمے اپر من اور پر داں کے نام سے گھرے اسی طرح قدر یوں نے یہ مانسے انسکار کر دیا کہ وہی باری تعالیٰ جو خیر کو پسند فرماتا ہے تسلیم کر دیا کہ مقدار کر سکتا ہے۔ هذا الحشث طوین۔ اب اس اتنا خود فوٹ کر لیجئے کہ اقد رسیہ مخصوص ہذاۃ الراہۃ والی حدیث ابو حازمؓ نے عبد اللہ ابن عوفؓ سے مر فوجار و ایت کی ہے۔ اب داد اور المستدرک میں اسے دیکھ لیا جاتے۔ حاکم دعاویں (المستدرک) کہتے ہیں کہ اگر ابن عوفؓ سے ابو حازمؓ کا اسماع ثابت ہو جائے تو پھر یہ روایت ان تمام شرائط پر پوری اُترتی ہے جیسیں بخاری کو علم نے محنت حدیث کے لئے ملاحظہ رکھتے ہیں۔

**صلح یعنی تلقین و دن۔** تاف پہلے اور فا بعد میں تقرر ایسی مطلب کو کہتے ہیں جن جسجو کا پہلو خاص نہیں ہے۔ اگر فا پہلے اور قاف بعد میں پڑھیں تو مطلب ہو گا اگر اسی کے ساتھ بحث کرنا اور باریکیاں لکھنا۔

کہاں جو پھیر مسلم کے ساتھ داعم و صرف بیان کر رہے ہیں۔ اچانکہ اس میں ذکر و احاد غائب کا صیغہ کیسے آگیا۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہ ذکر سے پیکر اُنفٹ تک این بریدہ کا فلم یہی بھی کا ہیں۔ بھلی نے عبد اللہ ابن عمر سے قدر سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہو چکا کہ وہ لوگ تفصیل علم کے ایسے شوقین ہیں۔ فنکر و فہم میں ایسے ممتاز ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ این بریدہ نے اس تمام تفصیل کا خلاصہ ذکر کر دیا تاکہ بات طویل نہ ہو جاتے۔ ایسا عموماً ہوتا ہے کہ تم کسی کی باتیں پھیر مسلم کے ساتھ اُنفل کرتے ہوئے کہدیے رہیے ہیں کہ اور اس نے ایسا ایسا کہا۔ ذکر کافا“ علی یعنی میں اور مسلم این بریدہ۔ البتہ اُنفٹ کے تحصل بعد جو قال سے ہے اس کا خاصل این عرض ہے اور ملکہ بھلی۔ فا انہم۔

فان اُنفٹ کسی بھی موصوفت کی صفت بن کر اسے اسی ہی نئے بن کا سفہیم ضرور بایا جاتا ہے۔ مثلاً کافی اُنفٹ۔ وہ پہلے جس کے نئے بن کا یہ عالم ہو کر ابھی تک اس سے کسی نے کچھ پیا ہی نہ ہو۔ سروض اُنفٹ۔ وہ سبزہ زار جس میں ابھی تک کی چند نئے سخونہ مارا ہو۔ اُنفٹ اس کے لئے۔ از سر تو گرنا۔

آنکھوں دیکھاں حال

## ڈھاکہ میں

# جماعتِ اسلام پر کیا گذری

میدان میں شیخ صاحب نے "توم" کی رہنمائی پوں فرمائی کہ مغربی پاکستان کا نام لیتے وقت بار بار "آقا" کا فقط انتقال کیا اور مغربی پاکستانی آقاوں کو مشرقی پاکستان کے تمام مصائب کا ذمہ دار قرار دیا۔ ان آقاوں کے ضمن میں انھوں نے دوسرے رہنماؤں کے علاوہ مولانا مودودی کا نام بھی لیا اور فرمایا کہ اب اسلام کے نام پر ہمارے حقوق کو غصب نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ساتھ ہمیں انھوں نے اعلان فرمایا: ہم قرآن مدنٹ کے خلاف کوئی قانون تاذ نہیں کریں گے "شیخ صاحب کی تقریر کے ان دونوں نظر کو" خصوصی پذیر ای تھاں ہوئی۔ انھوں نے اپنی "چھ بھتی زندگی" میں پہلی بار اسلام کا نام لینے کی ضرورت حسوس کی تھی اور اس کے ساتھ ہمیں شیخ مولانا مودودی کے خلاف سامعین کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کی بھی فرمائی تھی۔ اس سے دو انشتہ ناتھ اخذ کیے جاسکتے ہیں:-

(۱) شیخ صاحب اسلامی قوتوں کی سرگرمیوں اور ان کی قوت سے خائف ہیں اس لئے اسلام کا سب سارا لینے پر جبر عویض

میں ۱۲ جنوری کو ڈھاکہ کے سینچا اور فضنا کو سوچھتا رہا پہلی بار بیان آیا تھا۔ اس نئے دل میں ہزاروں شوق اور ڈبلوٹھ طلب سے ملا قابل ہو گئی۔ کئی سرکاری افسروں کے درش بھی کئے۔ سیاست و اذوں کے باں جانا بھی ہر ادا و عمل آدمیوں سے ملتا ہے۔ پورے ڈھاکے میں شیخ مجیب الرحمن کے خطہ اشنان جلد ہوا کا پورا ہجرا تھا۔ ہر شخص کی زبان پر تین روز پہلے منعقد ہوئے والے اس اجتماع کا ذکر تھا، سیاسی سرگرمیوں کے پابندی ہٹئے کے بعد ڈھاکے میں شیخ صاحب کا یہ پہلا خطاب تھا اور اسے ان کی "پالیسی سٹیٹ میٹنگ" POLICY STATEMENT کی حیثیت حاصل تھی۔ اخنوں کو شائع ہونے والے ایک خوامی لیکن ہفت روزہ نے آٹھہ کالمی مشیر سرفی لگائی۔ "مجیب الرحمن آج پہنچ میدان میں تقریر کریں گے" دوسری سسختی تھی۔ "قوم رہنمائی کے لئے ان کی طرف دیکھو تو ہے"۔ اس کے بعد ان پر چیکے تو معلوم ہوتا ہے کہ قوم سے مراد بھائی قوم ہے اس اخبار نے شیخ صاحب کو "بھگاں کی تسلیم اتنا تو ہی کے تصویر کا اصل مصنفہ قرار دیا۔ پہنچ

کا لفظ استعمال کیا، باقی سارے عصده بیگانی اور بیگانی کا در در فریاتی رہے اور یہ بھی ارشاد کیا ”میرا کام ختم ہو چکا ہے بیگانی ہاں انتھے ہیں۔“ شیخ صاحب نے اپنی تقریر کے دوران خود کو حباب سہر و دردی اور فضل احتج مروم کی صفت میں کھڑا کر لیا اور فرمایا ”سہر و دردنا اور فضل احتج کی طرح یہی نے بھی مسادات کو تسلیم کر کے عطا کی تھی۔“

حدیث ختم ہولے کے بعد اس کی حاضری کے بارے میں اخبارات اور اجنسیوں نے دوڑ لگاتی شروع کر دی کسی نے چار لاکھ کھا تو کسی نے پانچ لاکھ۔ عوامی لیک کے توجہ ان ایک انگریزی ہفت روزے نے توکمال ہی کر دیا اور سامعین کی تعداد سات لاکھ کھماری۔ اس سلسلے میں ایک رچر بیان یہ سنئے میں آئی کہ جناب الوب خان نے مادرست کے انتسابات کے بعد یہیں ایک جلسے سے خطاب فرمایا، تمدن فہم نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کی حاضری پانچ لاکھ عطا کی اس کے جواب میں روز نامہ ”اتفاق“ نے تکھا تھا کہ پیش میدان میں ایک لاکھ سے زائد افراد سماں ہیں سکتے، یہ پانچ لاکھ کپاں سے آگئے تکہنے جھیب صاحب کے جلسے کے وقت شاید ”اتفاق“ کو یہ بات یاد نہیں رہی۔

بیرونی میں میدان کے اس جلسے کے ساتھی بیٹھا اٹھتا شروع ہو گئے کہ اتوار تھیں نہیں گزر گا اور مولانا مودودی بآسانی جلسے سے خطاب نہیں کر سکیں گے۔ خدمات شدید ہوتے گئے اور یہ اجنبی تھی۔ مولانا مودودی اس دن ۲ جنوری بیس نیٹ پر تیج گاؤں کے ہوا تھے پر اترنے والے تھے۔ یہ افواہ زور شور سے پھیلائی کی کہ مودودی صاحب کا جہاز ہوا تھا اُڑے پر اترنے نہیں دیا جائے گا ہوا تھا اُڑے پر بڑاں افراد جمع ہو گئے۔ بیان مشورش میر پاکر نے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کی رو ہی وجود میں ہو سکتی تھیں، یا تو سہنگاتے کا پروگرام ختم کر دیا گیا۔ یا پھر ہوا تھا اُڈے کے بجائے پیش میدان پر ہی تکمیل انتساب پڑی۔

(۲) مولانا مودودی کو اسلام کے نام پر مشرقی پاکستان کے ساتھ انصافی دلخیر افراطی کے کراس معین کو ان کے خلاف بھڑکایا۔

ایک ہفتہ کے بعد مولانا موصوف کو پیش میدان میں بی جبلی سے خطاب کرنا تھا۔ اس کا اعلان جماعت اسلامی کی طرف سے کیا جا چکا تھا۔ اس پر منظر میں بیکھا جائے تو اپنے پالیسی میثاق میں شیخ صاحب کے مولانا پر جملے سے لوگوں کو ”رہنمائی قیامتی علیتی حقی کیوں نکلے قوم ان کی طرف رہنمائی کے نئے دیکھ رہی تھی؟“

آگے چلتے سے پیشہ پہنچی میدان کے اس جلسے کی کچھ خاص باتیں بھی عرض کردی جائیں تو نامناسب نہ ہو گا۔ اس جلسے کی تیاریاں کمی دن پیشتر شروع کر دی گئی تھیں۔ عوامی لیک کی تمام ضلعی شاخوں سے کہا گیا کہ سامعین بھیجے جائیں ان ”چہار سامعین“ کو عوامی لیک کی طرف سے کرایہ آمد و قدرت دیا گیا۔ ۵ ترک ڈھاکے سے آدمی و مصنوعی پر ماورئے۔ ایک سو ٹوڑ کشا جو میں لا کوڈ سیکر نصب ہے، دھنکے اندرونی محیب کی تقریر کا اعلان کرنے پر امور تھے۔ ایک ذمہ دار سیاسی لیڈر نے ان اخباری اطلاعات کی تصدیق کی کہ اس جلسے پر اڑھائی لاکھ رجیپے خرچ کیے گئے۔ جب شیخ محیب الرحمن تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو مسٹریج سیکرٹری نے اعلان کیا: ”نیکو میڈیا“ دہنگال کے درست، بیگو شارڈی دہنگال کے شیردل، بانگ لار مانی (دہنگال کے موئی) آپ روانے تی ڈانڈی، جاتا (عوام کے مسلمہ اور متفقہ رہنا)، قوم کے لئے پیغام عطا فرمائیں گے۔

جلستے میں باریا ٹمار دیش، امار دیش، بیگل دیش اور ”جاگو جاگو دہنگالی جاگو“ کے نغمے لگتے رہے، جلسے کے جو پر مدرسپاں کئے گئے، ان میں سے ایک یہ بھی عقائد اکٹھا ازاں ایسا چاہتے ہو تو متحبد ہو جاؤ۔“ شیخ صاحب نے اپنی تقریر میں ایک یاد دیا کہ پاکستان

جلسے میں نعروہ وغیرہ لگائتے تک محدود درپہنچا وہ اسی کا مقابلہ کر لئے کی تیاری میں لگے رہے۔ لیکن جن حالات سے سابقہ پیش آیادہ کسی کے گمان میں نہیں تھے۔

### مسیح

۱۰ جنوری کو طارع آناسب ہوا جماعتی اسلامی کے کارکنوں نے پلٹن میدان کے قریباً دریا میں باقاعدہ جھوٹی سی سجدہ کے ساتھ دیس مسجد غلیظہ دوسری تعمیر کی لئی تھی، سچے جگہ پہنچنے والا دسیکر نصب کئے تھے اور حصہ گاہ میں جگہ جگہ پائنس گاڑ کر چال لیں ہارلن ان سے باندھے گئے شیخ پر کریں ہارنیں رکھی گئی تھیں۔ سفید چاندنی پکجی ہوئی تھی کہ مشرقی پاکستان کے ساتھ نا انصافیوں کی ذمہ داویں کیونکہ وہ شبھی بر سر اقتدار نہیں آئی۔ ان کی اس بات کی اطلاع شیخ صاحب کے شیدائیوں کو می تو ان کے اعصاب بھی متاثر ہوئے۔

ساعین کے عینہ کا انتظام تھا۔ پلٹن میدان کے گرد عین طرف یکنشت کی دیوار تھی ہوئی ہے۔ ایک طرف سٹیڈیم ہے اور بیت المکرم کو جانے کا راستہ۔ اس چار دیواری میں دروازہ دروازے ہیں اور ایک بے قاضہ یا یک کو سٹیڈیم والا گیرٹ کھٹے ہیں اور دو سکر کو ڈی آئی۔ قریب روڈ کا گیرٹ ہوئی تھی کہ کے ساتھ ہی ایک بیٹ منٹھ کوڑت ہے اور اس سے آگے چل کر دیوار کے پاس دکھن۔ آزا اور واری۔ شیخ کی پچھی طرف جو دیوار ہے اس کے ساتھ ایک بیٹ میں کی دیوار کی گھرا ہو اسیدان سے اس کی چیخت میدان اندر میدان کی سما ہے۔ ڈی آئی ٹھی روڈ پر گورنر ہاؤس واقع ہے اور پلٹن میدان سے اس کا فاصلہ صرف چند سو گز کا ہے۔ ڈی آئی ٹھی روڈ والے گیرٹ کے بالکل سامنے یہ پلٹن میدان ہے جس کے اندر ایک تالاب بنایا ہے۔ شیخ کے دامنے طرف سٹیڈیم یا یہی طرف ڈی آئی ٹھی روڈ سامنے جناح ایوسیور روڈ اور پھی بھی ڈی آئی ٹھی روڈ ہے۔ عقیقی دیوار اور سٹیڈیم کی تاریکیت دلوں کے دریا میں ایک تنگ سی گلی ہے۔ اس سے گذر کر ڈی آئی ٹھی روڈ پر پہنچا جا سکتا ہے جلدی تھیک تین بجے پر وغیرہ غلام اعظم کی صدارت سے شروع ہو گیا۔ پروفیسر صاحب شیخ کے دریا

مولانا مودودی ہوانی اڈے پر پہنچے تو ہزاروں فوجوں نے "شوتب ویر مکنی دوت"۔ مولانا مودودی "وصدی کا عظیم صلح اور رہنمائی کے نفرے لگا کر ان کا استقبال کیا اسی دن شام کو مولانا مودودی نے چھاتر و شلگھوکی کا خروج دی پندرہ جنوری سے ہوش ایڈن میں شروع ہوئی تھی اور اس میں شرقی پاکستان کے مختلف شہروں اور دیہاتوں سے قریب تین ہزار مددوں میں شرکیے تھے میں سوالات کے جواب دیئے اور واضح طور پر یہ بات کہی کی جماعت مشرقی پاکستان کے ساتھ نا انصافیوں کی ذمہ داویں کیونکہ وہ شبھی بر سر اقتدار نہیں آئی۔ ان کی اس بات کی اطلاع شیخ صاحب کے شیدائیوں کو می تو ان کے اعصاب بھی متاثر ہوئے۔

### —

جلسے کی گھریاں جوں جوں قربِ آرہی تھیں تشویش میں اضافہ ہو رہا تھا۔ عام خیال ہی تھا کہ مولانا سے تنگی میں تقریر کرنے کا مطالبہ کر کے ہنگامہ گھر اکر لئے کی گوشش کی جائے گی۔ لہ جنوری کو تیسپ کے عذر میں محمود الحنفی عثمانی سے انہی کل پارٹی کے وکریہ سلوک کر چکے تھے۔ کئی لوگوں کی رائے میں محمود الحنفی عثمانی سے یہ مطالبہ جماعت اسلامی کے لئے انتہا ہے۔ جماعت کے کچھ مقامی رہنماؤں نے یہ تدبیر سوچی کہ مولانا کو چند بیکار فضیل کو کہا کر دیئے جائیں ہیں میں وہ حافظین سے اپنے بیکار ز جانتے کی معرفت کر لیں۔ اس کے بعد شوہش پس اس معاملہ میں جذبات کو ہٹ کاہیں لکھن گے سنا ہے مولانا مودودی کے سامنے پر تجویز تھی کہی تو انھوں نے انکار کر دیا ان کی تجویز تھی کہ بیکار کو کہہ دینا صحت ہے اور نہیں، لیکن اس طرح چند فقرے کے لئے کہہ دینا صحت ہے اور "تصنعتی حریث" بھی گوارا تھیں۔ اس پر سب لوگ خاموش ہو گئے اور درکار دیکھوں کو جو کس رہنے کی تلقین کر دی گئی۔ خیال تھا کہ مولانا کی تقریر کے ساتھ ساتھ غلام اعظم اس کا بیکار ترجیح ساختے جائیں گے۔

جماعت کے مقامی رہنماؤں کا خیال تھا کہ ہنگامہ

سلف پر دیوبند اسلام اعظم مشرقی پاکستان کی جماعت اسلامی کے ایم جیا۔

آئی۔ پھر دوں کی بارش کے دوران نماز ادا ہوئی۔ اسی دورانِ حملہ اور سُنیدھم کی گیت سے دوبارہ اندر گھس آئے اور ذہی، آئی، قی روز دا لئے بیٹ پر جھی تسلیط چالیا۔ سُنیدھم کی پاس پھر عزکر پڑا اور حملہ اور دوں کو ایک بار پھر سپاٹی اختنا کرنی پڑی۔ وہ جناب الیونیورڈ میں نکل کر اس سے بچنے لائے ایک تو ہبھی سڑک کی طرف بھاگ گئے۔ اسی دورانِ پیشی آئی۔ اس وقت شیخ پورے پاچ بجے تھے پوسیں کی کھب ایک ٹرک اور ایک جیپ پر ٹھنڈی ہوئے۔ افرینہ اتر کر فریقین کو رد کا اور پوسیں سُنیدھم کی گیت پر چڑھی ہو گئی۔ جسے کے منتظمین کو اطمینان ہو گیا۔ وہ پوسیں کی یقین دہانی پر اختداد کرتے ہوئے شیخ کے پاس لوٹ آئے اور یہ ان کی غلطی تھی۔ پوسیں چند لمحے دہان کھڑی رہی اور اس کے بعد شرپسندوں کو اندر جاتے کار استہ دی دیا۔ اس کے ساتھی شیخ کے سامنے کی دیوار پھلانگ کر سکیوں افراد کو دی پڑے۔ حشر کا سماں تھا پوسیں دور کھڑی تاشا دیکھ رہی تھی اور چاروں جانب سے یلغار جاری تھی۔ اسی دوران جناب الیونیورڈ پر دو دھماکے ہوئے اس سے ہر اس پھیل گیا۔ پوسیں ہمہ بہت تھا جسے سختی پھٹ پڑے ہوں۔ پروفسر غلام اعظم نے اعلان کیا کہ ہم جلوس یا ناخود کرنے والے اس چلیں گے اور اس کی قیادت کروں گا۔ پروفسر شیخ سے اترنے لگے، مگر رضا کاروں نے انھیں پکڑ دیا۔ کئی کارکنوں کی آنکھوں میں آنٹوں کی گئے، لیکن غلام اعظم نے پچھہ ہٹتے سے انکار کر دیا۔ وہ ذہی، آئی، قی روز کی طرف پڑھے اور ان کے ساتھی جلگہ میں موجود دو سکر سامعین دھن کی تعداد اب چند ہزار تک سمجھ آئی تھی، اُن کے پچھے چلا گئے۔ ذہی، آئی، قی روز د پر اتنی شدید سکنگاری ہو رہی تھی کہ آگہ نہ پڑھا جاسکا۔ رہاں بھی بیٹھا رافراز زخمی ہوئے۔ کارکنوں سے پروفسر رضا کو اپنے بازو دوں میں جھوٹا اور زردستی مسجد میں لا کر بھاگ دیا۔ پاروں طرف سے جسیسے گاہ کا گھیر اور ہو چکا تھا۔ یا ہر لکھنے کا کوئی راستہ نہیں تھا اور دو اس پر تباہ نہیں رہا تھا۔ سُنیدھم کے گیث سے حملہ آور دوں کی تازہ کصیپ آپنی اور انہوں نے

میں بیٹھے تھے۔ ملک کے دونوں کونوں پر مایک نصب کھا پر دگرام یہ تھا کہ ایک مایک پر مولانا سرودوی تقریر کریں گے اور دوسرے پر دورانِ قفر رہی۔ دغنوں سے اس کا ترجیح سنبھالا جائے گا۔ تینی بجکر ۲۰ منٹ پر حصہ کاہ میں تھرڈ پر سائونڈ پرایا ہوا اور کچھ بگون میں سُنیدھم کے قریب جما گوئی کے نتیجے لگائے شروع کر دیئے۔ اس طرح کی حکومتیں جلدی خوب کرنے کے لئے عموماً استعمال کی جاتی ہیں، اس نے اس سے کوئی فرق نہ پڑ سکا۔ چند منٹ بعد ایک صاحب سرخ کپڑ دہیا ملبوس آپنے اور محظیوں کی ہی حکمات کرنے لگے انھیں جسے سے باہر نکال دیا گیا۔ مگر وہ سُنیدھم کی عمارت پر جو طحہ کئے رہے میں معلوم ہوا کہ یہ دیوانِ برطاہ ہوئا تھا۔ پھر گھٹے کے دورانِ میشن دستار ہاک اور حملہ کرو یا اور حرس سے ملائے تین بجے ہوں گے کہ ایک صاحب نے بچے کہا، آپ نے دیکھا وہ چاقو لے رہے ہیں۔ سُنیدھم والے گیت سے اندر کی طرف داعی چاقوؤں کی دھاریں جمپکی ہوئی تقریباً ہی تھیں چند بیٹھے بعد ایک لوجران کو اٹھا کر لایا گیا۔ اس کے حصہ سے خون پہنچا۔ اسے مسجد کے پاس لٹا دیا گیا۔ اس کے بعد تو زخمیوں کا تاثنا نہیں ہو گیا۔ کچھ کارکنوں اور سامعین کو ایک حصے نے اپنے سیرانا تار کر کھدیئے اور اس طرح لاٹھیاں لیں پر سی گلہری میں رکھی ہوئی اگر سیوں کو ترڑکر ان کے ٹوٹنے سے بیٹھے گئے اور حملہ آور دوں کے مقابلے کے لئے سُنیدھم کی گیت کا رخ کیا گیا۔ یہاں گھسان کا معزکر ٹڑا اور حملہ آور پیسا ہو گئے اس دوران میں نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ شیخ سے اعلان ہوا کہ اب نماز ادا کی جائے گی۔ تاہم کارکن اور سامعین نماز کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ صفائی ترتیب دی کیئیں اور اللہ کے بنے اس کے حضور میں جملک گئے پیش میدان نے ایسا سفر اس سے پہلے شاید کبھی نہ دیکھا ہو۔ نماز کے وقفے سے فائدہ اٹھا کر حملہ آور دوں نے خود کو سختم کیا۔ جناب الیونیورڈ اور ذہی، آئی، قی روز دے سے سکنگاری شروع ہو گئی۔ سُنیدھم کی چھت پر جھی جھمن کر لیا گیا۔ سُنیدھم کی چھت ابھی ازیر تکمیل ہے اس لئے ایسٹوں اور دوڑوں کے حصول میں رہاں بھی کوئی دشواری پیش نہ

شخص سڑک سے گزرتا، اگر وہ خود کو بچالی کتا اور مشغ  
جیب الرحل نہ زندہ باگ کا فخرہ رکھتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا  
اگر کوئی ایسا کرنے سے انکار کر دیتا تو اس کی خوبی موت  
ہوتی۔ ایک لاپی والے صاحب کو پیٹا جا رہا تھا کہ چڑڑو کے  
اڈھ آئے۔ انہوں نے کہا یہ تو شیخ مجتبی کے ساتھ ہے  
اسے چھوڑ دو۔ ایک بڑا کا بولا اشیع مجتبی کا حامی ہے تو  
تو پی کیوں پہنچتا ہے یہ صاحب ایک مقامی کامیجی میں عربی کے  
لیکھوار ہیں اور چند لکھات کے پڑھوں مبلغ لیکن ان کی آنکھیں  
بھی لے ڈوبی۔ نیرے سامنے انسان انسانوں کو افراد مسلمان  
مسلمانوں کو پیٹ رہے تھے، گورنر ہاؤس خاکوں پر تھا۔ اپنے  
اروگرد سے بے خبر بے حص۔ اور تھر تو ہر تھے ہی بھیں ہیں۔  
اس میں گورنر ہاؤس کا کیا قصور؟ اس افراد کے درمیان  
مجھے روشنی کا ایک ہوا بھی نظر آیا، ایک ایسا ہیلا جو عرض کچھ  
لئے کئے ہی لفڑا لیکن پورے دھاکے کو جھوٹا گیا۔ یہ ایک  
قوی اپنکی تو جوان تھا۔ اس نے ایک آدمی کو آٹھ دس روپیں  
سے پہنچ دیکھا تو ان لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر لکھارا اسلام  
کو مسلمان خیں مار دیکا۔ یہ کے اس تو جوان کی نظر کے شعلوں کی  
تاب نہ لاسکے اور چلے گئے۔ چند لمحے بعد یہ روشنی میری آنکھوں  
سے بھی دوڑ یہ گئی، لیکن میں اسے آج تک آنکھوں میں سموئے  
پھرتا ہوں۔ یہ تو جوان امید کی کرن ہے، متعدد اور ضرور طبقات  
کا "سمیل" جیتک ایسے تو جوان زندہ ہیں پاکستان کیستکرو  
ہو سکتا ہے؟

شیخ بر قدر کرنے کے بعد ایک محقرص احمدیہ اپنی  
بنگالی قومیت کے خلاف ہر جنگ کو کھلی دینے کا عزم ظاہر کر لیا  
جسرا ایونیورسٹی پر موجود بے شمار لوگوں نے اس پات کی شہادت  
دی کہ اس جلسے سے عوامی لیگ کے حامی سٹوڈنٹس لیگ کے  
ایک سائبین سیکرٹری سراج الحق نے خطاب کیا تھا جسے کے  
بعد مختلف بیرون کا اکھا کر کے آگ لگادی گئی۔ اس میں  
لئے کامیابی شامل تھا۔ اس کے بعد شیخ پر ہرا لئے والا اپنے  
پرمجمی نفعی گزندی را لش کر دیا گیا۔ ایک پھر ان جس نے یہ مظا

شیخ پر قبضہ کر لیا، نہتے کا کرن اور سامعین باہر نکلنے پر محظوظ  
تھے۔ اس کا طریقہ یہ دریافت کیا گیا کہ دیوار کے ساتھ  
ایک آدمی کھڑا ہو جاتا اور دوسرا اس کے کامندھوں پر  
پاؤں رکھ کر دیوار سے پا پر چلانگ جاتا۔ میں کچھ اخبار نہیں  
تھے ہبھاڑی ڈی ڈی روڈ کی طرف جانتے والے یہ قاعدہ  
بات سے باہر نکل آیا تھا اور اس وقت گورنر ہاؤس کے پاس  
کھڑا تھا۔ اس طرف پولیس کا ایک ٹرک ساڑھے پانچ بیکے  
آیا لیکن چند بیکھوں بعد اپن ہو گیا۔ دیوار سے جو شخص  
بھی پھلانگ کر راہب آتا ہملا آ درا اس پر پی پڑتے۔ لاٹھیوں  
سے اس کی تواضع کی جاتی اور فونکٹر ڈٹسے ہاتھوں  
تمام کردارے جاتے۔

### ~~~~~

مولانا مودودی جیسے میں پہنچ ہیا نہ پائے۔ انھیں  
سو چار بیجے تقریب کرنی تھی وہ چار بیجے ہر سے روایت ہوتے  
لیکن راستوں کو بند پایا۔ شرپسندوں نے راستوں پر رکاوٹیں  
کھڑی کر دی تھیں۔ دو راستوں سے مایوس ہو کر وہ میرے  
راستے کی طرف ہڑپے ہی تھے کہ جماعت کا ایک کارکن میں گیا  
اس نے انھیں بتایا کہ تیر اراستہ بھی کھلانہیں۔ اس نے آپ  
گھر جا کر انتظار فرمائیں۔ مولانا جائے تیام پر لوٹ رہا تھا  
اور انھیں کے ہلا دے کا انتظار کرتے رہے۔ مگر بلاد انہا سکا  
حالات بد سے بدتر ہوتے گے۔

### ~~~~~

ایوب چلنڈر ان پارک سے میگاری کے لئے رد ڈے  
فرما ہم ہو رہے تھے۔ اس کی دیواروں کے کوئی حصے توڑ دلے  
گئے تھے۔ اس کے درمیان میں واقع تالاب کی چار دیواری  
بھی توڑی جا چکی تھی۔ سیکٹوں افراد ان انھٹوں کے لگ کرے  
پنا کر جسح ایونیورسٹی اور ڈی آئی، ڈی روڈ پر موجود لوگوں کو  
پلائی گر رہے تھے۔ گورنر ہاؤس کے سامنے کھڑے ہو کر میں  
پڑے ردح فرمانا ظرید بھی۔ ایک لڑکا بیجا، مغربی پاکستان  
کا مولانا ہیں اسلام کھانتے آتے ہے دیکھ اخبار تو انہیں نے  
کہا میں اس تو کے کو ذاتی طور پر جانتا ہوں یہ ہندو ہے، جو

اس کے سوا اور کیا مرادی جائیکی ہے کہ چھ مکاتب اسی دیوبند  
مکاتب پر تقدیر کرنے والوں کو نشانہ بنایا جائے)

سی حلیسگاہ سے اپنے پہلوں میں پنجابی تھاکر اخلاق  
علی لاہور کے ایک صحافی شریدر زخمی ہوئے ہیں اور پرس کلب  
میں بھی بلارہتے ہیں۔ تھاکر کے ایک نیک دل شہری نے میری  
مد کی اور اپنی کامزی بھی پرس کلب لے چکے وہاں سے مذکورہ  
صحافی کو تکریم ڈھاکر کے مریڈنگ کالج ہسپتال پہنچا تو وہاں  
کہرام جھاٹھا۔ بیٹھا رلوگ پریشان کھڑے تھے زخمیوں کا تباہ  
بندھا جھاٹھا۔ ڈاکٹروں کے علاوہ طالب علموں کو بھی طلب کریا  
گیا تھا۔ لیکن پھر بھی سیاف ضرورت کے مطابق نہیں تھا  
سنفورڈ ہسپتال کا بھی بھی عالم تھا۔ یہاں معلوم ہوا کہ پلچک سو  
سے زائد افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ ہسپتال سے راضی بر  
اطلاع میں کامڈن پہلوں پر بھی حکم دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں  
چھاڑ رشٹکر کی سالانہ کافر نشہ بھروسی تھی۔ یہاں اجتماع کے  
مورث پر بنائی بھی خارصی عمارت کو آگ لگادی گئی تھی اگلے  
روز یہاں جمعیت طلباء کے عربیہ کا کونٹنشن ہوئے والا تھا  
مگر غیر قانونی حالات کی وجہ سے اسے منسوخ کر دیا گیا۔

۱۹ تاریخ کو صبح دو بجے رکشاوں میں لاڈ ڈیپک نصب  
کر کے عوامی لیگ کے حاجی طبلہ حسین علی کی طرف سے جماعت  
اسلامی کی "عزم" گروہ کے خلاف بارہ بجے دن نکھڑتاں  
کرنے کی اپیل کی جائے کی۔ صبح ہوئی تو تمام اخبارات نے  
حلبہ کی تیج و غریب خبر شائع کی۔ اس میں بہگاۓ کی ذرہ  
داری جماعت اسلامی کے سرڑالوی گئی تھی ہنگامے کو جھات  
اور سامعین کے تصادم کا نام دیا گیا تھا۔ اس ہنگامے میں  
چکر فروگ افرزوں کو بھی چوتھا آئیں۔ آزاد اتحاد پر بیش  
پیغام، نیک پاکستان، ستگوار، پاکستان آبندود اندیپ  
کے علیئے فروگ افرزوں کے زخموں کا ذرہ دار جماعت کو  
قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت میں قراردادیں پاس کی تھیں  
ان کو بھی اخبارات نے بڑی تفصیل سے چھاپا تھا اما تاریخ دو

اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، رد تھے کہہ رہا تھا: اب  
ہم یہاں نہیں رہے گا، یہ ترقیات آگئی ہے۔ عیشان رضی  
اور کئی سامعین مسجد میں مصروف تھے، پولسیں نے مسجد کے  
ارد گرد گھیرا اور ڈال رکھا تھا۔ سات بجے کے تریب ڈی کنز  
صاحب تشریف لائے۔ انھوں نے استفسار کیا: کیا کوئی  
لیدر زخمی یہاں موجود ہے؟ پر فیصل غلام اعظم کے بارے  
میں بتا یا آگی تو وہ اندر داخل ہوئے اور ان سے چلنے کیلئے  
کہا، لگہ پر دیکھنے کو صوف نے الحکار کر دیا اور کہا: جب تک  
مسجد میں ایک بھی ادمی بنناہ لے گئے ہے، میں یہاں سے نہیں  
جا سکتا۔ اسی پر ایک ٹرک کا انتظام کیا گیا اس کے ذریعہ  
سے پہلے تو زخمی افراد ہسپتال تک پہنچائے گئے اور پھر درستے  
حاضرین۔ غلام اعظم سب سے آخریں باہر نکلے۔

موقع پر موجود عیشان اور افراد اس بات کی شہادت  
دے سکتے ہیں کہ ۶ یا ۷ ٹرک آدمیوں سے بھر کر آئے تھے  
اور گلستان سینہات مختوط اس اس پیچھے ٹرک کے ان میں سے آدمی  
اترے اور جان ایونیورسٹ اور قوسی آئی، انہوں نے بھی گئے  
جان ایونیورسٹ کے عقرب میں واقع نسبتاً سسان اور لوٹی  
ہوئی ٹرک پر موجود افراد ہر ہفت دے رہے تھے۔ ان  
میں سے ایک صاحب کے ہاتھ میں بیعنی کیس پر اپنے  
دو لوحوں "عزم" پر سورج بندگاہ کے باہر ھکپ لگاڑھ سے  
اور ٹھیک کے مقامات کا جائزہ لینے میں مصروف تھا ایک کال  
میں ٹوڈنیش لیگ کے صدر جناب طیفی احمد اور سیکریٹری جناب  
عبد الرزق بھی موجود تھے۔ اس کے علاوہ شیخ جعییک کے ایک  
فرزند احمد کو بھی دہاں دیکھا گی۔ اُن حضرات  
کی موجودگی کو اتفاقی امر تراہیں دیا جا سکتے۔ طبقی احریمان  
نے ہنگامے کے بعد جو بیان دیا اس سے ان کے عالم کی کوئی  
نشان دہی کو ہوا تھی ہے۔ انھوں نے ارشاد فرمایا: ہم اس پہنچ  
ہیں لیکن کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ جا رہے  
چھ مکاتب اور گوارہ مکاتب کی عوامی تحریک کو سیوتا گئے۔  
دیہ بیان اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس سے

اس سے ان کے عزم نظر آسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک  
دھوپ حقیقت یہ ہے کہ لاہور کے صحافی منظہ بیگ، شدید حجی  
ہوئے۔ ابھی صحافیاں مشرقی پاکستان کے صدر جناب شریف اللہ  
میصر نے جھے اس امریکی اطلاع دی، لیکن ان کے حق میں  
لے نہیں سے کہا فیر نہیں نکلا۔ دھاکے کے ایک انگریزی فہرست  
روزے پر یونیک پاکستان کے ایڈٹر جناب ہرزاں احمد شفیعی کو  
شدید حجی میں آئیں۔ لیکن ان کا فصورتی تھا کہ وہ محیب صاحب  
کے خلاف ہیں، اس لئے اخباری لوگوں نے انھیں بھلی اندا  
کر دیا۔ اور تو اور روز نامہ "شکر ام" نے فوجرا فرلا پڑتے تھے  
وہ تک میں وہاں رہا، ان کی بازیابی کی کوئی اطلاع نہیں  
مل سکی، اس پر حجی کسی اخبار نویس نے تشویش کا اعلان نہ  
کیا۔ میں اخبار نویس ہوئے کہ حیثیت سے اس صورت حال  
پر افسوس کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا۔

ابھی صحافیاں کے اس رویتے کی وجہ یہ ہے کہ وہ  
خود ایک فرقی بچپنی کے۔ اس کے جزو سکریٹری جناب یہیں  
صاحب نے ۲۰ جنوری کو ایک بیان جاری کیا جس میں جیسے  
کہ متفہمین کی ذمۃت کے علاوہ یہ اعلان ہی کیا گیا: "الاکان  
پر گرام کے لئے ہر قیمت پر جدوجہد جاری رکھی جائے۔"

اس پر گائے اور اس کے بعد پیدا ہوئے والے حالات  
تسویش اک بھی ہیں اور افسوسناک بھی۔ مشرقی پاکستان کے  
سچوہ حلقوں نے اس فرضتے کا انہما کیا کہ اگر یہی میں وہنا  
رہے تو انتخابات پر امن نہیں ہو سکتیں گے۔ دہشت اور خوف  
وہر اس کی خصائص کے باوجود سایہ اسی حلقوں کو اس بات کا  
یقین تھا کہ دوسرے شہر دیں جو ایک کوشکلات کا سامنا  
کرنا پڑے گا اور وہ بات میں تو خصوصاً اسے اس کی بھروسی  
قیمت چکانی ہوگی۔ اس خوف سے عوامی یونیک نے جسرو  
میں اپنے جلدی عام کو جو ۲۳ جنوری کو ہوتے والا تھا، غیر  
کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس سے معلوم ہو چاہا ہے کہ ہوا کاشخ  
قطعی طور پر قابو سے باہر نہیں ہے۔ اگر انتظامیہ اسی وادی  
برقرار رکھنے کا عزم مضمون کرے تو پھر عوام شریپنڈوں سے

کا حق قریبی ایک حصہ اتھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا یہ کہی ایک  
آدمی نے قرارداد کر کر اس کی نقل مختلف مقامات پر منتظر ہی  
کے لئے بھیج دی تھیں۔ ایک طرف یہ رب ہو رہا تھا۔  
وہ سری طرف بیکھر روز نامہ شکر ام اور ایک مقامی اور درودیہ  
نامہ کی فروخت پر طلبہ کی "سرکار" نے پابندی لگادی تھی  
پاکروں کو دھمکی دی تھی تھی کہ اضول نے ان دو اخباروں کو  
بیچا تو ان کے تمام اخبارات جلا دیے چاہیں گے۔ مذکورہ  
دواخیاروں نے نایاقاتی رپورٹر میں کی عین اور عوامی لیگ کے  
حامی "طلیب حکام" کی پریس ایڈریاں "تسلیم کرنے سے انکار  
کر دیا تھا۔ اس کی سزا اعیین ملی ہی چاہیے تھی، عوام کو سچ  
و اتحاد سے بے خبر رکھنے کی ان تمام کوششوں کے باوجود  
ہڑتاں کا میاں رہنگی اور کارروبار حرب بھول جاری رہا۔  
جنوری کے پاکستان آئندہ کی سرخی تھی؟ ہڑتاں پر کان  
ز دھرے گے؟ اس "طلیب حکام" کے غائب دنوں کو ٹاغھ  
آیا اور انہوں نے تین گاڑیوں کو اگ لگادی، تاکہ اس نے  
دہشت چیزیں اور ہڑتاں کا میاں بدھائے —

۱۸ اور واکی دریا ای رات ایک بچے الیٹ پاکستان رانفیز  
کو طلب کر لیا گیا تھا، ایک پورے شہر پر کنٹرول کرنے میں بڑی  
دریگ مچھی تھی، اس نے قانون کی دھیان بھیرنے کی کھلی  
اوہ مشرقی پاکستان بھاشانی نیپ کے جزو سکریٹری مچھے  
وہ حاکم عوامی لیگ کے سکریٹری غازی غلام مصطفیٰ نے جماعت  
اسلامی کے ناشست علیحدہ، آمرازہ رویتے اور خندہ کر دی  
کی بھرپور ذمۃت کی تھی۔ یہ اڑی بی اور کوئی سلسہ لیگ کے  
رسہاؤں نے بھی خندہ کر دی کے خلاف بیان دیتے تھے، لیکن خندہ  
عاصر کی نشاندہی نہیں کی تھی۔ اسے "طلیب حکام" سے خوف کا  
تیجہ سمجھا جا رہا تھا۔

تصادم میں چہاں دوسرے افراد زخمی ہوئے، دہانی  
پریس فوٹوگرافی ہمیٹ میں آگئے۔ اس جیسے کے متفہمین کا  
کیا تصور تھا؟ لیکن کتنی اخبارات نے اسے جسی طرح اچھا لا

یقین ہے کہ اشتراکیت اس وقت تک پاکستان میں اپنا تحفظ اقتدار نہیں کچھا سکتی جب تک دنال کے گھلی کوچے لاسٹوں سے نہ مٹ جائیں۔ وقت آگئی ہے کہ اسلام کے سفر و شریش پاکستان میں پھر ایک بار دہی سبقت دہرائیں جسے ان کی تاریخ بیشمار بار دہرا چکی ہے۔

وَأَذْلِلُهُ تَوْزِعُ الْمُوْمِنِينَ

## الغرة الی

۱۴۰۷ غرة الی پر علامہ شبیل تعالیٰ کی شہر قاؤاق  
کتاب چار روپے۔

### دین الہی اور اس کا پیس منظر

اکبڑی دور کے ندوی اور سیاسی فتنوں کا تکریانگر جائزہ جو پیش بہا معلومات کا تجھیہ ہے۔  
تجدد سات روپے

### تذکرۃ المشائخ

۱۳۰۰ مشائخ کا روح افزا تذکرہ  
پانچ روپے پچاس پیسے۔

### کشکول باطن

مختلف ایمان افزوز اور سبق آموز مضامین کا گلدرستہ۔ ہر حصہ مکمل۔ یکجا مجدد چار روپے

### متارع کلیم

کلیم احمد اکبر بادی کا مجموعہ کلام۔ چار روپے  
کشکول مجاز و بیعت کلام مخذول

پانچ روپے

### مکتبہ تحقیقی - دیوبند دیوبند

اجمی طرح نپٹ سکتے ہیں۔ عوام روزگر ہر ہزاروں سے شگ ہیں۔ ہزاروں رکشے اور ٹیکھی والے ان ہر ہزاروں کو عذاب الہی سمجھتے ہیں۔ تاجر پیشہ حضرات، دفاتر میں کام کرنے والے اور تجارتی فریضیں سمجھی اس صورت حال سے ہزارہیں مقامی انتظامیہ کی لاپرواہی اور اخلاص برتنے کی پالیسی نے انھیں کھینچا رکھا۔ وہ اگر عوامی لیگی "طلیہ حکام" کا حجم مانتے سے انکار کر دیں تو پھر آگ اور بوٹ ماران کا مقدار ہے۔ اگر انتظامیہ قانون کی حاکمری قائم کرنے میں دچکی کا مظاہرہ کرے تو پھر عوام شرپندوں سے سخنی بننے کا خورد رکھتے ہیں۔ دسہفت روزہ زندگی بلا ہور، افرادی منصب

### تحلی

بھوٹ، افراد، کم اور بکرداری تو آجھل کی سیاست کے زیور ہیں لیکن اشتراکیت جس بلکہ کاظم ہے اس کے لئے یہ اوصاف صرف زیور کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ان احصار در عناصر کی حیثیت رکھتے ہیں جن کے بغیر اشتراکیت کا وجود ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ رواداد آپ کے سامنے ہے یہ رواداد نہایا جیب الرحمن شامی نے ہمیں بیان کریں کہ اور بھی تعدد پیغمبر دیدگو اہيون نے بیان کی ہے اور الفاظ د اسلوب کے فتن کو چھوڑ کر اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جماعت اسلامی کے جلسرہر کی طرفہ جارحانہ جملہ پہلوتے طور پر مخصوصی کے تحت لیا گیا اور پھر مشرقی پاکستان کے اشتراکیت پسند اخباروں نے جنہیں بھی پہلوتی سے مرتضی شدہ شائع کیں جن میں کمال دھنٹانی کے ساتھ حرم اللہ جماعت اسلامی کے سر تھوڑا گالی۔ یہ اشتراکیت کا جانابیجا ناطقی کار ہے۔ پہنچا ظلم و بربریت کے پہاڑ دوسروں پر توڑو اور پھر مظلوموں ہی سر ترشی تڑپانی کا گیوں اور ازانوں کی بوجھار کر دو۔ امریکی انجمن، سامر ابی پیشو، امزدور دشمن، ریجوت پسند پا اشتراکیوں کی معروف کالیاں ہیں۔ جنہیں وہ مہین گن کی طرح سمجھتے اگلتے ہیں۔

مگر یہ مدن سمجھتے کہ پاکستان کی اسلام پسند قومیں ان ناپاک حریبوں کے سامنے آمدانی سے ہمیارِ دالدین ہی۔ یعنی

جلد ساز قرآن کریم کے پھٹے ہوتے اور اس درست کردہ تھا کہ ایک کو نہ فہ  
اپنی کتاب لینے آیا۔ جلد ساز کے ہاتھ میں قرآن مجید بھکر دہ آپے سے باہر ہو گیا۔  
اور مخدوس کتاب جلد ساز سچھیں کر رکھ رکھ دینکری۔ میں اس شخص کو کاپڑ کر  
خانے میں لے گیا اور خانہ نیدار سے نشکایت گی۔ دہ پلا:-

”میرے پاس کیوں آئے ہو؟ اپنے خدا کے پاس جاؤ  
جس پر تھامہ ایمان ہے۔“

## سر قائد و خلماز کی خوشی سرگزشت

روسی ترکستان کے مسلمانوں کی روزاد الم عظیم ہاشمی بیان کرتے ہیں جو  
خود اس ابتلاء کا شکار ہو کر بھرت کرنے پر محبوہ ہو گئے۔ وہ آجھل ایمان  
میں ہیں۔ یہ واقعات ان کی خود نوشت داستان سے مرتب کئے گئے ہیں۔

ان کی پیشانی پر باقہ رکھا اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے خبرِ عاذیت کی دعا مانگی۔ وہ وقت میرے لئے بھروسہ صدراز ناتھنا۔ محبت اور شفقت، کے سوتے میرے دل کی گھر انہوں سے اُبلے گئے۔ اب میں اپنے بھائی ہمتوں کو شاید کچھی تزویہ سکوں گا۔” میں نے سوچا معاشری آنکھوں میں آنکھ اُماد کا شفیعیں ہیں نے پلکوں پری بلکوں میں خشک کر ٹکی شتر کی۔ اُنی جان تھیں تو ۲۵ برس کی، لیکن جوانی سے زیادہ باہم تھیں۔ کچھ دیر تک وہ سادھے میری طرف دھکی رہیں، پھر وہیں آؤ چکا۔ اُن کی ادازیں ہلکا سارے تعماش تھیں، ایسا عالم ہوتا تھا وہ اُنے جذبات پر قابو یابنے کی خوش کر دی ہیں۔ انہوں نے ایک بھوٹا سانکھہ نامسترا ٹھاکا اور چل پڑیں۔ میں ان کے تھوڑے تھوڑے ہو لیا۔ تکرے سے نکل کر تم صحن میں پہنچیں۔ صحن سے باخچے کا گرج کیا، باخچے کا دروازہ کھلوا اور اندر داخل ہوئے۔ اب تم کھلاؤ اسماں کے تھیچے درختوں اور پودوں کے درمیان ٹھہرے تھے۔ اُنی جان نے میری پیشانی پر جی اور سرایا۔

”بیٹے تم میرے بڑھائیے کا سہارا اور اُمید وں کا رکز ہریکو صیار کر کچھ دیر ہے۔ تم دلن عزیز ہیں رہ کر ایک سلسلہ ایمان اور دلین غرض کی خاطر کسی ازاد ملک میں جعلے جانے کی اجازت دیتی ہوں۔ البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ جہا شک مکن ہو تو ترکستان کے سلافوں کی بے بھی ازدیں کیے جو منی کی خبر تاہم سلافوں اور ازاد فیموں تک پہنچا دو۔ یعنی میں نے دھنور کیلئے تیغ تھیں کھجی دودھ نہیں پلایا، اگر تم نے اس مقصد کو فراہوش کر دیا تو میری کھنچی راضی نہ ہوں گی۔ انسان کا بھروسہ تھے یہ ہے کہ وہ اپنے قول و نتے اور کا پابند رہے۔“ پھر اُنی جان نے بھگے وہ بھوٹا سانکھہ نامسترا ٹھاکا کرنی دیکھیں۔

”اس کی حفاظت کرنا۔ بالخصوص اس کے اندر جو قرآن کریم ہے اُسے حرز جان پا کر رکھنا۔ میزیں معمود مریم خاکی تو اس کی موجودہ جلد آتا کر کی بخواہی۔“ اسے گلے کو اپنے باقہ

وہ رات بھی مرے دم تک نہ بھوئے گی۔ ۸۔ ۸۔ میں گزر جلے ہیں میکن آج بھی اُس رات کا ایک ایک لمحہ میرے نہ ہم کی تختی پر لفٹ ہے شبِ دروز کی ہزاروں گردشوں کے باوجود اُس راست کی یادوں کی چکری نمک میں کوئی بھی نہیں آئی۔ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اُنی جان احالت کی دیوار کے پاس کھڑی ہے مجھے رخصت کر رہی ہیں اور سرمارہ ہی ہیں ”یہیں“ اللہ تھصارا حافظ و نگران ہے میری نصیحتوں کو مت بھولنا، ورنہ میں تم سے خوش نہ ہوں گی۔“

یہ ۱۹۳۱ کا ذکر ہے آخر زردی یا مشروع پایج کی کوئی تاریخی تھی میں اپنے گھر میں کھلادوت (ترکی بلگ) پر پڑا سرہا تھا کہ اُنی جان نے مجھے آہستہ سے جھونکر کر چکا۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ خواہی ہی سارے امعانی میری سمجھ میں آگیا۔ وہ ٹھہری اپنی بھی بھی جس کے لئے یہ ماں بیٹا کی، زندگی سے صلاح و مسخرہ کر رہے تھے۔ ”یہاں، اٹھوڑو ٹوکرے“ اُنی جان نے کہا۔ یہ کہہ کر وہ ٹوکرے اور کوڑے میں پانی بھرنے لگیں۔ میں نے ٹھہر سے ناٹریٹ پور کر دھونکا، پھر خود اُنی جان نے بھی دھونکا۔ اب ہم دونوں ماں بیٹا بارگاہہ ایزدی میں جھک کر جھوپ پر چھوٹا کا پھر باور جی خاتے میں انداد و نافرائی پڑھ کر جھوپ پر چھوٹا کا پھر باور جی خاتے میں چلی گئیں۔ کوئی بندوں میں منظر کے بعد دستروں ان ٹھکانے تشریعت نہیں۔ ایک ہاتھ میں ٹپر کے سچنے کے کھاتے تھے ایک کیا اسٹھنے کا تو کہنے لگیں۔ ”میرے جگر کو شے اٹھوڑا اپنے مقصوم بھائی ہمتوں کا آخری زندہ دیدا کر لو۔“

میں بڑھ کر اُن کی چار پائی کے قریب پہنچا یکم سن میسم نہیں دنیا جہاں سے بے خبر ٹھہرے سورے ہے تھے مخصوصیت کی قوان کے چہر دل پر دیکھ دی رہی تھی۔ میں نے باری باری

سے قرآن اور پھر اسے جلد ادا کوئی دریا یا کنوئیں ہیں  
ڈال دینا۔

مزید تاکہ کے طور پر فرمایا:-

”کمیوچیں کوئی چیز اپنے پیدائشی وطن سے غافل نہ کرے  
پھر دوں کی پھر دی خرام میش نہ کرنا۔ جو تمہارے خدا کا  
پسمند اور ملک کا صاحب ہے، وہ بھی تمہارا دوست اور بھی خواہ  
نہیں ہو سکتا۔ بزرگ دل انسان اپنی منزل مقصود سے محروم رہتا  
ہے۔ موت ایک بار آئے گی۔ ایمان سے پڑھ کر کوئی نہ ولت  
نہیں مروادی پتے توں سے نہیں پھر ستے۔ جو شخص ان تین باتوں  
کو لفڑاندا رکر رہتا ہے اس کا وجود کوڑی کا نہیں رہتا۔“

”آجی جان، ہر سوکھ پنڈو فضیحت کرنی پڑی۔ کوئی نہیں  
سوائیں کا عمل ہو جا۔ تجھے پھر کے ستائیں میں بھی بھار کسی  
مُرغ کی بانگ سنائی دیتی۔ چاندنی پتھکی ہوئی تھی، دو ختوں کے  
ساتے پھٹلے جا رہے تھے۔ باغچے سے گزد کر کم احاطہ کی بیوار  
کے نجی بخشے۔ آجی جان نے باختہ قہارہ کر دھاکی پھر میرے سر  
پر درست شفقت پھرا اور کند۔ جو کھلکھلے ہوئے کہا:-  
”جاویدا، اللہ تمہارا اسا نہیں نور دے گا لیتے۔“

میں نے ایک آخری نظر اپنے باغ اور گھر پر ڈالی۔ اس  
بانگ میں کتنے ہی بوے میں نے اپنے باہتے ٹکڑے تھے اور  
انھیں خون اور سینے سے سنبھا تھا۔ اس ٹھہر میں پیدا ہوا پلا،  
ٹڑھا اور پروان چڑھا، وہ پھر جہار میں صدیوں کی خانداناں  
روایات کا ایں تھا، جس کے ایک ایک پھر سے ناضی کی  
داستائیں اور میرے اپنے پکن کی یادیں داہست تھیں میں  
ٹھنڈی سانس پھری۔ آجی جان کو سلام عرض کیا، دیوار پر  
چڑھا اور باہر کو گیا۔ ہمارے باعثیجے اور ٹبری سڑک کے  
درہ میان قبرستان تھا۔ قبرستان میں ٹھہر کا عالم تھا، لٹکتے تھے،  
اور اونچے نیچے مٹی کے ڈھیر دیکھ کر ٹھوں سا طاری ہو گیا۔  
تامہم دل کڑا کمرے کے قبرستان میں داخل ہوا۔ باختہ میں آجی جان  
کا دیا ہوا عطا تھا۔ بھی چند قدم ہی چلا تھا اور باعثیجے سے  
ایک لبی ”ہبہ“ کی آواز آئی۔ فوراً پلا اور باعث میں آیا۔ آجی  
جان دیوار کے نیچے بہش پڑی تھیں۔ نسخہ پر پائی جھٹکہ کا تو

اٹھکیں کھول دیں۔ مجھے اپنے اس دیکھ کر کہا:-  
”تم دا پس کیوں، اتنے تو اپنی منزل بھوٹی نہ کرو۔ چارا  
نگہبان وہ قادر و تو انہیں جس کے وجود پر یقین ہر زی علم کا  
سر برائی تو نہیں ہے۔“

میں باغ میں سے نکلا اور اعلوم منزل کی طرف چل پڑا  
۔۔۔ (۲۳)

میں اپنے گھر سے رات کے وقت چوری چھپے کیوں نکل؟  
کہاں کہاں کی خاک چھاٹی اور کون مصاہیت دو چارہ؟ ان  
سوالات کا جواب دیتے سے ہمیشہ اپنی کی طرف ٹوپا پر چکا  
فرغانہ (چوڑا جل از کستان کھلانا ہے) کے ضائع انہیں  
میں ایک چھوٹا سا حصہ ”اللہی“ ہے میں اسی قسم میں ۱۹۶۲ء میں  
پیدا ہوا۔ میرے والد کا نام ”خوجہ خان“ دا تالیہ ہے دا ملکہ کی میں  
مولانا کو کہتے ہیں، (دادا کا نام) حضرت اشیخ عزت اللہ اور نانا کا  
غیاث الدین ایشان نہ کافی ہے۔ یہ سب هنرات اپنے وقت  
کے جو جو عالم تھے۔ نانا جان پورے ترکستان میں امتدادِ عالم  
کہلاتے تھے۔ ان کے شاگردوں کا اعلقہ بہت وسیع تھا۔ والد  
کو سلسلہ نسب میں جا رہتے تک علیکے دین اور سلسلہ  
نقشبندیہ کے خلفاء ملتے ہیں۔ والد کی طرف سے میرا شجرہ  
نسب سید ناصیں رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ جسے نہیں  
کے بزرگ تسلیم من تعمیہ کے ہمراہ ارشیخ دین کے لئے ترکستان  
آئے تھے اور پھر یہیں کے ہوئے۔ اس وقت سے اس  
گھر اسی بیرونی طریقے پرستی شیورخ اور علم پیدا ہوئے جس کے  
مزار میرے زمانہ بھرت تک موجود تھے۔

جب رومنی زاروں نے ترکستان پر جارحانہ جملہ کیا تو  
میرے ناخیاث الدین ایشان اور والدہ کے ماہوں باطور تردد  
نہ کافی اس حاجت کی مراجحت کیتے والبوں کی صوفیہ وال  
میں شامل تھے۔ چنانچہ اس جرم میں عمر پھر نظر بند ہے اور  
نظر بندی کی حالت ہی میں انتقال ہوا۔ میرے تین ماہوں  
عبد الحکیم خاں قورہ عبد الرشید خاں توہہ اور محی الدین فاقہ  
توہہ ٹبرے نتھی اور صاحب زہر و درع بزرگ اور رب جمع خان  
عام تھے۔ واضح رہنگ خاں“ کا لفظ ترکستان میں یا تو سیدوں

بھی بالعلوم بھی لوگ ہوتے تھے۔ ان کا مشون تعلیم پڑھانے سے زیادہ مسلمانوں کو عیسائی بنانا تھا۔ ان بھی اداروں کے ناتوان تھیں ووک ٹیڈیں بھی ہوتے اور رسمی سامراج کے حکمی بھی۔ چنانچہ عام مسلمانوں نے ان اداروں کا باریکاٹ کر لکھا تھا۔ عموم کی نظر میں جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی کوئی دعوت نہیں۔

جہاں تک دینی تعلیم کا تعامل تھا اندر کشان میں ہزاروں مدارس تھے۔ تجویزی زبان دریہ کی تعلیم بھی۔ کوئی شہر اور فنہبرہ درس گاہ سے خالی نہ تھا۔ خیر حضرات نے لائعداد مدارس کے لئے زمینیں وقف کر کھی تھیں۔ طبلہ کی تعلیم مفت بلکہ تھی ایک دنائیں یا کتابیں مستعار ہی نہ کاروائی دھنا۔ طالب علم کو بارہ یا سول برس تک کی تعلیمی صفات خود برداشت کرنا پڑتے تھے دینی مدارس کے فارغ التحصیل حضرات یا تو کاروبار کرتے تھے یا وہ مکتبوں میں مقرر ہوئے علاقوں اور ماخوذ ریاستوں میں قتوی قومی اور مسلمانوں کے لئے قانون سے تعامل عدالتوں میں کمیں ہبہ پر فائز ہو جاتے۔

ان درس گاہوں کی اپنی دینی تھی۔ سیاست کو یا شرمند یا مدرس کا انتہاء تھا۔ یہ میر اون علماء نے لا دین و قوں کے لئے خالی جھوٹ رکھا تھا۔ ترکستان معاشرہ علمی اسلام سے بالکل بے خبر اور بڑی حد تک لٹا ہوا تھا۔ رفاقتیت اور خوش حالی کی وجہ سے پورا معاشرہ خواب خروش میں بمقابلہ تھا۔ ہر شخص پشاور پر فرد ہوس کا رکھتا۔ سال میں چھوپہنچ سیر و تفریح میں کئی تھکا رکھتا۔ نام و نہاد کی خاطر بیال و دولت کی تباہ ہمارا طریقہ افخار اور ایثاری نشان بن جکا رکھتا۔ علماء کی اکثریت تنگ نظر جو روکا شکارا برادر فروعات میں اگھی ہوئی تھی۔ تصور کا ذکر دورہ تھا۔ مشائخ اور صور فاماشرے اور قوم کے محلی مسائل سے بے نیاز خالقا ہوں میں کم تھے۔ مراقبہ کشف قبور، عروت گزی، ریاضت چکل کشی، وحدت الہی و پرستی مباحثہ اور فسکشی ان کا پاناشغل بھی تھا اور اپنے مریدوں کو بھی اسی کی تھیں کرنے تھے۔ ان کے اس جمود پر کوئی تحفظ کرنا توجہ بنتا۔ یہم پر کوئی دشمن حملہ اور سے؟ اگر بھی ایسا واقعہ آئیگی تو یہم جادے کے لئے میدان جن نکل آئیں گے، بلکہ خالقا ہی تبریز کا حقیقی مقصود چہا دکی تیاری ہے

کے لئے استعمال ہوتا ہے یا بارشا ہوں کے لئے۔ ہمارا خاندان بہت بڑا تھا۔ یہم کیا رہا، ہم بھائی اور دو بھنیں تھے سے بڑی تھیں۔ ہمارے خاندان کی خواتین تک عربی اور فارسی کی عالمی تھیں۔ سیریزی دالدہ اور ان کی چار بہنیں بڑی تھیں۔

ہمارا ذریعہ معاش زراعت اور تجارت تھا۔ کوئی سوچا پا چشم سر تھے زمین تھی۔ ڈھان کی تعلیم زمین پارانی تھی اور باتی نہیں۔ اس زمین میں باعثت اور جنگلات بھی تھے اور کاشت بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ خوش حال نہ تھیں بلکہ ترکستان کے روئی نظام کے بارے میں کسی غلط نہیں میں نہیں رہنا چاہیے۔ زمین کے مالک بالعلوم خود کو نہ سمجھتے۔ روس کی زمین پر کیرے (SERE) کام نہیں کرتے۔ خزار عوت کا درواج جھی تھا۔ لیکن مزاد ہمیں کی بالکل حق تھی نہ ہوتی تھی۔ انھیں اپنی محنت کا حلہ پورا پورا ملتا تھا۔ ایسے ہی قانجن کی اپنی زمین نہیں تھی بہت کم تھے۔ ہنر و پاکستان کی طرح بڑے بڑے زمیندار اور جاگیر دار تھے۔

میرے چین کا ذمہ انقلابی دور تھا۔ ہمارے خاندان کے مرد انقریس امر کے رب شہادت پاچلے تھے۔ اپنی جان عربی اور فارسی کی علمی تھیں۔ اپنی کی رہنمائی میں تعلیم کا آغاز کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے قبیلے ہی میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم نہ کیا، خود تکمیل اور شہریز میں تھیہ طور پر جاری رہی۔ خپبر اس لئے کہ سو شلشیوں نے ترکستان پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی تعلیم حمور قرار دے دی تھی۔ دین کی تبلیغ و ارشادت تھے۔ بہت بڑا حجم تھا۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے معنی یہ تھے کہ آپ خود بڑھ کر مددگار دلائل کو دعوت دے رہے ہیں۔

(۱۳۷)

انقلاب روس سے پہلے ہمارے ہمراں عصری اور جدید تعلیم پر اسے نام تھی۔ ایک توڑہ تھے تعلیم رومنی زبان تھا۔ وہ میرے تعلیمی اداروں کی سربراہی اور انتظام کی تھوڑی کاریاری کے باقی میں تھا جو نہایت متعصب اور تنگ نظر تھے۔ استاد

بعد مسجد پر حرب اور عائد کرد یا جو وقت کی روشنار کے ساتھ ساختہ تھے بتا رہا تھا۔ ادھر حملہ نماز پڑھتے ان پر نہ مسازی ملکیں "عائد کرد یا گیا" تجویز کروگ کر دیں مگر وہ عین نماز پڑھنے لگے۔ اور مساجد میں بیان اور بے آباد ہو گئیں۔ جب کوئی مسجد اس طرح وہیں بیان ہو جاتی تو ایک روز کو نسبت اسی میں جمع ہوتے اور ایک قرارداد منظور کرتے کہ یہ مسجی بے کار اور بیان پڑھی ہے اس میں کوئی شخص نماز پڑھنے نہیں آتا اس لئے حکومت کو چاہئے دہ اس کو کسی رفاقتی کام میں استعمال کریے۔ دوسرے روز قرارداد سکارا گزٹ میں شائع ہو جاتی اور کوئی نسبت مسجد پر تعین کر کے یا تو اسے فہرید کر دیتے یا احتیل، کلب اور بعض مکاروں میں بدل دیتے۔

کوئی نسبت پارٹی کی شاخیں ایک ایک محلے میں گھول دی گئی تھیں۔ پیٹھ افس دین کے خلاف ریشندر ایشان کرتیں اور ٹسے تجویز دین سے اکھاڑنے کے لئے مخصوص ہے بناتیں۔ روزی کمائی کے لئے انسن صل کرنا لازمی قرار دے دیا گیا۔ انسن کے پیشگیری شخص کو ہفتی یا ڈنی صنعت و حرارت، تجارت جیسا کہ جنت مزدوری کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ مذہبی و انتہی اور ملکی اور قومی مذاہمات سے محبت رکھنے والوں کے لئے انسن کا حصول تقریباً تقریباً ناممکن ہو گیا۔ اس کے لئے دین دار یا نرسے برآت کا اعلان کرنا پڑتا۔ ادھر بدعاشیوں اور قاتلوں کو بھی چھٹی دے دی گئی۔ دندار اور نماز روزے کے پابند مسلمانوں پر حملہ ہونے لگا۔ لیکن بھی کوئی تاکلی گرفتار نہ ہوا۔ اس طرح ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ ۱۹۱۶ء کے بعد اس قتل و خونریزی اور اسلام دشمنی میں اور اضافت ہو گیا۔ کوئی نسبت اسلام پر ہنان طرزی کرتے فرآن و حدیث دین اور دینی پشوؤں کے مضمون خیز کاروں بنانے کی رہ کر دیتے۔ اور مسجدوں میں چپاں کرتے۔ بنی اسرائیل علیہ وسلم کی ذات اقدوس پر بھڑڑا چھلتے۔ تھیڑوں اور سنبھاؤں میں ہنگامہ امیر ڈرانے کھلتے ان کاروں دغیرہ سے نظر جانے کی کوشش کرنا جرم تھا۔ گیاشیوں کی جسہ دستیوں اور اسلام دشمنی کی انسایاں تھیں کہ محفوظ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ سلم کا ذریعہ پستا کر چوڑا ہوں ہیں وہ

یہ تھے ترکستان کے مسلمان معاشرے کے شب در و جب ۱۹۱۶ء میں روس میں انقلاب آیا۔ زار شاہی کا تختہ اللہ کے بعد انہوں نے پہنچنے کا شرط روسیوں نے ایگزٹ نہ کرنسی کی سرویسی میں عموری حکومت قائم کر لی۔ ادھر ترکستان نے بھی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ خونشاد اس نوازادریا سمت کا دارالحکومت تھا کہ اسکی حکومت نے ترکستان کی اس آزاد حکومت کو تینم کر دیا میکن اس کے پاس ایک دست فوج بھی نہ تھی ملیشیا ایشیان چھٹی کے نام سے یہیں کے دستے تھے۔ تاہم آزاد حکومت کے رہنماؤں نے آزادی کو شکم اپنے کے لئے دن برات ایک کر دیا علماء نے بھی ان کے ساتھ پورا پورا اتفاقوں کیا۔ دستور اسلامی جلسہ جو دیں آئی اور دستور مازی کا کام پوری تیزی سے شروع ہو گیا۔ اس اثناء میں کولشیوں نے یہیں کی تیادت میں کرنسکی حکومت کا تختہ المٹ کر روس پر قبضہ کر لیا۔ فروردی ۱۹۱۸ء میں ششیٹ روس ترکستان پر بڑھا دوڑا اور اس کی چند روزہ آزادی کو حومت کے گھاٹ اٹا دیا۔ دسمبر ۱۹۱۷ء میں اس نے بھارا اور جمہوریت خواہ پر اپنے سامراجی چھلکاڑ دیے۔ کولشیوں نے ترکستان پر سلطنت ہترے ہی تینیں، باقات د کائیں اور کارگاہیں غصب کر لیں۔ کسان، تاجر، علماء اور مذہبی و انتہی افراد خواہ وہ پڑھ لکھ مصیب پوش ہے یا ان پڑھ مزدور اور کاشت کار سب کو حقوقی شہریت سے محروم کر دیا گیا۔ تمام روزہ جرم قرار پلتے۔ جو پر پا بندی لگادی اور مساجد بند کر دیں۔

مسجدیں بند کرنے کے لئے مکار اس سھکنے اختری کے سب سے پہلے مسجدوں اور مدرسیوں کے اوقاف ضبط کر لئے گئے۔ اس طرح مساجدیں اور دینی درسگاہیں اپنے وسائل ازندگی سے محروم ہو گئیں۔ پھر مسجدوں پر بھاری قیکس ہاند کر دیئے گئے۔ جب لوگوں نے جنہے جمع کر کے شکن ادا کیا۔ تو جنہے دینے والوں پر دینیہ ملکیں لگادیا گیا۔ علما نہ کہا جانے لگا کہ جو لوگ مسجدوں کا ملکیں ادا کر رہے ہیں انھوں نے خدا نے چھار ہکھیں، ہم نیز خدا نے ان سے اٹھوائیں گے۔ اب مسجدیں کیسی ادا کرنے کی جرأت کوں کرتا۔ چنانچہ جب مقررہ میعاد میں ملکیں ادا نہ ہوتا تو ایک چھتے

مقرر جو شش تقریر میں حل لیا۔

"کی کوئی صاحب سوال کرنا ناجائز ہے میں ہیں" ۹

اس درجہ و درجہ کی خرافات فس کمر اخون گھولوں رہا تھا۔ بیس طور پر، کراچی اور کراچی ٹاؤن کے تبروں کی پروانہ کرنے ہوئے ہو لے۔ جو لوگ تھاری اس خرافات کا جواب دے سکتے ہیں اُنھیں تو علمتے تھے بیا، کیا اب اُن کی روایت سے جواب طلب ہے؟" جو شرمنک عالم میں جعلنے کیا تھے کہہ گی۔

بس اتنا حکم ہے کہ مسجدیں تباہ کھایا ہوں اور اس نتائجے میں میری آواز گوش رہی تھی۔ اچانک شور بلند ہوا "پکڑ کر ڈوڈو۔" اور بھر کر نیٹ، چاروں طرف مت چھپر میں پڑے اور پھر اتنی بڑی تکشے پر مانے گئے۔ میرا کوٹ پھٹ گیا، پکڑنے تا تار ہو گئے۔ پھر یعنی میں نے دھکے دے کر اور ڈنڈے مار کر باہر نکال دیا۔ پھر بھا تو اُتی جان اور چھپر ہے ہن بھائی میری حائل دیکھ کر پریشان ہوئے۔ اُتی جان کی پریشانی تو دیکھی نہ جاتی تھی۔ ان کی پریشانی بجا تھی۔ دین اور اہل دین کا بھر جو ہو رہا تھا وہ ان کے مانے تھا۔ خود ہمارا اپنا خاندان اور بھی حفظ نہ رہتا۔ سو نیٹ پولیس میرے چھا دو ماہوں تک بہبیتی کو دخالہ زاد بھائیوں اور شعبد الدین بیویوں کو دیکھ دیا ہوئے کے مجموع میں ان کے بھروسے پکڑ کر لے گئی تھی اور بھر کچ کپڑہ نہ مل سکا تھا انھیں زین کھا گئی۔ ہے یا آسمان آپکے لیے گی۔ اُتی جان نے پوچھا۔

"نیٹے، مار تم پریشان ہے تھیں کس نے مارا ہے؟" میں نے پریشانی کی کوشش کی مگر اُتی جان کا اصرار پڑھتا گیا۔ بار بار کے اصرار سے بھروسہ بھر کر میں نے ماری داستان سنادی۔ اُتی جان میں رہی تھیں اور وہ رہی تھیں۔ مارا جرا شکر فرمایا۔ "نوبھری، لوگ ہماری اور بے دین ہیں اور انہیں کاراچی جو۔" ان بیرونہ لوگوں کو علم اور حقیقت کی ہوئی تھیں لی۔ ان کی خرافات دین سے پوری تھیں بہتان ہیں۔ اچھا تھے اب تھارے متعلق کچھ سوچنا پڑے گا۔ لواب کھانا کھاؤ۔

ولی اس قدر بے چین اور ضطرب تھا کہ کھانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اُتی جان نے اپنے ہاتھ سے زبردستی بچنے کو اے

دیتے اور جو شخص بھی اوپر سے گزرتا، اُس کو پکڑ لیتے اور بڑی دریدہ رہنی کے ساتھ اس پہنچ کی طرف متوجہ کرتے۔ ان حالات میں ان لوگوں کے لئے جو مسلمان کی یقینیت سے زندہ رہنا چاہتے تھے۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ ہجرت کر جائیں۔

ایک دن کا ذکر ہے ہمارے قصہ کی طرح مسیحیں مکہ ٹاؤن نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ پورے قصہ میں ڈوڈی ٹپوا ہی کہ ہر شخص کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس جلسے میں تشریک ہو، غیر حاضر ہونے والے کو سزا دی جاتے گی۔ لوگ میں باندھے جمع ہو گئے مسیحیں ہلکے ناظم جلسے اعلان کیا کہ روز جانی لوگ مسیحی ہے پھر جاتیں۔ واحد ہر ہے کہ جو لوگ دین و مذہب کے عقیدت رکھتے ہیں انھیں ترکستان میں رو جانی کیا جاتا ہے۔ اس اعلان پر مستعد ہے لوگ اُنھوں کو چل کر۔ اب زیادہ تر آوار گرد نہ یہ معاش اور کسر و ریحان اور مددیاں پہنچاتے ہیں اُن رہ گئے۔ کوئی ٹاؤن میں جانے والوں کا نام لکھ دیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ زور زور سے گھنٹے بجا ہے گئے۔ جی ہاں جد میں گھنٹے۔ جس طرح اُرجن میں بجا ہے جاتے ہیں۔ ایک تباہی پر ہم ہوں تھا ٹاؤن کوئی آواز سے سبب اور بڑھنے کی پھر ایک شخص شکر پر گھنٹوں کی آواز سے بیبٹ اور بڑھنے کی پھر ایک شخص شکر پر آیا بتا یا کہ کہیے حسب اسلامی فلسفی ہیں۔ وہ تقریباً دو ٹرین ٹھنڈے ٹھنڈے تک اسلام کے خلاف ہر زرہ سر اپنی کرتا اور مخفی سے جھاگ اڑتا تارہ۔ قتل میں طاقت نہیں کہ اس ہر زرہ سر اپنی کو من و عن بیان کر سکے۔ محض رہا ظاہر میں اُس نے کہا کہ مذہب بالخصوص اسلام نے خدا کا تصویر جو دلیں پرٹھکایا ہے اس کا مقصد عوام کو یوں ہے۔ یہ تھوڑا سرایہ داروں اور ملاویں نے اپنی شکر پروردی کے لئے ایجاد کیا ہے۔ اللہ، رسول ﷺ، یومِ آخرت، ختنہ و لشرا جنت دوزخ، فرضیت اور جنت و خیرہ تمام عقائد دھکو سے ہیں اور رو جانیوں کا کچھایا ہو اداہم تزویر، کہیں نہیں پاریں ان تصورات کا قلع قلع کر کے ہوں اور حجت گھوشن کر داہم تزویر سے چھکا را دلانے کا عزم قسم رکھتی ہے۔

نایاب ذخیرہ کتب ملا تھا اتنی جان کے شورے سے والد مر جنم کے جہاں خانے کی قہر بیا چو چو فطہ ہوئی دیواریں شکافت کیا اور شام کیں اس میں رکھ کر دیا اور جن دی۔ ہمیں یقین تھا شوکت حکیم نے اس عمارت پر قبضہ کر لے گی اور اس کو نہیں دم کرے گے بھائی کسی سرکاری استعمال میں لے آئے گی۔

اتجی جان کو شہری حقوق سے خود مکری نے کے طبق ۲۲ دن بعد میں بھرت کی رواہ پر گامز نہ پڑھا تھا۔

(۲۴۷)۔

مسلسل کی گھنٹہ جانے کے بعد اگلے روز میں خضر آباد کے ترب پہنچا۔ خضر آباد ہمارے قبیلہ قافقی سے کوئی ۲۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ خاصاً اڑاکاؤں ہے۔ روپے لاکن پاس سے گذرتی ہے۔ گاؤں کمکتیں سختی کے ساتھ دریا پر سکون خوبصور کرنا پڑتا ہے۔ قریب پہنچا تو دیکھا کہ مردی فوج نے گاؤں کو خیر کھلای ہے کوئی ہزار ڈیڑھ سترہ اڑاکوچی ہے۔ بعد ازاں تپہ چلا کر خضر آباد میں بھی کمیشوروں نے اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور دردیدہ دینی کی تھی۔ چنانچہ عوام نے شتعمر ہو کر ان کی تیکابوٹی کر دی۔ روپے لائیں اُحصار دی اور بغاوت کا چیسم بلند کر دیا۔ رومنی فوج اُنھیں کھلتے آتی تھی۔ فتح کا پہرا ٹپٹا سخت تھا۔ رومنی جگہ جگہ رہناظمین تانے کھڑے تھے اور کوئی شخص ان سے سچ کر نہ ہوا سکتا تھا۔ میں ایک انتہائی پرستیان گئے منسلک میں پڑ گیا۔ یہاں سے والیں جا سکتا تھا جیسا۔ سکتا تھا۔ تر پھیٹنے کی کوئی جگہ تھی۔ اس روز میں نے پہلی بار بروت کو اپنے سر پر کھڑے دیکھا۔ فوجیوں کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے ٹھڈکا اور پھر۔ زمان پر ایمانِ عجمی اور فضل بے اختیار حصاری ہو گئے اور ایک جیب عالمی خوش فرما موشی طاری ہو گیا۔ تقدیم اٹھا اور جل پڑا۔ ہوش جو اس سکھ کاٹے ہوئے تھے، تکھا اڑی بہت درد پھیکھے رہ گئے ہیں۔ فی الواقع یہ ایک جگہ جان گئی تھی۔ میں آج تک پر بھٹے سے تاہم ہوں کہ جس داشتے پر قدم قدم پر رومنی فوج کے پہاڑی ہے اور سب سے پہلے ہواں ان کی نگاہوں کے سچ کر کیسے ملک آیا۔

اسی شام "اویخی" پہنچا۔ یہاں والد مر جنم کے ایک بھتیجی میں

ٹھکلتے۔ رات خاصی گدڑھکی تھی۔ اتنی جان اور دو بھنوں نے میرے پیچے نماز غضا پڑھی۔ پھر اسی بھٹے اپنے کمرہ خاص میں لے گئیں ایک کتاب دی اور فسریا۔ لوپیٹا اس کامنہ اور کمرہ میں نے کتاب بھول کر بھی بھی سیرت النبی کی پہلی جلد تھی اور نماز ان میں بھی تھی۔ اتنی جان تو جانیں میں نے جو مطالعہ شروع کیا تو ساری رات اسی میں کٹ گئی۔ صبح صادرت سے بکھ پہلے اتنی جان کرے میں آئیں میرے بھٹے کے تباہے کے کتابے کو رکھ دی اور فرش رایا۔

"جان ناد، اب تھوڑی دیر اور مکرلو۔"  
کوئی ٹھٹھے بھر سو یا ہوں گا کہ اتنی جان دعا برائے شربت لائیں اور نماز خرکے لئے جگتا۔ صبح کی نماز بھی ہم نے باجماعت ادا کی۔ دن چڑھتے باخانی میں لگائے۔  
دو دن چھوٹے بھائی مارے پہلے گئے تھے۔ دوپہر کے بعد گھر آئی تو اتنی جان سے کچھ کہا۔ اتنی بولیں۔ یہ لوگوں نے دن بھر میں اور دشمن ایسے ہی ایک بک کرتے ہیں۔

پہنچا کر مدر سے میں ڈر اسے پوچھا ہمیں نماز رکھے اور دوسرے اسلامی شعائر پر عمل کیے گئے اور ان کا دا انداز اڑایا گیا۔ دوسرے دن پہنچے اسکوں چھٹے تو ان سے دالدین کی آثارات پوچھے گئے۔ پندرہ روز بعد اتنی جان کو اس بیاندار پر حقوق شہریت سے خود مکرد یا گیا کروہ رہا تھا اور مانیہ اور سالک دین ہیں۔ اتنی نہ اس موقع پر فسریا۔

"اب ہمارا ایمان آزمایا جائے گا۔ ان لوگوں سے ہی تو قع تھی۔ یہ دعا شر اس سر زمین پر ہے یعنی شعور و احساس لکھنے والے کسی انسان کی زندگی نہ تھوڑی سی گے۔"

پھر اتنی جان بھٹے الگ ایک طرف۔ گئیں اور اسے رایا۔ پیچے پچھے بھر نہیں دیکھنے کے بھٹے شرید پا جاؤ اور مل کر دے۔ یہاں مسلمان بن کر رہنا مکن نہیں رہا۔ میں تھیں بھرست کی احجازت تھی میں کسی اور ملک میں چل جاؤ تاکہ ایک مسلمان کی زندگی بسر کر سکی۔

اب ہمارا وقت زیادہ میلے پھٹکے صاحبِ مشورے میں گزرتا۔ بھٹے اپنے والد را دادا درنا تھے جسے نہایت کر ایمان بھا اور

مرضی پر تھا سب سے۔ نیز روحا نیوں کو بھی راخن کارڈ جاری کئے جائیں گے۔ اگرچہ کوئی نسلوں نے جھنپس ایک چال طلب تھی! تاہم میری طرح اور بہت سی مدد دل لوگ بھی اسی علان سے مطمئن ہو گئے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ یہیں رہ کر علم دین حاصل کروں گا۔

شیخ محمد جان عرف بائی نقید والاخندزادے شہر عالم تھے۔ میرے ننانکے شاگرد اور والد مر جنم کے شہر بست رہ چکے تھے، کوئی نسلوں نے انھیں اپنے خوبی میں نظر نہ کر دھا تھا۔ اس اعلان کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا قاتل کم لایا اور عرض کی:-

”میں یہیں رہ کر دینی تعلیم میں کرنا چاہتا ہوں۔“  
”شیخ محمد درستک فامیٹس رہے پھر فرمایا:-

”بیٹا، دینی تعلیم کی حکیمی میں مذکور فراز دی جا چکی ہے، صرف ایک صورت ہے، تم دن بھر نہ کسی آدھ دن ہی شہر میں محنت مزدوری کرو۔ اس طرح حکیم میرے یہاں رہنے کا بھاشہ مل جائے گا۔“

میں نے اس تحریر سے اتفاق کیا۔ دن بھر میں مشفت کرتا۔ اور رات کو شیخ سے علم دین میں مال کرتا۔ شیخ محمد جا دا مسلمانوں زخم کے لفڑی الحاد پر گھری نظر رکھتے تھے۔ تعلیم دیتے وقت، سبک زیادہ زور اسی پر دیتے۔ کمیٹی خود عوسم کرتے اور اسلام پر جو بہتان گھشتے ان کا پردہ ہٹتے قوی دلائے چاک کرتے۔

شیخ قندیں وارد ہوتے تھے اچھینہ جا رہا تھا اک کوئی نسلوں نے اپنی اسلام دشمن سرگردیاں پھر سے شروع کر دیں۔ کیونکہ حکومت نے پوری آبادی کی مدد وار خیرست مرتقب کی اور اسلام پسند شہریوں کی کوئی نگرانی کرنے لگی۔ ”عوایی پولیس“ میں شہر کے غنٹے اور بد معافی بھرپری کیتے اور ان کے ذریعے الی دین کو ٹڑانے دھمکتے اور زندگی کو بکرنے کا مسلسلہ شروع کر دیا۔ پھر گرفتاریوں اور اعتراض جنم کا ذرع شیل ان چکر جل پڑا۔ مسٹر اسٹر اسٹری آجی روز از غائب ہونے لگے۔ میر خوند کے متعدد پیچے بھی علماء کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے اس نازک

علم رہتے تھے۔ علم و عمل کے لحاظ سے بڑی زبردست شخصیت کے مالک تھے۔ میں شریم کے پیشگوں اس شہر پر بھی دراز ہو چکے تھے اور ان کا مہلا شکار والد مر جنم کے بھی دوست تھے۔ لوگوں نے بتایا کہ اس مردوں پرست کی گذشتہ رات کوئی نسلوں نے شہید کر دیا۔ اول محدث بھی نسلگان جانے والے راست پر ڈال دیا۔ اسکے روز میں نسلگان پیچ گیا۔ یہ میرا نسبیتی شہر ہے یہاں میری والدہ کی جائیداد اور حبیبی تھے جو احسان اپنے والد سے درست میں ملی تھی۔ نسلگان کے حالات نسبتاً بہتر تھے۔ چند روز یہاں رہا اور پھر میں گاڑی کے ذریعے خوند پہنچا۔

”(۵)۔“

خوند اتر کستان کا تاریخی شہر ہے۔ خاصاً سبع اور ٹری۔ تارشہی کے خلائے پر ترکستان میں جنگ روانہ آزما جھوٹ قائم ہوئی۔ اس کا صدر مقام یہی تھا۔ قائمی سے ۲۵۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ خوند میں کوئی نسلوں کے نظام پورے عروج بر تھے۔ ان سنتاںگ اگر مسلمانوں نے ایک تھیغتی خرک شروع کر دی تھی۔ جب بھی میں راست، اسلام، اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف در پیدا ہوئی کرتے یا عمل اور کو اذیت دیتے۔ خریک کے رضاکار رات کے وقت اپنی قتل کر دیتے اور ان کا سر ایک بند گاڑی میں رکھ کر پوسیں جو کی پر جنگا دیتے۔ ساتھ ہی ایک رقصہ چھوڑ جاتے جس میں کچھ اس سم کی عبارت ہوتی تھی:-

”تم لوگ دین کے خلاف بہتان طرزی اور ہزارہ سرائی کر ستے ہو اور ہمارے علماء کو اپنی خرافات کا جواب دینے کا موقع نہیں دیتے۔ ہمارے بھوگوں کو اسلام سے بدلن کرتے ہو۔ اب ہم تم سے اسی طرح بٹھلیں گے۔“ مسلمانوں کی اس چیزی خریک کے کوئی نسلوں میں خوند دہراں کی نیزہ دست ہے دو گنجی تھی توئی کیونکہ اپنی جان محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ اور رات ہوتی اور صورہ اپنے گھروں میں دیکھ جاتے۔ آخر کار مسجدوں اور بازاروں میں اعلان کرو لیا گیا کہ کسی شخص کو زبردستی کو منع نہیں بنا جائے گا۔ وہ مکنست پارٹی میں شامل ہوتا ہے یا نہیں، یہ اس کی صواب دیدا اور

میرے خدا، میرا خان کھول اٹھا پڑی جسے بے بی نے سیرت پڑی پاؤں جکڑ لئے۔ خون کا گھوٹ بنی کرہ گیا، چپ چاپ اٹھا۔ قرآن شریف جا کر اٹھایا اسے بار بار چو ما۔ اس خیال سے دل بھر آیا کہ تم مسلمانوں کی دوں تھیں اور ضعف ایمانی ہیاں تک۔ ہمچنین ملکیت کے دشمن ٹھٹھے عالم کتابِ آنکھی کی توہین کرتے ہیں اور ہم اس کی آن پر جان بھی نہیں دے سکتے۔ اتنے ہیں وہ بدعاش دکان سے نکل کر جل کھرا ہوا۔ میں نے جلد ساز کی اُجرت ادا کی اور اس کے تجھے تجھے ہو لیا۔ کچھ ناصلت پر ہمانہ تھا، جوں ہی وہ ہمانے کے قریب پہنچا۔ اس نے اس کا باٹھ لکھ لیا اور کھینچ رکھانے میں لے گیا۔ ہتلنے دار کو سارا اجر اسنا یا اور اس بدنخت کی جبارت پر احتجاج کیا۔ میں نے کہا:

”اس شخص نے حکومت کے احکام کی صریح خلافِ رذی کی ہے۔ خود حکومت اعلان کر جی ہے کہ کوئی کو فٹ دین کے خلاف نہ کوئی نازیما حرکت کرے گا اور کسی کو جرہا مل جو بنا یہ کہا۔ اس شخص کو اس غریم حکمت کی سزا دی جائے۔“

خانے دار نے میری شکایت پر کان ٹک کر نہ صرا، بلکہ اُٹھا بھی کوڑا نہ اور کہنے لگا۔

”ہمارے پاس کیا یہنے آئے ہو، اپنے خدا کے پاس جاؤ جس کے نام پر تم مر جانے کا عقدہ رکھتے ہو۔“

\* \* \*

خلنے سے نکل کر جامع مسجد سے گا۔ آج کل یہ سوچ رہا ہے کہ یہ یا نہیں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اس زمانے میں وہ شہر کے علاں، سڑھی میں تھی اور اپنے جگہوں سمیت تقریباً ۱۸، ۱۹، ۲۰ کی تاریخیں پھیلی ہوئی تھیں، نہایت خوبصورت مسجد تھی اور یہ شاہزادوں پر تعمیر کی گئی تھی۔ مسجد کے شمال میں بڑی بڑی تھی جس پر مسجد کی وقت دکانیں تھیں۔ مشرق میں بہت بڑا حمام تھا اس مسجد میں خوفند کے امیر خود نمازِ طہ حاصل کرتے تھے یا پھر تجوہِ اسلام اُنکی نیابت کا ذریض انجام دیتے۔ اس آخری دور میں تجوہِ اسلام ترورہ خان دا ملا تھا۔ ہفتے میں ایک دن وعظ فراستے۔ کوئی نہیں سنے ابھی تک ان پر باٹھ نہیں ڈالا تھا۔ البتہ موقع کے منتظر تھے اور اور ان کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دی تھیں۔ ایک حص

سنگین صورت حال کا دکر کیا اور ہمہ انی چاہی گروہ لوگ بالکل مایوس اور بے اس ہو چکے تھے۔ اکثر کا جواب یہ تھا۔ ”بیٹا ہم لوگ تو سوت اور شہادت کی گھر پاں گن رہے ہیں۔“

اب کو فٹ بالکل بے لگام ہو چکے تھے۔ وہ اختیاط جو خفیہ تحریک کی وجہ سے انہوں نے چند روز کے لئے اختیار کی تھی بالاتے طاقِ رکھدی گئی تھی۔ عموم طریقہ حد تک یہ شب سے خود کم کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے اب اختیاط کی صورت باقی ہیں رہی تھی۔ عام مسلمانوں میں جوش و خروش کے بجائے دہشت بھیلی ہوتی تھی۔ ان کے تھلے سوت ہو چکے تھے اور قوتِ مراجحت جواب دے گئی تھی۔ کسی شخص کی جان اور عزتِ نہنہ خود رکھتی۔

میرے پاس ایک جامیل شریف (قرآن کریم) تھی جس کے کچھ اور اسی بھٹ کئے تھے۔ میں ایک جلد ساز کی دکان پر گیا۔ یہ دکان کوئی بازار میں تھی جو خوند کی جامع مسجد کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ جلد ساز جامیل شریف کے اور اسی درست کر رہا تھا کہ ایک کو فٹ آیا اور بولا۔

”کیا میری کتابوں کی جلد تیار ہو گئی ہے؟“

”ایک گھنٹے کا کام باقی ہے، تیار کر کے پہنچا دوں گا۔“

جلد ساز نے جواب دیا۔

”یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟“ اس نے جلد ساز سے پھر سوال کیا۔

”یہ... یہ...“ جلد ساز گھبرا گیا۔ یہ قرآن شریف ہے۔ میں چند منٹ کا کام باقی ہے جوڑاپ کا کام پورا کر دے دکا۔“ اس نے تھا اسی تھا اسی تھا۔

کوئی غصبہ نہ کیا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ جھپٹا اور کر قرآن شریف جلد ساز کے ہاتھ سے چھین لیا اور چلایا۔

”اس خرافات (معاذ اللہ معاذ اللہ) کے لئے تم نے میرا کام روک رکھا ہے۔“

اور پھر قرآن شریف کو باہر مٹرک پر دے مارا۔ اُن

میں نے شیخ سے اجازت چاہی تو پوچھا:-  
 "آپ کہاں مقیم ہیں؟"  
 "درستہ عالم میں ایک جگہ لیا ہے" میں نے عرض کیا۔ صحیح تر اس اتفاقی کی وجہ سے نہیں بتایا۔ درستہ عالم اسلامی دوڑھ حکومت کا ایک عظیم اشان دار العالم تھا جس میں ہزاروں طلبیہ پڑھا کرتے تھے اساتذہ اور طلباء کے لئے درستہ کے ساتھ ہی ایک دمیع اقامت گاہ تھی۔ آج تک یہ درستہ در اس کی اقامت گاہ میسٹ مزدوروں اور مختلف شہروں سے آئے وائلے دینی سمازوں کی رہائش گاہ تھی ہوتی ہے۔

تو رہ خان دا ملا جھے اکثر اپنے ساتھ گھر لے جاتے اور بڑی تھفت فرماتے۔ ایک روز وہی اتفاقی کی کاشتہ جھے پاہرا اپنے جھے میں لے گیا۔ ترکستان میں جھے بالعموم دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس نے جھے پہلے حصے میں جایا اور خود دوسرے حصے میں بسا۔ تبدیل کرنے جلایا۔ اتفاق سے میز پر رکھے ہوئے کاغذات اٹھائے یاد درسے۔ میری نظر ایک کاغذ پڑھی۔ اس پر تو رہ خان دا مسلم کا نام لکھا ہوا تھا۔ کاغذ اٹھا کر دیکھا تو علماء کی ایک پوری فہرست تھی۔

میں نے کاغذ فوراً اپنی حبیب میں ڈال لیا۔ اتنے میں اتفاقی گھر روا ہوا آیا۔ جلدی جلدی اپنے کاغذات سنبھلے اور انہوں چلا کریا۔ تھوڑی دیر بعد والیس آیا باتفاقہ پڑھتے پڑا کے باہم کرنا دیا اور میری خاطر تو اضعیتی کی۔

اتفاقی کے متعلق میرے شبہات درست نہ کلے۔ میں نے کاغذ تو رہ خان دا ملکی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ جھے دعائیں دیں اور کاغذ اپنے پاس رکھ دیا۔ دو تین دن کے بعد اتفاقی غائب ہو گیا۔ غالباً جاہدین نے اسے اُچک کر ٹھکانے لگادیا۔

میں نے تو رہ خان دا ملکے گزار اش کی کہ میں شرح عقائد تشفی کا ذریں لیتا چاہتا ہوں۔ فرمایا:-  
 "ہمیں فخر اکبر اور قصیدۃ اعلانی الیمی کتابیں طبع سنی چاہتیں۔ عوام کو اسلام کے بنیادی عقائد سے آگاہ کرنے کی

گو باتا عده ان پیغمبیر کو رکھا تھا جو ان کی نقل و حرکت اور ان کے پاس آئے جانے والوں پر نظر رکھتا تھا۔ یہ شخص ایک اتفاقی تھا۔ بڑا ہی باقری اور خوش لفڑا زدیکھے میں بے حد خدا رسیدہ نظر آتا۔ لمبی دار گھی پیشانی پر شہزادگی نماز باجاعت کبھی ناخدا ہو تو۔ صبح کی نماز میں سب سے پہلے آتا استونوں کی آڑ میں ٹھکڑا ہو جاتا اور دیر تک بولی تراہت کے ساتھ شنتیں پڑھا رہتا۔ اس دوران میں ہر رسم اس کی نظر رہتی۔ مسجد میں اتفاقی اس پہن کر آتا اور باہر مقامی بلاس میں چلتا پڑھتا۔

بجھے اس شخص کی جو تھیں اور احوال مشکوک سے محبوس ہوئے چنانچہ میں اس کے عجتیں میں لگکر گیں۔ پتہ چلا کہ آس جناب کو گوشتی پاری کی طرف سے تو رہ خان دا ملک پر سلطنت کیا گیا ہے۔ جتنا والا زند صرف تو رہ خان دا ملک کے خلاف جاؤں کی کرتے ہیں، بلکہ ان کے ملقاتاً ہیں اور ہجرت کر کے افغانستان جانے والوں کا سریع بھی رکھتے ہیں۔

بنی "آسپرہ گذری" میں تقلیل ہو گیا۔ یہ خوفزدہ کا ایک نخلہ ہے۔ اس نخل کی مسجد بڑی خوبصورت اور جھے قرے شاندار ہیں۔ جھے ایک جگہ رہنے کو مل گیا۔ تاہم میں نماز بالعموم جامع مسجد ہی میں ٹھھڑتا۔ ایک روز نماز مجید کے بعد کچھ لوگ تو رہ خان دا ملک کے درس سے میں آئے اتفاقی کاشتہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ میں بھی ان لوگوں کے تیجھے پیچھے تو رہ خان کی خدمت میں پہنچ گیا۔ تو رہ خان کو جب پتہ چلا کہ میں ان کے استاذ حضرت عیاث الدین ایشان کا نواس اور ہم سبق خوجہ خان کا بیٹا ہوں تو بڑی تھفتے سے پیش آئے۔ میری پیشانی چونی اور دیر تک گھروالوں کا حوال دریافت کیا۔

"وہ آج کل کس حال میں ہیں؟" جب میں نے بتایا کہ ان سب کو کوشاں نے یا تو شہید کر دیا ہے یا جلوہ طن، تو تحمل پر غذا کا موہنی طاری ہو گئی۔

کر بسید اور کردیا۔ انہوں نے شیخ کی پردازہ کرنے پر ائمۃ شیعہ و اشاعت دین کا سلسلہ از سیر فو شروع کر دیا۔ تبلیغی پروگرامز کے جانے لگے۔ کوئی نہیں کہے میں ایسی مرکزی میان تاقابل برداشت نہیں۔ چنانچہ کپڑا و ھکڑا اور دار، گیر کا سلسلہ اور تیر ٹھیکیا۔ بالآخر جو حی اور حق کو علماء رتوں رات غائب ہونے لگے۔ آدمی رات کے وقت دروازے پر دستک ہوتی، دروازہ ھٹلا۔ خپر پر لیں کیا آدمی دروازے پر ھٹڑے ہوتے۔ مطلوب شخص کو بنڈھا رہی ہیں بھٹکتے اور یہ جاتے۔ گھروں سے کہدی ہے کہ دو چار روز میں واپس آ جائیں گے۔ ہفتہ دو ہفتے بعد خبر ملتی کہ انہیں جسلا دھن کر دیا گیا اور جلا و طعنی کے معنی یہ تھے کہ سائبیریا کے بر فیلے چشم میں بھیج دیا گیا ہے۔

ٹوپی سمجھیں میرے درس و تدریس کا سلسلہ پرستور جاری تھا۔ چنانچہ پارٹی کے اجلاس میں مجھے اخواکرنے کی تراویح منتظمہ کی گئی۔ رات کے تین بجے ایک فوجان نے آکر مجھے خبر دی۔ یہ شخص کسوس میں دلو جاؤں کی کونٹی لیگ، کارکن تھا۔ بغا پر قدر کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ میر دار پر دھملک کی صورت حال سے سختا نہیں پڑتا۔ فوجا اور میر اگر ادامت بن گیا تھا، اسی کی کوشش سے ہر کسی پر ہٹ اوپر پڑت کام عالم درفت گذشت ہتا تھا۔ چنانچہ میری نگرانی شروع کر دی گئی تاکہ میں بھائیوں کی بجائے نہ پاؤں۔ اخفی و دست کا ایک نابینا چاہیرا آپ تھا۔ پھرست صبح میرے پیر سے جوئے میں آمازی ہوئے اور تھی میان چھپڑ دیئے۔ گیارہ بجے کے قرب میر نے فوجان دوست اگیا۔ آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھول لاتو اُس نے دیکھا کہ چاہما۔ التعریف فرمائیں۔ مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ باہر گیتا تو کہا۔ وہ لوگ آج ہی کی وقت آپ کو کپڑے کا پختہ فصلہ کر پکڑے ہیں۔ یہ حضرت جو بیٹھے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ کہیں جانے نہ پائیں۔ نورِ مجھی دیر مدد کریں فور آہماں سے نکل جائیں۔

فوجان تو خصت ہو گیا۔ میں واپس جوئے میں پہنچا۔ ایوب پر چھا۔ ”یہ کون شخص تھا؟“

رشد ضرورت ہے۔ اسی طرح ہم کو نرم کے مبادی اور مادہ پرستی کے اصولوں کی تربید بھی کر سکتے ہیں۔ آج کے ذریں یونانی لفظ کسی کام نہیں آ سکتا۔ اس پر میں اپنا وقت اور صلاحیت سے خالق نہیں کرنی چاہتیں۔“

میں نے عرض کیا ”جیسے آپ پس فرمائیں، فقیر کو متلاطہ ہے۔“

تریا۔ ”شارے کے بعد غریب خانے پر آ جایا کرو۔“ ارشاد کے مطابق حاضر خدمت رہنے لگا۔ ۲۱ دن کی تربیت کے بعد مجھے ٹوپی بازار کی مسجد میں امامت پر مادر کر دیا۔ ٹوپی بازار کے خلیے میں بہودی بھی رہتے تھے اور امنی بھی۔ علاوہ میری کوئی نہیں کوئی نہیں کا ایک ادارہ بھی تھا۔ مساجد صحیح کے بعد میں قرآن کریم کا درس بھی دیتا اور اسلام کے نیازی عقائد بھی پیمان کرتا۔ درس اور تقریر میں خاصی تصفی اور توشیث ثابت ہوتیں۔ کوئی نہیں کوئی بات بڑی طرح ھٹکی۔ آخران کے اشارے سے پر جعلیے ہیں یہ سوال ھٹڑا دیا گیا کہ امام صاحب بالغ بھی ہیں یا نہیں کیونکہ ان کے داڑھی موچھے تو ہے نہیں۔ میں نے تورہ خان کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصر منایا۔ فرمایا۔ ”فلہری کے کسی آدمی کو نہ ازاد کے لئے آئے گے کہ دیا کریں۔“

ایک درس جاری رکھتے۔

اسداد کے مشورے پر عمل کیا۔ چند روز اٹھیان سے گزر گئے۔ جعل کے پچھے بھی آئے لگے۔ اس طرح ایک چھوٹا سا مکتب بھی بھل گیا۔ اب میرے پاس پورٹ اور پرستی کا سکلرھٹرا کر دیا گیا۔ دو اضخم رہے کہ کوئی نہیں نے حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد تکمیل کے اندر ایک جگ سے دوسری جگ جانے کے لئے بھی پرستی سistem راجح کر دیا تھا۔ تاہم انہیں کوئی نہیں میں سے ایک شخص نے معااملہ فرع دفع کر دیا۔ کوئی نہیں۔ اسلامی تعلیمات کو بے ماہر ثابت کرنے کے لئے ملائیں۔ صحبت بازی کرتے۔ دین کا نذاق اور تحریک اڑاتے۔ وجہ باری تعالیٰ پر اُنکی سرگی بخشیں کرتے۔ درس بیگ کے صدور مجھی الدین محمد دم کی تقریر بڑی مورث ہوتی۔ لوگوں پر المعموم رفت طاری ہو جاتی۔ کوئی نہیں کی دین و شہر مرکزی میں نے ملائکو جیسے بھی بھوڑ

لہا اور او بھی آستین والا کوٹ خرید لیا۔ اب میں ہو ہبھر قدری  
اڑ بک دھکاتی دیتا تھا۔

سموفنڈ پہنچ کر درس تیکار میں پھیرا۔ اگلے روز  
عبدالملک فاری کے درست کو تلاش کیا۔ انھوں نے مجھے  
شہر سے کوئی پا ۲۷ فرشخ کے فاصلے پر ۷۵ بیس قشلاق پہنچا رہا۔  
یہاں ایک عالم دین دام بخاری کے نام سے شہور تھے۔  
پھر سے ڈین، نکتہ داں اور دو اندشیں سرچ خاص و عذر  
تھے۔ فاری الماس نے ان کے نام ایک رقع لکھ دیا تھا میں نے  
یہیں اک ناجاہاما چین سے انکار کر دیا۔ فرمایا۔  
”میں فصل کر چکا ہوں کہ نہ کسی سے کوئی خط پڑوں گا  
اور نہ کوئی سرگوشی کروں گا۔“

تمام وہ بڑی شفقت سے میش ائے۔ اپنے ہاتھ سے  
چائے بنائی اور میش کی۔ میں نے عرض کیا فاری عثمان الماس  
نے سلام کیا ہے۔ ورنک سلام کا جواب دیتے رہے۔ علیہ السلام  
و علیہ السلام... پھر فرمایا ”الماس درست ہے“<sup>۹</sup>

”درست ہے“ میں نے جواب دیا۔

”اب یہاں کا ارادہ ہے؟“ انھوں نے درست  
سوال کیا۔

”بخارا یا شہر سبز؟“

”شہر سبز کے یہاں جائیں گے؟“

”وہاں میرے ماموں زندہ ہیں۔“

ماموں کا نام بتایا تو پتہ چلا کہ دام بخاری میرے نجھلے  
ماموں بھی انہیں خان تورہ کے شاگرد ہیں۔ جست خوش گئے  
اور دعا میں دین۔ ماموں ہی ماوں میں فرمایا۔

”مسلمانوں کی آڑ نگز کا وقت آگئے ہے۔ کون کھرا  
ہے اور کون کھوٹا۔ اب، انھیں الگ انگ چھاٹا جائیگا۔“  
دام بخاری سبقت میں ایک دن قرآن و حدیث کا  
درس دیا کرتے۔ تھوڑے بھی سڑکی ہوئے کے لئے لوگ خطرہ  
موں لے کر دُر دُو۔ سے آتے۔ میں قشلاق سے کچھ فاصلے پر  
تجھے قرائج پہاڑوں کا شہر و سد بیرون ہو جاتا ہے۔ انھی  
پہاڑوں میں جاہریں کا سرکون تھا۔ جاہریں روزانہ پہاڑوں پر

”غفل کے ایک شر بر کو نہ کاٹا کا۔“ میں نے جواب دیا۔  
پھر اتنی جان کا عطا کر دے بتر اٹھایا اور چیکے سے باہر نکل آیا۔ یہاں  
سے درست خشنہ میں بیجا۔ اس درست کے ایک طالب علم عبداللہ  
قاری تھے۔ قاری صاحب پایتوں کے رہنے والے تھے جاندار جا  
سے چار فرشخ کے فاصلے ہے۔ میرے پھرے درست تھے۔  
انھوں نے میرا تعارف ایک حافظ صاحب سے کرایا۔ یہ صاحب  
مجابر ہے، کے آجی سچھھوں نے تا جلستان کے پہاڑوں میں کلبوں  
کے ٹلانے جانکھیں بھی تھیں۔ پھر وہ آن پڑھائے تھے۔ ناطہ  
بھی اور سقط سے بھی۔ مگر اس کام نوجوانوں کو کوئی نشوون کے  
ذائقہ بخوبی اسلیخ سے لیس کرنا تھا۔ ان کا انداز بیان پڑھافتہ  
اندھیشیں تھا۔

”یہاں تقریباً ایک ہفتہ رہ۔ اس عرصے میں خود  
ایک درست، محلے ہمکنار رہا۔ سیکھوں عمل احلا وطن  
اور ہزاروں مسلمان شہید کر دیئے ہے۔ اس کاروں عمل بھی بڑا  
سخت ہوا۔ دس ہزار سے زائد رومنی اور کوئی سلطنت چھپنے سید  
ہوئے۔ ان دنوں خوفزدہ یا تو کوئی نشوون کو ختم کر دیں گے یا خود مر  
جائیں۔ اب کوئی نشوون کا گھر اتنا گت تر ہو تاہماں تھا۔“  
میں نے سرفہرست کا فیصلہ کر لیا۔ روشن ہو۔ قو قوت۔  
قاری صاحب تقریباً بیس سیر چاول دیئے کہ سرفہرست میں  
بیچ دینا تھا اس فخریج بکل آئے گا۔ سرفہرست میں اپنے ایک  
دوست کا پتہ بھی دیا۔

”۶۔“

سرفہرست کا ٹکڑا بڑے ڈرامی انداز میں چال کیا  
اور شام کے آٹھ بجے تک جاڑی سے روشن ہو گی۔ اگلے روز  
خواص پہنچا۔ یہ ایک جگنش۔۔۔ یہاں ایک ریٹائر ان بالک  
نے حاصل چالیس رومن میں خرید لئے۔ خواص ہمتو عی تھا کے  
چنکل میں گرفت رہا۔ کوئی نشوون نے کسانوں سے کھلنے پہنچے  
کی تمام چیزوں پیچیں لی تھیں۔ شام کی گاڑی سے پھر سرفہرست  
روشن ہو۔ ریٹائر ان کے مالک نے مشورہ دیا کہ میں سرفہرستی  
لباس پہن ہوں تو بہتر ہے گا۔ چنانچہ میں نے سرفہرست کا

بادل ناخواستہ مسجد سے نکلا اور رات گاؤں سے باہر ایک درخت کے پیچے گزاری۔ صبح نماز پڑھنے مسجد میں آیا تو دروازہ مغلق تھا۔ چنانچہ بخار اکی طرف چل کھڑا ہوا۔ آنحضرت پس کے قریب شہر میں پہنچا۔ محلِ خود را انہیں لیکے خصوصت مسجد دکھانی دی۔ اندر داخل ہوا تو کچھ عورتوں میں بھی پڑھے دھوپر ہی تھیں۔ اور مسجد میں کئی خاندانوں نے ٹوپرہ جمار کھا تھا۔ بعد ازاں پتھر چلا کہ یہ یہودی مکونشوں کے خاندان ہیں اور اخیر پوشش حکومت نے آباد کیا ہے۔

باہر نکلا تو دو بینڈ بائی کی آواز سنائی دی جو محبر بخدا تریں ترا آئی جاہی تھی۔ شاید کوئی جلوس تھا۔ چند منٹ کے بعد پورا مظہر بیرے سامنے تھا۔ آگے آگے فوجی دستہ بینڈ کی دھن پر مارچ کر رہا تھا۔ اس کے پیچے ہزاروں کمنٹش قطار در قطار اپنے پریم اٹھا کے چل آ رہے تھے۔ ہر قطار ایک عورت اور ایک روز پر مشتمل تھی۔ پہلوگ شہر کے دروازے پر ایک بہت بڑے حوض کے پاس جمع ہو گئے جو حوض دیوان بیکی کہلاتا ہے۔ دراصل اس روز مکونشوں "یوم بے پروردگی" منارتے تھے۔ چند سال پیتے اسی دن انہیوں کا مارچ فوج کی مدد سے مسلمان عورتوں کے چہروں سے بر قلع اُتار کر اپنی آگ لکھا دی تھی۔ جن خواتین نے گریغ اُتار سے انکار کیا تھا ان کے مکروہوں کو سخت اذیتیں دی گئیں۔ جنکے اُغصیں، بچانے کے لئے عورتوں نے نقاب اُتارا لے۔ اب وہ ہر سال۔ بے پروردگی کی تقریب مناتے تھے۔ جلوس کے اختتام پر مکونشوں نے جلدی سفر کیا جو جیس دینی شعائر کے خلاف دن کھول کر ہر زدہ سرافی کی اور اتفاق رائے سے منتراج اور مستثبور کی کہ تمام بڑی صاحبوں میں یعنی کے محنتے نصیب کئے جائیں۔

بخارا میں یہیں تین دن رہا مگر تین دن بیکے لئے تین سال۔ سے بھی بخاری تھا۔ حالات انتہائی احتطراب اگزیز تھے۔ پورا تر کستان مظلوم کی علی میں پرس رہا تھا مگر بخارا کے مسلمان جن مظلوم سے دچار تھے، دوسرا سے علاقوں کے مظلوم کی ان کے آگے کوئی حیثیت نہ تھی۔ اسلام اور خدا اور رسولؐ کے

آخرتے اور کوئی مٹوں پر اچانک ٹوٹ پڑتے۔ ھفڑی دیر تک معزکہ کارزار گرم رہتا اور پھر ارادھا اگر کے غائب ہو جاتے داملا بخاری مکونشوں کی بذریعی کا جواب بھی دیتے تھے اور بخارا میں کی تربیت بھی کرتے۔

ایک دن بھی سے فرمایا۔ ہم ترکتائی مسلمان کفاری محنت میں بدلنا تھے۔ خصوصاً عالم احضرات۔ سیلا ب ملتار ہوا اور رجڑے سوتے رہے۔ جائے بھی تو اس وقت جب سیلا ب مکونشوں، مدرسوں اور خانقاہ ہوں کی دیواروں سے آٹھکارا اسی غفلت شعارات کے اس آغاز عظیم کا لفڑاہ اس کے سوا اور کوئی نہیں، کر علماء اپنی جانوں پر کھل جائیں۔

- ۲۶ -

بخاری صاحب کی خدمت میں ہفتہ بھر رہا اور پھر بخارا کی طرف روانہ ہو گیا۔ بخارا میں سات آٹھ میل کے فاصلے پر وہیں سے کاٹرا جلسن کا گھان ہے۔ یہاں سے بخارا ایک چھوٹی پڑھتی کی رویل کاٹا دی جاتی ہے۔ یہیں بخاری میں سو اربعین کے یہلکے پیدا ہی چل پڑا۔ رات کے ایک گاؤں پہنچا۔ مسجد میں نماز پڑھ کر سونے لگا تو امام نے مردک دیا۔ اس پر بحث چھڑ گئی۔ امام کہتا تھا۔ مسجد میں سونا مکروہ ہے میں کہتا تھا کہ سافر کے لئے مسجد میں پھرنا اور سونا مکروہ ہے۔ آخر بحث میں بیچ ہو کر امام نے کہا۔

"فرقت کی طرز سے سخت احکام ہیں۔"

"فرغ... کون فرقہ؟" میں نے دریافت کیا۔

"بالا کی وجہا تکی،" امام نے لکھا رہے ہوئے کہا۔ تو نہیں

جاہناز فرقہ کون ہے؟" کمیونٹش پارٹی۔"

"کمیونٹش خدا کے مذکور ہیں۔ وہ کامیوں کے انتظام سے کیا تعلق ہے؟" میں نے کہا۔

"کم کون پہنچاں پیچے؟ اوزیم، تاجک اور غیر، قازاق یا ترکمان؟"

"اوڑیکس۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو یہاں اتنے کی بھی احجازت نہیں،" اپنی غیر مناو اور پیچے جاؤ۔" وہ زور سے تیر کیا۔

خلاف زیر ملارڈ پیکٹر اور معاند انس سرگر میں نزدیکی پر  
تھیں۔ گرفتوں کی زبان اور کوئٹہ پارٹی کی مردمی قانون تھی  
اسانی اور شہری حقوق ان کے قدموں تک پہنچا ہو رہے  
تھے۔ دینی حقوق اور شاعت کے ساتھ دا بستگی کا اظہار عذاب  
مول یعنی کے متراحت تھا۔

بخارا میں آٹھ سو دینی مدارس تھیں اس اب وہ  
قال اللہ اور قال رسول کی آوازوں سے محروم ہو چکے تھے۔  
کوئی حضبل بنا پڑا تھا، کوئی گودام کا کام دے رہا تھا کوئی کلب  
بن جکا تھا اور کسی سے رقص و سرود کی آوازیں اُٹھ رہی تھیں۔  
اکثر مساجد میں بند پری چیزیں بھیجیں ہو رہی اور دوسری غیر  
قدموں کے خاندان نیچم تھے۔ ہر شخص دوسرے کو شک کی نظر  
سے دیکھتا تھا۔ رہنمایاں ملت اور دینی پیشوایا تو شہید کر دیتے  
ہوئے تھے یا جلاوطن۔ جیل خانے دین دار مسلمانوں سے بھرے  
ہوئے تھے۔ عموم سخت پست حوصلہ اور جذبہ دینی سے خالی  
ہوئے تھے۔ فرغانہ اور سکرند میں کم از کم مراحت تو ہو رہی  
تھی، یہاں جیسے تمور کے گھر سے غیرت و محنت کا جنازہ ہی  
ٹکلی گیا تھا۔ دل کو سخت صدمہ ہوا۔ بار بار سوچتا کیا اب  
بچھے اپنے دہن کو خیر باد کھانا پیسے گا۔ بخارا میں آئے تھے دہرا دہی  
دن تھا اگر طبیعت کا اضطراب اور طریقہ گیا۔ آخر مشہور مسجد  
سفاک میں چاچپا۔ یہ مسجد میرزا میں تھے۔ خیال آیا کہ استخارہ  
توکروں۔ شاید یادی مطہر سے کوئی رہنمائی مل جائے۔ وضو چک  
کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی، استخارے کی وعایگی اور پڑھ کر گیا  
صحیح صادق کے وقت پہلے میوزن آیا، پھر دو آدی اور  
آئے اور ہم چار آدمیوں نے نماز ختم کی۔ ان لوگوں کی زبانی  
پتھر ہلا کر رات شہر پر قیامت گزد گئی۔ ہوا بیوں کو دن کے پہلے  
وقت گرفتوں نے پھر جلوس نکالا اور اسلام اور خدا در بول  
کے خلاف ہزارہ سرائی کی اور نی شاعت کا تحریک آرایا۔ اس پر  
چند نوجوان مسلمان مشتعل ہوئے۔ انہوں نے دو تین سربراہوںہ کی  
کریمیوں کو قتل کر دیا۔ اس پر کوئٹہ پارٹی کے درندے لور ہم  
مشترخ فوج کے جنی سماں ہی شہر بھر میں بھیں گئے اور قتل عام میں  
شرفع کر دیا۔ لوگوں کو گھروں میں بھس کھس کر نکالا گیا اور گولی



# اگر

پیش اب میں شکر آ رہی ہے تو  
**رسالہ مایسٹریشن سکری**  
مفت منگا کر پڑھی

اس رسائلے میں اسیاب اعلاءات، علاج،  
غذا و پرہیز لکھا گیا ہے

# دل کے دوست

تفصیل  
غذا پرہیز مفید تابیر جانتے کے لئے طریقہ  
مفت  
منگائیے

قدیمہ داخات

ہشمی دو اخات، دارالشفاق قدیمی  
امروہہ، ضلع مراد آباد (بی۔ پی)

کی ریاست کو قتل کر دیا۔ اس پر کوئٹہ پارٹی کے درندے لور ہم  
مشترخ فوج کے جنی سماں ہی شہر بھر میں بھیں گئے اور قتل عام میں  
شرفع کر دیا۔ لوگوں کو گھروں میں بھس کھس کر نکالا گیا اور گولی

## غَرَّهُ حَرَّلٌ

کوئی جواب ترا ناتر دلبری میں نہیں  
 وہ ایک آن جو تجویں ہے وہ کسی میں نہیں  
 مرض و رحم میں نہیں، لکشی خوشی میں نہیں  
 یہی جیسا ہوں، مگر لطف زندگی میں نہیں  
 ہماری سادگی شوق کو بھی دیکھ لے دست  
 کہ دلبری کی ادائیگی میں نہیں  
 وہ بندگی جسے معراج بندگی کہئے  
 نیازِ عشق میں ہے، نازِ بندگی میں نہیں  
 جھٹائے غیر کا کریم بھستہ چکڑ، ورنہ  
 وہ کوئی ہے اذیتِ جود وستی میں نہیں  
 کمالِ قشنگی ہے کہ میکشی کے بغیر  
 یہ بخودی کا ہے عالم کہ میکشی میں نہیں  
 نشانِ سجدہ مبارک، مگر یہ کیا زاہد  
 کہ بندگی کا اثر تیری زندگی میں نہیں  
 نرجا نہ آہ ترے غم میں دل پر کیا گزدی  
 وہ بات پہلی سی اب نالہ بشی میں نہیں  
 گدا شے اہلِ کرم، اہلِ دل نہیں تسلیت  
 جو دل غنی ہر تو کیسا دامن ہی میں نہیں

## تفسیر ابن کثیر مکمل (راہرو)

علام ابن کثیر کی معرفۃ الاراء تفسیر (اب ۲۳)  
قسطنطینیہ مکمل ہو گئی ہے۔ فی قسط - دو روز پر ۳۰ پیسے۔  
مکمل بالا جلد رہا تھا قیمت - ۱۰ روپے۔  
جلد ریزین - ۲۵ روپے۔

## تفسیر سورہ نور

(ائز - مولانا محمد نور دودی) اس شاہکار تفسیر میں  
امکنہ و اتفاقاً کے بہترین اجتہادات صحیح کرنے والے و صحیح  
کیا گیا ہے قرآن و حدیث کے اصول۔ سفر و عالم کا  
استدلال کیوں کریں ہوتا ہے۔ اسلامی اخلاق کی بنیادی تعلیمات  
پوشتمل سوریہ نور کی تفسیر ضرور ملاحظہ فرمائیے۔  
قیمت - چار روپے۔

## تذکرہ نفس

مولانا میں حسن کی معرفۃ الاراء تالیف تذکرہ نفس  
کی حقیقت اور وہ کس طرح پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اصلی  
ایڈیشن - قیمت - چھ روپے۔

## حقیقت عبودیت

تاریخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے ایک نہایت مفہوم  
اور بصیرت افزون رسمائیہ کا عام فہم اور تسلیم اور دو ترجمہ  
قیمت - ایک روپیہ ۳۵ پیسے۔

## فتح الغیب

شاعر عبدالغفار جیلانیؒ کے وہ فرمودات جنکا مطالعہ  
دل و دماغ کو منور کرتا ہے۔ حقائق و اسرار اور معارف  
ماں فہم زبان ہیں۔ مجلد - سارہ صفحہ تین روپے۔

## مصباح اللغا (عربی میں اسرد)

ایڈیٹ عظیم الشان لفت  
یونیورسٹی معرفت لفت اب جدید اضافوں کے ساتھ  
آنحضرت بر حیث کر گئی ہے۔ علاوه کاغذار و شکرانی  
چھپائی و ضبوط جلد - قیمت - تینیں روپے۔

## حجۃ الاسلام (مکمل)

تصنیف - مولانا محمد قاسم حساب رحمۃ اللہ علیہ۔  
شرح دہمیل کے ساتھ مصروفہ درکارہ جیسے ذائقہ اور ایم  
ترین اسلامی عقائد کی مصطلیں بحثیتیں اور توہینیں بحیثیں  
کتاب ہے۔ قیمت - سارہ صفحہ تین روپے۔

## انتصار الاسلام

یہ بھی مولانا محمد قاسم حساب کا تصنیف ہے۔ یہ  
وہ شہرور کتاب ہے جو بہت سے اہم مسائل و عقائد بر صحیب  
والشیعیں مواد پیش کرتی ہے۔ کلام و نظریہ کا بخینہ۔ جوں کہ  
مولانا مغفور کی زبان مکمل ہوتی ہے اسیے کتاب تشریع و  
تہمیل کیا تھہ جھانی کی ہے۔ اعلیٰ ایڈیشن۔  
قیمت جلد - سو اتنیں روپے۔

## مکتبات خواجہ محمد معصوم سرہندی

معارف و اسرار زہایات و نصائح اور نکات و  
نطاہت سے لب ریز خطوط اور دو لباس میں۔ مطالعہ کی  
بہترین چیز۔ قیمت جلد - سارہ صفحہ چار روپے۔

## تقدیر کیا ہے؟

تقدیر کے نازک اور تجھیدہ میں پر مولانا اشرف علیؒ  
رسیشی بخش اور ایمان افزون کتاب۔ مجلد سارہ صفحہ تین روپے۔

## مکتبہ تاج مجھی - دیوبند (دوپی)

# بہرہ گھریٰ حشر کی لفڑی

ان لوگوں کے ہاتھ مجبو طبق یہ جو ملک کی سالمیت اور اسلامی نظام کیلئے کام کر رہے ہیں

گوجرانوالہ کے جائزہ نام سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا خطاب — موئخہ ۲۰۰۰ فروری بعد نماز جمعہ

زندگی کے قائل ہیں۔ اس لیے ہمیں ایک الگ خطہ زمین جائیں گے جو اپنے نظام زندگی کے مطابق زندگی پر سر کر سکیں ॥

پاکستان مسلمانوں کی تحدہ کوشش سے وجود میں یا

اگر بیکا یوں نے بیگانل کے لیے، سندھیوں نے سندھ کے لیے، پنجابیوں نے پنجاب کے لیے، پختاونوں نے سرحد کے لیے اور بلوچیوں نے بلوچستان کے لیے کوشش کی ہوتی تو یہ ملک وجود پر میں نہ آتا۔ ملک اگر وجود میں آیا ہے تو صرف اسلام اور مسلمانوں کے اتحاد کی وجہ سے وجود میں آیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ دنیا کے لیے عجوبہ تھا کہ ایک عقیدہ کی بنیاد پر ایک ملکت وجود میں آئی۔ مگر پاکستان بننے کے بعد سے ۱۹۴۸ سال میں پاہل جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ اس کے بننے سے بھی ٹراجمونی شامل ہیں لکھنؤں پر معلوم تھا کہ وہ اس کا حصہ نہیں بن سکتے اور نہ وہ یہ امید ہے کہ اسکے تھے کہ ان کا علاقہ بھی اس میں شامل ہو گا اس کے باوجود تمام کے تمام مسلمانوں نے سمجھ دیا کہ کہا کیا:

”بہم ایک الگ تہذیب رکھتے ہیں، ایک علیحدہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور ایک دوسرت نظام

حضرات! اچ سے باعیں سال پہلے جب پاکستان بننا تھا تو دنیا کے لیے یہ ایک ٹراجمونی تھا لیکن اس کے بننے کے بعد باعیں سال کی حدت میں یہ معمجوں پھر پاہل کرتے رہے ہیں اور جو کچھ اس کر دیجے ہیں وہ دنیا کے لیے اس سے بھی ٹراجمونی ہے اس کا بننا اس لیے بھجوہ تھا کہ ایک علیحدہ قوم اور ایک الگ نظام زندگی کی بنیاد پر بننا تھا۔ جنہا ایسا یہ حقیقت سے یہ ملک نہیں بنایا تھا بہرہات میں کہ جس مملکت کے دو حصوں میں ایک پڑاں میں کافر ہو وہ جفراغیانی لحاظاتے ایک الگ ملک کیسے ہو سکتا ہے۔ اس ملک کے بننے کی بنیاد یہ بھی نہ تھی کہ اس ملک کے لوگ ایک زبان کے پولنے والے سمجھے یا ایک بی انس سے تعلق رکھنے سمجھے یا یہ ایک بی رنگ کے لوگ سمجھے اس کے بننے کی بنیاد اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ بر صغیر ہند کے تمام مسلمانوں نے اسے چاہا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں لکھنؤں پر معلوم تھا کہ وہ اس کا حصہ نہیں بن سکتے اور نہ وہ یہ امید ہے کہ اسکے تھے کہ ان کا علاقہ بھی اس میں شامل ہو گا اس کے باوجود تمام کے تمام مسلمانوں نے سمجھ دیا کہ کہا کیا:

جہوری نظام کو نافذ کیا جاتا اور انتخابات با قاعدہ ہوتے رہتے تو یہ قسمی تھا کہ پہلے انتخابات میں انہیں تو دوسرا بارے یا تیرسے انتخابات کے بعد ایسے لوگ برسر اقتدار آ جاتے جو یہاں پر پورے کے پورے اسلام کو نافذ کرتے، مگر قیامِ پاکستان کے بعد سے برابر یہ سازشیں کی جاتی رہیں کہ یہاں اسلام اور جمہوریت مزیدے پائے۔ مثلاً ۱۹۵۲ء میں آئنے والے بناۓ کی کوشش کی گئی تو وزارت کو توڑ کر کے ناکام بنا دیا گیا۔ ۱۹۵۶ء میں آئین تباہ چوکر نافذ ہوئے والا تھا کہ پھر سازش سے دستور ساز اسمبلی کو توڑ دیا گیا۔ ۱۹۵۸ء کا دستور بن کر نافذ بھی ہو گیا اور اس کے ماتحت پہلے انتخابات ہوئے دلے تھے کہ سرے سے آئین کو شورہ کر دیا گی۔

ستھیں میں آمریت کے نظام نے ایک آئین دیا جو سراسر خوبصوری تھا، جب اس کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو پوری قوم روایوں پر متفق ہو گئی ایک بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات اور دوسرے صدارتی نظام کی بجائے یا تھامی نظام مگر یا کیک بخوبی جھلکتے کھڑے کر دیے گئے بلکہ کھڑے کروادیے گئے۔ اب ہم اس مقام پر بیٹھنے لئے ہیں کہ اسلام کے مقابلے میں ایک دوسرے نظام کو لاٹھا کیا گیا ہے۔ نئی نسل کے داخوں میں یہ بات بھائیت کی کوشش کی جاتی رہی کہ اسلام کا کوئی اپنا نظام نہیں ہے ان کے کاؤن میں طرح طرح کے پروردی نظریات بھرے جائتے رہے۔ اغلات کو بھاڑنے کی کوششیں کی کیں اور ہر طرح کی خاصی، پرکرداری اور کریشن بڑے پیمانے پر پورے ملک میں چیل کی۔ حلال کانا ناممکن ہو گیا اور حرام کے دروازے گھوول دیئے گئے۔

### آمرانہ نظام کے قیام کی ماضی

ملک کے اندر آمانتہ نظام تو شروع ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ لوگوں کے بنیادی حقوق بچنے سے بخوبی کسر باتی و دگنی تھی اسے سختیں میں پورا کر دیا گیں، پھر ملک میں سرمایہ داروں کا ایک طبقہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی اور

ہوئے کا احساس غالب تھا، نظریہ حیات متفق علیہ تھا، اور پھر یہ صورت تھی کہ بمارے دریان ایک میں قیادت موجود تھی جس پر قوم کو اعتماد تھا۔ اگر اس وقت اسلام کی بنیاد پر یعنی کردا جاتا تو اس طرح کی کوئی پریشانی لاحق نہ ہوتی۔ منتظر ان متفق علیہ تھا، مفت رسول متفق علیہ تھی اور بمارے دریان اس طرح کے کوئی اختلافات نہ تھے جیسے کہ بنیاد میں زبان کے اختلافات، سعادتی اختلافات اور شعلی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہم اگر اس وقت آئین بنانا چاہتے تو بڑی آسانی کے ساتھ بنا سکتے تھے، ہم اس وقت سلام کی بنیاد پر یہ ری طرح سے عمل کرنا شروع کر دیتے تو یہاں پر اسلام کے اخلاقی نظام، سیاسی نظام اور معاشری نظام کو پوری طرح سے نافذ کیا جا سکتا تھا۔ آج جو یہاں پر سرمایہ داری اور جاگیرداری کے جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، یہ سی طرح سے نہ پیدا ہوتے۔

جب پاکستان بنائیا تو اس وقت مسلمانوں میں سڑپار نہ تھے بلکہ سرپارہ دار توہنہ تھے۔ ہاں الجنة جائیسہ داری یہاں موجود تھی مگر اسلامی نظام کے نفاذ سے اسے بھی ختم کیا جا سکتا تھا۔ ہماری اس کوتاہی کا نتیجہ ہے کہ یہاں پر اب سیاسی اور طبقاتی کشکش بڑی شدت سے پیدا کی جاتی ہے۔ اس وقت اگر یہاں کے نظام تعلیم کو بدل کر اسلامی نظام تعلیم نافذ کر دیا جاتا تو جو زندگی انتشار اب نظر آرہا ہے وہ ہرگز نہ پیدا ہوتا۔ ہماری نئی نسل جس طرح سے اسلام سے بوجشتہ ہو رہی ہے اگر ہم اسلامی نظام کی خوبیاں اس کو سمجھاتے، اسلامی نظام پر اس کے نیقین کو مضبوط کرتے تو یہ صورت حال نہ پیدا ہوتی۔

### پاکستان میں اسلام کو رکنے کی کوشش

پاکستان بننے کے بعد سب سے زیادہ یہ کوشش کی گئی کہ یہاں پر اسلام نہ آئے پائے۔ ہماری پیغمبر و کریمی تحریت نے انگریز سے اسلام سنبھالا تھا اسی لئے پوری کوشش کی کہ اس ملک میں اسلام اور جہوری نظام نہ آئے پائے۔ اگر یہاں

چاہے یہ مشرقی پاکستان کو مغربی بنگال سے ملاسے اور پنجاب کو مشرقی پنجاب سے ملاسے۔ اب میں مختصر طور پر یہ بتاؤں گا کہ اسلام کے مقابلہ میں دوسرے نظریات کیوں کر لائے گئے۔ یہ بات کمی جاتی ہے کہ لوگ اسلام سے مایوس ہو گئے ہیں اب کوئی دوسرے نظام یہاں لانا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام کب یہاں نافذ ہوا تھا جو اس کی ناکامی کا شہبہ ہوا۔ یہاں اگر اسلام پر ایمان نہیں ہے اور اسلام سے مایوس ہو گئے ہیں تو عوام سے چھپا لئے گئی بجاے صاف صاف کہیے کہ ہم یہاں سو شلزم لانا چاہتے ہیں مگر یہ سو شلزم کے ساتھ ساتھ اسلامی سو شلزم کیا ہو۔ درحقیقت ہمارے ہاں ملونی کی عادت اس حد تک رائج ہو گئی ہے کہ اشیائے خوردی میں ملونی کے ساتھ ساتھ اب دین میں بھی ملونی شروع ہو گئی ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ سو شلزم تو صرف سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لیے ہے۔

### طریق علاج کافر

میرے نزدیک تو سرمایہ داری کی مثال دل کے مرض کی اسی ہے۔ فرق اصل میں طریق علاج میں ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا علاج صرف اسلام ہے۔ اسلام کو دنیا میں انصاف قائم کرنے کے لیے اشترستے دین کی صورت میں بھیجا ہے۔ اسلام اپنی بات دلیں سے منوٹا ہے اور اسی صورت میں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے۔ دوسرے گروہ سرمایہ داری کا علاج اس طرح کرتا ہے کہ وہ ملک کے پورے سرمایہ کو مرکز کر دیتا ہے۔ پہلے جو بہت سے بڑے ٹرے سرمایہ دار ہوتے ہیں، کارخانے دار ہوتے ہیں اور زمیندار ہوتے ہیں اون سب کو ختم کر کے سارا سرمایہ سارے کارخانے اور ساری زمین حکومت کے پاس

دولت سخت سخت کر لئیں خاندانوں میں مرکز ہو گئی۔ ملک میں ایسے مقاوم یافتہ طبقے پیدا ہو گئے اور سہم اس بات کی کوشش کی جاتی رہی کہ ان طبقوں کے مقاوم کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ان چند مخصوص طبقوں نے ملک میں وہ لوٹ ٹھوٹ جانی کہ لوگوں کی جان، مال اور آبر و محفوظ نہ رہی۔ خدا کی یہ سرزین علم سے بھرنی۔ پس سلسلہ اتنا بڑھ گیا کہ پورا ملک ڈنٹنزوں کی پیش میں آگیا۔

### پاکستان کے جان لیوا دو فتنے

- ایک فتنہ تو اسلام کے مقابلہ میں دوسرے نظریات کو لاکھڑا گزناہ سے اور دوسرافتنہ مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنا ہے جس کی نیا دیر پاکستان حاصل کیا گیا ہے۔

### پہلا فتنہ۔ غیر اسلامی نظریات

پہلی بات جو یہ ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک عمارت جس بیماراد پر اٹھائی گئی ہوا اگر اس کی بیماراد کو ڈھناد پا جائے تو پوری عمارت دھڑام سے پیچے رہتی ہے اس کے حصوں کو افگ الگ توڑنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پاکستان اسلام کی وجہ سے اور اسلامی بیماراد پر بننا۔ اسلام کی بجائے کوئی دوسرانظریہ یہاں پر پھیلتا ہے تو پاکستان کے وجود کا جوازی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ بھکاریوں سندھیوں، پنجابیوں اور پختہ دل کے اتحاد سے قائم ہی رہ سکتا بلکہ مسلمانوں کے اتحاد اور کوشش ہی سے قائم رہ سکتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے اتحاد ہی کی وجہ کو بنگال آزاد ہوا، سندھ آزاد ہوا، پنجاب آزاد ہوا اور سرحد آزاد ہوا اور اب ان سے کی آزادی مسلمان پہنچی کی بنا پر قائم رہ سکتی ہے، اگر اسلام سے پہنچ کر پنجابت، بھکاریت اور سندھ صحت دغیرہ کو وجہ بیماراد بتایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کل کوئی سندھ کو کبھی سے ملا نا۔

اسلام کے خلاف ہوتی ہے اس وقت تک عوام کے سامنے پیش نہیں کی جاسکتی جب تک اس پر اسلام کو نیں نہ رکا یا جائسے کیونکہ وہ جانتے ہیں سو شلزم کی بھی کمی مسلمانوں کے حلق میں نہیں اتر سکتی۔

یہی حال اس اسلامی سو شلزم کا ہے اگر اسلام مکمل ہے تو پھر اس کے ساتھ یہ سو شلزم کا جو طریقہ معنی رکھتا ہے۔ اگر اسلامی سو شلزم قرآن دستت کے مطابق ہے تو پھر اسے صرف اسلام کی کیوں نہ کہا جائے۔ اور اگر اسلامی سو شلزم قرآن دستت کے خلاف ہے تو اسلامی کا لفظ لٹکا دیتے سے تو وہ اسلامی نہیں ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ میض دھوکہ بازی سے صاف کیوں نہیں کہا جاتا کہ ہم یہاں سو شلزم لاتا چاہتے ہیں اور اسلام نہیں چاہتے۔

### دوسرۂ فتنہ۔ اسلامی و علاقائی تعصبات

دوسرۂ فتنہ یہ ہے کہ یہاں علاقائی، اسلامی اور اسلامی تعصبات کو ایک ہمارا جادہ ہے۔ بھگال میں بگالیت، بینہ وہ میں سندھیت، بلوچستان میں بلوچیت اور سرحدیں پھاٹ کا نفرہ لگایا ہارا ہے۔ پنجاب اس سے قدرے بجا ہوا تھا۔ اب اس میں بھی پنجابیت کا نفرہ لگادیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ایک ہی گروہ ہے جو اس تہرشی میں لگا ہوا ہے کہ ملک کی وحدت اور صالت کو پارہ پارہ کیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کوچھ پیدا ہائیں مالوں میں مختلف افراد اور مختلف علاقوں سے پہ انسانیں ہوئی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مختلف علاقوں کے اندر لیے ہدایات پیدا کر دیئے جائیں کہم تھدا در ایک نہ ہیں۔ اگر پاکستان ایک اور محمد نہیں رہتا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے ہیں تو انگل اک اک کی آزادی کا فاتح مرہتا بالکل حکم نہیں ہے۔

آجاتی ہے۔ اب سب سے بڑا سرمایہ دار کارخانہ دار اور زمیندار حکومت ہو گئی۔ اب اس بڑے سرمایہ دار کارخانہ دار ایڈری مینڈار کے پاس قانون کی طاقت بھی، پولیس اور فوج کی طاقت بھی اور جیل کی طاقت بھی ہے۔ اس وقت تو آپ اس کا حق رکھتے ہیں کہ اگر کوئی تاجر، کوئی کارخانہ دار یا کوئی حاکم زیادتی کرے تو اس کے خلاف کہیں نہیں شکایت کر سکتے ہیں لیکن جب حکومت ہی سب کچھ ہو، اس کے پاس ہر اختیار اور قوت ہوتا ہے اپنے کس سے شکایت کر سکتے ہیں۔ اگر آپ اس کے خلاف آواز اٹھاتا چاہیں تو وہ بھی نہیں اٹھا سکتے کہ پرنس اور پلیٹ فارم بھی اس کے بعضہ شدید ہیں، پورے ملک کی پوری آبادی بھیں ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ ہے وہ حل جو سو شلزم پیش کرتا ہے۔

### سو شلزم کی جمہوری راہ سے نہیں یا

اس وقت میں اس بحث کو جھوٹتا ہوں کہ سو شلزم فلسفہ کے طور پر معاملی سماں کا عمل کی بیش کرتا ہے۔ میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی انسان اس طرح کے نظام کے آگے خوشی سے بھی تھیار ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، پھر وہ جس ہے کہ سو شلزم دنیا میں کہیں بھی جمہوریت کے ذریعہ نہیں آیا بلکہ سازشوں کے ذریعہ اور راقوں راست القلاب برپا کر کے یہ نظام برسر اقتدار آیا ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کے مخفی ہی عوام کی رائے کے ہیں۔

### اسلام کو ختم کرنے کی سازش

اسلام کو ختم کرنے کی بھلی تمام کوششوں کے باوجود مسلمانوں کے اندر ایمان موجود ہے۔ اس لیے ہر وہ چیز جو

## صحیح راستہ

یہ حالات ہیں جن کے اندر عام انتخابات منعقد ہوئے ہیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ جب مارشل لار رکا یا گیا تھا اس وقت رشتہ دار کا آئین نافذ کر دیا جاتا تو یہ جو ملکے نے پیدا ہوئے جو اس وقت اُنھرے ہے ہیں رشتہ دار کے آئین کے تحت عام انتخابات کرایے جاتے اور یہ بات آئینوں کے اصولی پر جو پڑ دی جاتی کہ جس طرح کے تغیرات کرنا جا ہتی کر دیتی۔ اور آئین میں جو ترمیس پسند کرنی کرتی۔

جتوںی وسٹہ میں جو جبوری تحریک علیٰ تھی اس نے بھی صرف دو مطالبے کئے تھے کہ رشتہ دار کے آئین میں یہ دو ترمیں کردی جائیں کہ بالآخر برائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات اور پارلیامنی نظام حکومت، اور جب ایوب صاحب نے یہ دلوں مطالے مان لئے تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ رشتہ دار کے آئین کو بحال کرنے کا اعلان نہ کر دیا جاتا اور عام انتخابات کرایے جاتے مگر اب انتخابات کا جواہر اعلان ہوا ہے وہ پارلیمنٹ کے لئے نہیں بلکہ آئین ساز اصولی کے لیے ہے۔

## نمازک صورت حال

اسی حالت میں جب کہ ملک کی بنیاد اور وحدت شک کو ختم کر دیا گیا ہے اگر اصولی میں ایسے لوگ آ جاتے ہیں جو اپنے اپنے علاقے کے مفادات کو غریز رکھتے ہیں جو ملک اسلام سے زیادہ اپنے علاقے سے محبت سے تو ایسی اصولی پاکستان کے خاتمہ کا فیصلہ ہی کر کے اٹھئی یہ پاکستان کے لیے بڑا نمازک مرحلہ پری درحقیقت آئندہ انتخابات میں یہ فیصلہ ہونا ہے کہ اس ملک کو ہنا سے یا نہیں، اسلام کو اس ملک کی بنیاد بنانا ہے یا کہ نہیں؟

## مشورہ جماعت

جماعت اسلامی نے اپنے مشورہ میں بوری تفصیلے تمام مسائل کو واضح کیا ہے۔ ہر قریب سے لمحے نوجوان کو چاہئو کہ وہ ہمارے مشورہ کا مطالعہ کرے۔ ہم نے مشورہ میں بتایا ہے کہ ہم ملک کے قوانین میں، ایڈمنیسٹریشن میں، معاشری

## راہ عمل

اب اس ملک کے ایک ایک آدمی کو جو اس ملک میں اسلامی نظام کا قیام چاہتا ہے اسے خوب غفت میں نہیں رہنا چاہئے اور اُنھیں کھول کر دیکھتے رہنا چاہئے کہ اس مملکت کو ایک رکھنے والے اور اسلامی نظام کو قائم کرنے والے کون سے عناصر میں جو عنابری اسی قوت ملک کی سالمیت اور اسلامی نظام کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ان کے باقاعدہ مضبوط کیجئے۔ مگر جیسے کون نہ لیکر پڑے ایوب کے باقاعدہ مضبوط کیتے تھے یہ نہیں۔ پوری قوم کو سخت ہو کر نظر پر پاکستان کی بنیاد اسلامی نظام کو قائم کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم نے ذریغہ اپنی غفت کا ثبوت دیا تو وہ تجوہ ہو کے رہے گا جس کو ہم ڈرتے ہیں۔ ہم نے جس طرح پاکستان بناتے وقت اسلام ہی کو پاکستان کی بنیاد پھر لیا تھا بہبیہ کو شمش ہوئی چاہئے کہ ہم اس بنیاد پر قائم رہیں، آپ اپنے مخلص بوگوں کو آئے لائے جو یہاں پر اسلامی نظام تعلیم کو راجح کر سکیں، جو اسلامی قوانین کا نفاذ چاہئے ہوں، جو اسلام کے معاشری نظام کو کامیاب کرنا چاہئے ہوں، جو اسلام کے اخلاقی نظام کو یہاں رائج کرنا چاہئے ہوں۔ یہ بات ہے جو میں آپ سے لکھنا چاہتا ہوں۔

اس وقت جو اصل مسئلہ دریافت ہے وہ یہ نہیں ہے کہ اقتدار کس کو ملے بلکہ یہ مسئلہ ہے کہ کیسے لوگ آگے آئیں جو ملک کی بنیاد کو قائم رکھ سکیں۔

ہے۔ کیونکہ اتنا دراس کے باقاعدہ نہیں تھا۔ مدد کے بعد اصل میں اگر وچار شیش اس کو ملی تھیں تو اس میں بھی اس نے جو کروارا دیا کیا وہ آپ کے سامنے ہے۔ الحمد لله دراس کا دامن ہر طرح سے پاک صاف ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں باہر سے روپیہ آتا ہے وہ روپیہ سیدھا انھیں کے پاس جلا جاتا ہے اس لیے آپ کو اس جماعت کو اپنا مال بھی دینا ہو گا۔ جماعتِ اسلامی جو کچھ کر رہی ہے وہ آپ کا اپنا کام ہے۔ اس لیے آپ کو لئے ہی کام کے لئے خود بھی بڑھنا ہو گا اور اپنا مال بھی لگانا ہو گا۔ اگر یہ ملک باقی رہا تو سب کچھ باقی ہے۔ اگر خدا نجاح استہ یہ زرہا تو پھر آپ کے لئے بھی کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ واخرد عواناً اللہ الحمد للہ رب العالمین ۴

نظام میں اور ملک کی خارجہ بالیسی میں غرضیک ملک کے ایک ایک منڈ میں کیا اصلاح چاہتے ہیں۔ ہم نے اس میں واضح کیا ہے کہ ہم کس طرح اسلام کی بنیادوں پر ملک میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد اگر آپ کا اطمینان ہو تو جماعتِ اسلامی کا ساتھ دیں۔

### جماعتِ اسلامی کی خصوصیات

- ۰ جماعتِ اسلامی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ جماعت پورے ملک میں موجود ہے۔ مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان میں اس کی شاخصیں موجود ہیں۔
- ۰ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جو خرابیں بھی پھیلے نہیں سال میں پیدا ہوئی ہیں یہ جماعت ان سے برلن لے

گور انوالہ کے حصہ نہیں۔ ولانا مودودی کی خدمت میں اخسن شہر یاں گجرانوالہ نے ایک حقیقت افروز سپا سامنیں کیا اور **اللہ عزیز** روپی کی قیمتی بھی۔ معلوم ہوتا ہے یہ گور انوالہ بھی امریکی سے سازباڑ رکھتے ہیں!

- حق و صداقت کا بیباک علمبردار
- کفر والحدا اور بے دینی و خدا بیزاری کی ظلمتوں میں اسلام کی مشعل جلانے والا
- مسلمانانہ ہند کے دل کی آواز

**حصہ دوم** کو  
ھفتہ فرزاں سے یہ من بنگلو ہے  
ہندوستان کا کثیر الاشاعت، سب کا المقبول،  
صحیح اور سچی  
خبریں دینے والا اخبار

### مسجد محسن از تکوہ

یہ بتائی کی ضرورت نہیں کہ مُلّا ابن العرب مکی کے شہزادوں کو تھوڑے تھوڑے وقف سے کمی بارہ رہنا بھی لطف سے خالی نہیں۔ ان میں ستم کی چاندنی اور طنز کی نیکسی ہی نہیں افادت بھی ہے۔ ملا فقط طنز برائے طرز اور مزاح برائے مزاح پر اس نہیں کرتا۔ وہ کسی نہ کسی اخلاقی مقصد پر بھی آپ کی توجیہ نظرفت کرتا ہے۔

حصہ اول — پانچ روپے  
حصہ دوم — چھ روپے

کتبہ تجھی۔ دیوبند روپی

## جماعت اسلامی کو امریکن امداد ملتی

جماعت اسلامی کو امریکن امداد ملتی ہے۔ یہ اسلام کی توبے دلیل ہی تھا مگر آج اس کے لئے ایک الیکٹریشن اسٹانڈارڈ لیں پاکستان سے درآمد ہو گئی ہے کہ کوئی کاٹ اس کی تجھیں نہیں آتی۔ آپ بھی سوچیجے۔ پاکستان کی جماعت اسلامی بہت سے رفاهی کام بھی مستغل کرتی ہے مثلاً گنتی شفا خانوں کے ذریعے غرباً کا علاج میفلس خاندانوں کی کفالت۔ بے نر طلباء کے تعلیمی اخراجات۔ خادشہ خاتم کے مارے ہوئے انسانوں کی بلا قبوری مدد و ملکت امداد۔

ان کاموں کے لئے لاکھوں کی رقمی کامیابی آتی ہیں یہ کوئی طبقی تھی بات نہیں۔ پہلا ذریعہ آمدی تو وہ راسخ العقیدہ حضرت ہے جو کہ سے کہ مذکور امام اتفاق کی امید پر اسے بہت ساروں پیدا دیتے ہیں۔ یہ دس گناہ اور بعض حالات میں سونگا لفظ اخیں دنیا میں نہیں لینا بلکہ آخرت میں وصول کرنا ہے۔ اسلام کی جماعت اسلامی اسے غرباً و مسکین کے دریچے آخرت کے مذکور تک پہنچادیتی ہے۔ اب جن لوگوں کو ٹوپاً آخرت کا بھروسہ نہیں وہ یکسے ماں یعنی کہ ایک تھارت یہ بھی ہے۔

دوسرا ذریعہ آمدی کتابوں کا کاروبار ہے۔ اللہ نے اس کی مطبوعات کو عالم مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ بڑے صغار میں اس کا جواب نہیں۔

ذریعہ از دلیلہ آمدی۔ پاکستان کی عدالت قربانی کی کھالیں ہیں۔ اس جماعت کے سوداً نبیعہ اللطفی کی نازدیک صدر دوڑ دھوپ میں لگ جاتے ہیں۔ شہر کے اطراف میں بھیل جاتے ہیں۔ وقت پر کھانا سلے نہ لے۔ سواری میسر ہو نہ ہو۔ وہ خون آکوڑا اور ناصاف کھالوں کو انجی تکراہ دشائیں پر لاد الدکر ارادت سے اُدھر لگاتے ہیں۔ تین دن تک اخیں تن بدن کا ہوش نہیں ہتا۔ سر سال اس سلسلے میں ان کی جملافت بھی ہوتی ہے۔ مگر اس سال جملافت میں ٹری شدت آئی کیونکہ وہا پاکستان نظریاتی سکمیٹس کی آماجھا ہے۔ ہزاروں کی گروپ ایکٹھوں خانی ڈرام اور سرخ ایڈنگز میں سوئے وہ زور اور اکبر بنغم خوش آسمان میں تھکنی لگادی۔ لال اور نیم لال اخبار لکھ رہے تھے کہ اب کی جماعت اسلامی کو ایک کھال نہیں مل سکے گی۔ مگر جماعت اسلامی کو اچھی کے شعبہ خدمت خلائق کی رو رٹ پر ٹکیب خبر سمارتی ہے کہ اس سال ملنے والی کھالوں نے اچھلے ریکارڈ تیار کیے۔ پہلے ہی دن گیارہ ہزار میں سیتیس کھالیں میں اور اگرچہ گذشتہ سالوں کے مقابلے میں قربانی کا اوسط اس سال کم رہا میکن ہیں، دوں میں جماعت اسلامی کو اچھا رہا ہزار چار سو ایسی کھالیں وصول ہوئیں، جن کی تیمت تقریباً دو لاکھ کھالیں ہزار روپے بنتی ہے۔ یہ سیم جیسے کم بھجوں کے نزدیک ایک تو دلیل ہے عوام کے طریقے ہوتے ہوئے اعتقاد کی یہیکن مولانا غلام عوث ہزاروی، مفتی جمود، ذوالفقار علی بھٹو، بھاشانی اور قادیانی امت مل جل کریں کہہ رہے ہیں کہ یہ کھالیں بالیقین امریکی بھجوں کی در پرداہ کششوں سے حاصل ہوئی ہیں درذ آخر جماعت اسلامی والوں ہی میں کیا اسٹرخاب کا بیرہے ہے کہ جس دیکھ اسے فوازے جا رہا ہے۔ بعض دیکھ دیکھ نے یہاں تک اکنٹا کیا کہ بہت سے امریکی بھی بھنوں اس سے قربانی کرنے لگے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ کھالیں جماعت اسلامی کا ٹھیکانہ لے سکیں۔ امید ہے الفہانت پر در حکومت ان کھالیں کو خوب طور کر گی اور سماج کے پھجوں کو آئندہ الیکشن میں کھڑا ہونے کا نااہل متراد دے گی۔

## خزین اخلاق

ہزاروں اقوال زریں بیٹھا رستن آہوز حکما تین قرآن  
حدیث کے انمول ہوتی علم داشت کے جواہر بارے اور  
نوع بدنوع چھپ اور خدا فروض مضاہیں پڑھن، اس کتاب  
کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے میں ایڈشنس چھپ  
چکے ہیں۔ خاص و عام ہر طبقے میں اسے لستہ کر جانا ہے۔  
تازہ ایڈشنس پھر ط جلد اور جیعن سرسری گرد پوش کیا جائے۔  
قیمت ————— بارہ روپے

## اسلام کیا ہے؟

مولانا منظور نعمانی کی دہ شہور کتاب سترہ میں اسلام کا مفصلی  
تعارف اس اندر اذمیں کرایا گیا ہے کہ استعداد کا ادبی  
اس سے فائدہ اٹھا سنا ہے۔ مجلد — دھانی روپے ۲۵۔

## التسرش

احادیث تصوف کی معرفت پر مولانا اشرف علی کی  
معروف کتاب۔ قیمت — بارہ روپے۔

## تلش راہ حق

خطوط کی زبان میں ایک روپا۔ مولانا سید سلمان  
ندوی، مولانا اشرف علی مکانی، مولانا مناظر احسن  
گیلانی، مولانا منظور نعمانی، مولانا سب زبر الاعلیٰ مودودی  
میان پھیل جم جوہری علی احمد۔ دو روپے۔

## دینی دعوت کے قرآنی اصول

مولانا محمد طیب حمد کی ایک فکر انگریز کتاب جو دینی  
دعوت کے بنیادی اصولوں سے بحث کرتی ہے۔  
قیمت مجلد — سو اور روپے ۲۵۔

## ملکتہہ تجھی — دیوبند (لیٹی)

## رحمۃ تعالیٰ

حضور کی سیرت پر قاضی محمد سلیمان نصویر پوری کی مشہور  
زمانہ کتاب عزیزۃ الاراء صحیحی گئی ہے۔ حقیقی، مستند اور  
لا جواب مضمون سے مالا مال۔ تین جلدوں میں مکمل۔  
قیمت ————— ۲۵ روپے

## معارف الحدیث

مولانا منظور نعمانی کی مشہور تالیف منتخب حدیث  
بیوی اور دو ترجیح و شرح کے ساتھ۔

حصہ اول مجلد	سو اچھے روپے ۱۱۲۵
» دوم »	سات روپے
» سوم »	سو اٹھڑو روپے ۱۱۲۴
» چہارم »	سات اچھے روپے ۱۱۲۳
» پنجم »	پنے اٹھڑو روپے

## دلی اور اس کے اطراف

انیسویں صدی کے آخر کا ایک سفر نامہ اور  
رہنمای چھ۔ قیمت مجلد — دو روپے۔

## الانتباہات المفیدہ

مولانا اشرف علی کے خانہ زر بکار سے بعض لیے  
شبہات و اعتراضات کے جوابات جو نئے دور کی پیداوار  
ہیں۔ قیمت — سوارہ روپے ۱۱۲۶۔

## دین و شریعت

اس قسمی کتاب میں مولانا منظور نعمانی نے دین و شریعت  
کے تمام اعتمادی اور علی گوشوں پر افادتی سمجھ پور  
روشنی ڈالی ہے۔ تین روپے ۵ پیسے۔

تاریخ اسلام۔ مکمل ہر حصہ | اذ اکبر تاہ سخن بآبادی  
بیت المقدس روپے

# مسجدِ مہمان نگار

شنبہ قاسمیں کے لئے



مولانا فاطرطت اپنی یورڈ پرسن تربیدہ کی اڑاکی سے لپٹنے والے تذیر کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ مولانا آہد، مولانا تربیدہ نے اکابر کرد پار مولانا انعام اپر اتر آئے۔ اپنی حصت سے انھوں نے ایک نالی اسیہ کے طفروں پھرڈ لی جو عین اس کے کل پر گرفتی تھی۔ مزیدار اداہی بھلی تھا کہ اپنے مکان کی ایک دوارا تھی اور اچھی کرسی کو تربیدہ کے گھر کی دھوپ ڈک جائے۔ جیسا کہ ملائی دوڑخواست کی کہ اس نام سے بازیں، انھوں نے مجھے صلی و عین شناسیں۔ اور پھر.....

۲۰

کہتے تھے۔ ہر شخص ان کے ز پڑو درج کا قابل تھا۔ ویسے وہ عربی دان نہیں تھے لگران کے جوش تسلیخ اور شوق عبادت ہی کی وجہ سے لوگ انھیں مولوی صاحب کہا کرتے تھے۔ لب میں تیز قدم اٹھاتا ان کے در دلت پر جایہنچا۔

"آور خورد اراؤ۔" ان کی قصیق آواز نے میرا خیر قدم کیا۔ بہت دنوں میں نظر آئے۔ اچھے تو ہو۔ "جم رہا ہوں آپ کی دعائے۔ آنحضرت تو مع الخیر ہیں۔"

"احمد پرورد کٹ گئی جتنی تھی۔ اور جو کچھ باتی ہے وہ بھی کٹ ہی جائے گی۔"

"اجی۔ آپ حضرات کا کیا ہے۔ دنیا میں بھی ہر سے اور جنت تو خیر آپ کی ہے ہی۔ ہم جیسے بد نکتوں سے پورچھتے۔ دنیا اور دین دنوں تباہ۔"

"اے داہیا۔ یہیں کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ تم تو انشا اللہ بہشت ہیں، میں جاؤ گے۔ میں ذرا خدمت دیں کی طرف توجہ کرو۔ آجائونا تم بھی ہماری طرف۔"

"ضرور اُوں گا۔ اب ترجی دنیا سے اتنا اچانک ہو گیا ہے قبلہ کے ساری عمر چلوں ہیں میں لگز رجائے تو دل کا خود کھل جائے۔ آپ خادم کو اپنی تربیت میں نے یعنی تو زندگی بھرا حسان نہیں بھولوں گا۔"

میں ان کی عطا فرمودو، فتح و بلحچ کا لیوں کی دل ہی دل میں جکالی کرتا ہوا باہر نکلا۔ بظاہر بیری حالات اُس عاشقِ نمراد سے بہتر نہیں تھی جس کے متعلق شاعر کہہ گیا ہے:-

بڑا بے آبر و ہر کو ترے کو چھ سے وہ نکلا  
لیکن خون میں ھھوٹن اور ٹھیجے میں کری قطعاً نہیں  
آئی تھی۔ نبض کی رفتار بھی نارمل ہی تھی۔ اسی لئے  
بہت احتیاط اور سنجیدگی سے سوچا کہ اب کرنکری حادثہ  
بہت آسان راستہ بظاہر ہے تھا کہ نالی خسال کی  
ا طرف سے بند کر دی جائے۔ مولانا کے دو صورت، الیکٹریٹرا  
یا ان کا سالانہ رنجو پر پڑھ دوڑے کا اس کی صحیح تبلیغ  
پر وہ نہیں تھی۔ لیکن نالی بند کرنے سے مولانا کی نہ۔  
اور اشتقاتی جذبے میں جو اضافہ اور ہرگواہ خوبی خالہ  
کے لئے مستقل نیک عذر اپ بن جائی۔ کیا نالی ایمان  
کس جگہ اور دس پار کھوئی جا سکتی ہیں۔ میں دو صورتے میں  
کار منے والا کہاں تک اُڑ رے آسکو رکھا۔ علاج ایسا ہو  
جو حرض کو جڑ سے اُکھیر دے۔ نبض ہمیلٹری میغی نہ ایامت  
نہ ہوگی۔

سوچنے سوچنے مولانا فاطرطت علی کا نام ذہن میں آیا۔ وہ مولانا فاطرطت علی کے رچھے خلکے دو متروں میں تھے۔ پڑھے نیک اور فرشدہ بہرت۔ بیان حدت نہیں میں کام

"نہیں بھی۔ دوسروں کے معاملات میں خل دینا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ تم بھی ایسے خضول قصیوں میں مت پڑو۔ خالہ والہ کوئی قیامت میں کام نہیں آئیگی۔" میں بھی ایڈس کے آیا تھا خدمت میں۔ اب جیسا دن دارصلاح انسان اگر ایک مظلوم بیوہ کے کام نہیں بیٹھا تو پھر کون آئے گا۔"

"صاحب زادے۔ خدا کی رویت میں شک کرنا کفر ہے۔ کیا وہ الکا لالک ذوالجلال والا کرم تھا جو خالہ کا رب نہیں۔ اگر ہے تو پھر وہ خود ہی ان کی نگہداشت کرے گا۔ اخپس سمجھا فغم الموی نعم اتوکیں کا ورد کیا کریں جو کر لد سے زبان تر کھیں۔ حیر و شک کو ہر صیبت کی ڈھان بنائیں۔ ان الشدر مع الصابرین۔"

ان کے چہرے پر طاقت دس برس رہا تھا۔ جیسے کوئی فرشتہ ہمار کی چوتی سے وعظ کہہ رہا ہو۔

"دین و شریعت کو آیے ہی اہم بھجھنے ہیں۔ مجھے تو ایک آدمی نے یہ حدیث بتا دی تھی کہ اپنے بھائی کی مردگرد چل ہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔"

"ایں کیا کہا۔" ان کی آنکھیں کی نرمیت ناوار میں بدل گئی۔ ظالم ہو یا مظلوم۔ توہہ کوہہ برخوردار کہیں خذلہ ایسی بات فرمائتے ہیں۔"

"نشیخ تھی اُس آدمی نے ساختہ ہی سنائی تھی۔" "کون تھا وہ آدمی۔" یقیناً مودودیہ ہو گا۔ ان لوگوں سے ہوشیار ہا کر دی۔ یہ لوگوں کا دین ایمان خراب کرنے کے لئے بولتے چرتے ہیں۔ ذرا بہت اُس سے کیا نشیخ سنائی تھی۔"

"اس نے کہا تھا کہ مجاہد کے سوال کرنے پر خود نے اس کا پیطلب بیان نہ کیا کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظالم سے روک دو۔"

"ہیوں اکھیوں اطہران کا سانس یا مگر نکل کے آثار ابھی ان کے روکے نہ ہو۔ پر خود تھے۔" بات ترکھیں آتی ہے گرہم نے تو اسی حدیث کہیں نہیں پڑھی۔ ذرا بہت تو بحادث تھے۔"

"انکار کس نے کیا ہے عزیزم۔ آڈ تو بھی اس طرف۔ تم جیسے جوں ہمت اُگر تملیٹ کا کام بھالاں ہیں تو قوم کی توحالت ہی کچھ سے کچھ پڑھتا ہے۔" وہ غفل صاحب کے بیٹھ کر دیکھو۔ جانتے ہیں۔ بھل میاں کو۔" "جی ہاں۔ خوب۔"

"وہیا ہی بدل گئی ہے اس کی۔ بیلے تاش کھیلتا تھا، بھوترا رہتا تھا۔ اور نہ جانے کیا کہتا تھا۔ اس شام اللہ نو افضل پڑھتا ہے۔ چلے دیتا ہے۔ اکثر وقت اس کی زبان اذکار سے تردد ہتی ہے۔"

"رشک آتا ہے اس کی حالت پر۔ میں نے بھی حضرت اب ارادہ کر ہی لیا ہے کہ سب کچھ چھوڑ جس اڑ آپ کے تدوین میں آپ ہوں گا۔ مگر۔" میں نے فخرہ ادھورا جھوٹ کر طویل آہ کھینچی۔ "مگر کیا۔"

"ایک تختہ صیبت میں گرفتار ہوں۔ آپ اس سے نجات دلادیں تو سے۔"

"کہو کہو۔ خیر تو ہے۔" میں نے ان کے چہرے پر تھفت کا نور اور غنواری کا صبور دیکھ کر خالہ زیدہ والی داشت عرض کی۔ وہ ہرے خور سے شفته رہے۔ پھر میرا کہہ چکتا تو ناخوشگوار سے ہجھی میں بو لے۔

"یہ بھلا کہاں کا جھگڑا تم لے بیٹھے۔" (نیزی) عاقبت کافر کر آدمی کے لئے گیا کم ہے کہ وہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اٹا تا چھرے۔ میاں زبیہ بیگم تھساڑی سکی خالہ تو نہیں ہیں۔"

"یہ اور سو شیل کی بحث نہیں ہے مولانا۔ بحث تو ظالم صریح کیتھے۔"

"کیا باتیں کرتے ہو۔" دنیا ظالم سے بچا پڑی ہے کس کس کے تیکھے جان دیتے پھر دے۔"

"مولانا نظرت سے آپ اکی بوسی ہے۔ آپ انھیں بحادث تھے۔"

اب رزید گفتگو کیا ہوتی۔ یہاں سے بھی اپنا سامنے  
لے کر اٹھنا پڑا۔ کلدھر جاؤں۔ کیا کروں۔ سوچتے سوچتے  
مرزا غیر احمد کیا ڈالی۔ وہ بھی مولانا حضرت کے دستون  
میں ٹھٹھے۔ پرانے قوم پرست۔ جمعیۃ علماء کے دیرینہ پورکر۔  
مرنا تھتنا ان کے گھر بھی یعنچا۔

”آپ راہ سے ملائیاں۔ خوش آمدید۔ زندہ باد۔“  
وہ دیکھتے ہی بھل اٹھ۔

”یعن مردود زندہ باد۔“ میں نے نہ کہا کہ کہہ  
یہاں تو ایڑی سے چٹی تک مردہ باد ہوئے پڑے ہیں۔  
— آپ کی بلاسے۔

”ارے نہیں۔ کہہ کیا چاہتے ہو۔ راشن ڈپ۔  
نوکری۔ کچھ اور؟“

”آپ کی عمارت ہے۔ اپنے لئے تو کچھ نہیں  
چاہتا۔ میری ایک خالہ ہیں۔ بڑی مصیبت میں ہیں۔  
بیوہ ہیں۔“

”فکر ملت کرو۔ اب کی ایکشن میں لا اگر لی ڈھ  
یقیناً جیت رہے ہیں۔ تھماری خالہ کے لئے وظیفہ کرایہ  
جائے گا۔“

”ایکشن تو شاید اگلے سے اچھے سال ہے۔“

”کیا دیر لگتی ہے دوسال اندر نے میں۔ میاں تم  
بخارے کام بھی نہیں آتے۔ اب کی ہمت کر جاؤ۔ خدا کی  
نسم تیر جاؤ گے۔“

”جسے سیاست کی ابھی بھی نہیں آتی۔“

”ہم جو ہیں آگے آگے۔ تیار ہو تو بتائیں یکم۔  
کیا کرننا ہو گا مجھے ہم۔“

”مجھ بھی نہیں۔ صرف حزے۔ حزے ہی ہزے۔  
جیپ مل گئی۔ خدمتکار ملیں گے۔ کھاؤں درکاؤں تقریبی  
کھٹے پھٹے۔ سیر پٹا۔ پلاو پر اٹھے۔“

”مگر مجھے تقریب نہیں آتی۔ آپنے گذشتہ سال  
کھڑک پور کے جلے میں میرا حال دیکھا ہی تھا۔ کیا  
ادٹ پٹانگ لانگی قھی۔“

کون تھا وہ؟“

”یاد نہیں۔ دیسے حضرت قطب شہید نے بھی اپنی

ایک کتاب میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔“

”کون قطب شہید؟“۔ انھیں نے ناگواری کے  
انداز میں پوچھا۔

”دہی اخوان اسلمیون والے۔ جنہیں مصری حکومت  
نے پھنسی چڑھا دیا۔“

”اخوان اسلمیون کی چیز؟“

”آپ کو نہیں معلوم۔ ایک جماعت ہے امامت  
دین کی دعوت رینے والی۔“

”بہت دیکھی ہیں جماعتوں۔ کیا کہا امامت دین!  
— یہ قمودود پور کی زبان ہے۔ تم بھی معلوم ہر ٹانچہ ہو گہٹ  
کے چکر میں پڑ گئے ہو۔“

”ارے لا ڈل دلا۔ میں تو لا ہور کی طرف منصہ  
کر کے ٹھوکنا بھی نہیں۔ اخوان اسلمیون مصری جماعت سے۔“

”بس تو سیاست کا چکر ہو گا۔ میاں تم نہیں سمجھتے  
بھارتی یونیورسیتی جماعت کے سوا ہر جماعت اقتدار کے چکر میں ہے۔  
نورانیت ہمارے سواقم کہیں نہیں پاوے گے۔ آجاؤ الگ رعایت  
درست کرنی ہے۔“

”تو کیا آپ ایک مظلوم بیوہ کی کوئی مدد نہیں  
کر سکے؟“

”پھر دہی مرغے کی ایکٹ ٹانگ۔ اسے ہر خود رائے  
یہاں جل چلا دلکرم رہا ہے۔ اپنی منتظر کرو اپنی۔ جتنا وقت  
غیر ضروری کاموں میں گزارو گے اتنا وقت دکر لے میں گھاؤ۔  
— زبان کو انتد کی یاد سے تر رکھو۔ لوگوں کو کلمہ پڑھاو۔  
نمایاں درست کراؤ۔“

”میرانا اقبل۔“ میں بیڑا پہ کہ بولاں۔ ”میری  
زبان سگر میں پیٹے پیٹے سوکھ گئی ہے۔ اب وہ تر کیسے ہو گی۔“

”خود باشد۔ سگر میں پینا مسلمان کا شیوه نہیں۔  
بھجی تو کہتا ہیں کہ تبلیغ کو نکل۔ سارے خرافات چھوٹ  
چھوٹ جائیں گے۔“

”خدا کی قسم مزا آگیا تھا۔ اور وہ لوگ آج تک تمہیں باد کرتے ہیں۔ ایسی ہی تقریبیں تو جلسے لوث یعنی ہیں۔ جو بے تم نے وہاں تقریبی کی ہود دیوں کا سچ بھی مارا گیا۔“

”مودودیوں سے میری تقریب کا کہا واسطہ تھا؟“  
”چھوٹیں نہیں تھا۔ مگر صرف ترکش نے ٹھوڑا پور میں کافی پروپیگنڈہ کر دیا تھا کہ یہ شخص مودودی کا مرید تھا پھر ملک گیا وہاں خواب دیکھا۔ تب سے مودودی کی قیمت فتح کر لی ہے۔“  
”لیکن خواب۔“

”اوسے میاں پرسب ہم پر چھوڑ دد۔ خواب، کشف، الہام سب کا ایک موقع ہے۔ تم ہمارے ساتھ رے تو سب معلوم ہو جائے گا کہ کس وقت کس چیز سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے بسی اسٹرنچ شناسی دروازی کا فون ہے۔“  
”بنض شناسی دوڑا۔ یہ شاندار الفاظ تو میں نے کئی شعراں پڑھتے تھے۔“

”شعر پویا شہ سbast تے آئے سب پانی بھرتے ہیں۔ تو ہو گئی بات پکی؟“

”اخنوں نے بڑی گرجوشی سے میرے ہاتھ پر مارا بندہ تو آپ کا خادم ہے۔ جس راستے چلا گئے جیلے گا۔ لیکن آج کل ایک سخت پر ایم ویزیر ہے۔“  
”کہہ ڈالوڈ بھائی۔ ہم نے تیرے پر ایم چیلکی بجا تھیں کئے ہیں۔ وہ چیلکے ایکش میں۔“  
”جی ہاں جی ہاں۔ میں آپ کی صلاحیتوں سے واقف ہوں۔“

”پھر میں نے تھوڑا اپنی کہانی ان کے گوش گزار کی۔“  
”ہنگارہ بھرا۔ گردن ہلان پھر کہنے لگے۔“  
”مولانا قدرت ذرا اضدی آدمی ہیں۔ مجھے اندر شہر ہے کہ ہم نے اگر انھیں اس معاملے میں سمجھایا تو ناراض ہو جائیں گے۔“

”ذرا سیاست سے سمجھا تھے کا۔“

”وہ تو ٹھیک ہے گورنر ہے معاشر ان کی اہلیت کے بھائی کا ہے۔ ان کی اہلیت بڑی دنباک قسم کی خودت ہیں۔ خود مولانا بھی ان سے بولی سمجھاتے ہیں۔“  
”کوئی شکر تو کر دیکھئے۔“

”میاں اعتمت چھوٹا سا قصہ تھا۔ الفہار برادر کے اتنی یقیندی ووٹ مولانا فطرت کی بھی میں ہیں۔ وہ اگر بگٹھ کے تو کام خراب ہو جائے گا۔ تو آخر تھیں کیا آئت پڑ رہی۔ وہ اس قصہ میں شانگ اڑائے کی۔“  
”میں نے کہا تاکہ وہ بیوہ تیری خالہ ہیں۔ ان کی بچی میری اپنی بھی ہے۔“

”کیا بھی ہوئی ذہنیت ملے پھرتے ہو۔ کون خالہ کس کی خالہ۔ میاں یہ زمانہ ساقیں اور سیاست کا ہے۔ اپنی خبر رو۔ اپنے مستقبل کی خبر رو۔ کل اگر مر گئے تو بال بچے بھیک مانگنے پھر ہو گے۔ آدمی کو اپنا پاہی پڑبوڑ کرنا چاہتے ہیں۔“  
”میں خواب کی ہر تصویر پر بدل و جان سے عمل کر لے گوئیں ہوں۔ اگر یہ معاملہ بھی تو ہر حال۔“

”میں برو جال۔ بچے بڑھنے کے کچھ ہوں۔ دنیا بھری ٹری ہے یہیوں ہواؤں ہے۔ کوئی کس پر ٹکرم نہیں کر رہا ہے۔ کہاں کہاں وفات گوارتے پھر گئے۔“  
”بھر کھی مولنا۔“

”چھوٹیں بھر دو۔ بھتی یہ بھی تو خواب ہی کا کام ہے گا کہ مولانا فطرت کے ساتھ کی شادی کر دو۔ تکاح ہمارے بغیر کی سنت ہے۔ مولانا آخر کیا برا چاہتے ہیں اگر ایک۔ بیوہ کی بھی کو اپنے سایہ حافظت میں لے لینا چاہتے ہیں۔ سچھیں تو اس کی تائیں تکری چاہتے۔ جانتے ہوں مولانا کی مالی حالت؟“

”قیلہ۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ مولنا کا سالہ نذر یہ ایک آدارہ اور اوپاش لڑکا ہے۔ غائب یہ تو ہمارے بغیر کی سنت نہ ہو گی کہ لڑکی واسی اگر بخوبی سے آنادہ نہ ہوں تو لڑکے والے دھوشن اور دباؤ پر گمراہ میں۔“

شہر صوفی آریار کے نام سے تھے۔ بیران کا صاحب احمد  
اور بیران کلیر کے میلوں میں کوئی بارہ جس اور موسمی کی  
باریکوں کے انہیں انکا جواب نہیں تھا۔

انھیں دیکھتے ہی بھی یہ بھی یاد رکھیا کہ وہ مولا ناظر  
کی ایلیس کے مابوں ہیں۔ یہ یاد تھے ہی میں ان کی طرف پڑھا۔  
وہ بھی دیکھ کر رکھتے تھے۔ چھر پر پر خیر مقدمی تھم تھا۔  
ہماری ملاقات کافی گرم جوشی کے ماتھ ہوئی۔ سڑک نہ  
ہوئی تو شاید معاونہ بھی خود ہوتا۔

”تم تو ملا صاحب عید کا چاند ہو گئے۔ کہاں  
رہتے ہیں کیا شہر چھوڑ دیا ہے۔“

”میں نے ٹھٹھی آہ بھر کر وہی شعر پڑھا جو انھیں سخت  
نمایدہ تھا۔“

وہی دل ہے مگرے حسین جانان  
کے فرصت جہاڑ زندگی سے

پڑھتے تھے۔ سال میں نے اس وقت ان کی خدمت  
میں عرض کیا تھا جب وہ سر پور ہے تھے کہ بیران کلیر جو  
شعر سن کر وہ بدمزہ ہو گئے تھے۔ کہنے لگا۔

”شاید یہ خبر غلط نہیں ہے کہ تم مددو دیت کے چکر میں  
ٹکر گئے ہو۔“

میں نے ٹھپر کر عرض کیا تھا بے

”العنت بکارِ شیطان۔“ کس نے ہم کا دیا آپکو۔

”بکار تاکوں۔“ یہ شعر خود اس کا ثبوت ہے۔ بودو دی

کے سوا اُج کل جساد کا شعر کوں بے دوقوف کہہ سکتا ہے۔“

”مگر یہ تو جملہ مراد آبادی نے کہا تھا۔“

”جوہوٹ بولتے ہو۔“ جگر صاحب تو عارف باللہ

شاعر تھے، ان کی غزل میں عرسوں میں ٹھرھی جاتی ہیں۔“

”پھر بھی ہی غلط یاد ہو گا۔“ بہر حال پیران کلیر نہ

جا سکوں گا۔ حالات نامساعد ہیں۔“

”کیسے نامساعد۔“ عباد میں حالات کے طبق

نہیں ہو سکتیں۔ کل کو کہہ دیا کہ نہ اس بھی پڑھتا حالات

نامساعد ہیں۔“

”اب ہر معاطلہ میں سذت وغیرہ کی کیا بحث ہے۔  
اصولی بات تو ہر حال یہی ہے کہ شکاج سذت رسول ہے۔  
آگے ہر شخص اپنی بہتری خود دیکھ لے۔“

”بھی تو میں بھی عرض کرو ہوں کہ لڑکی کی ماں اپنی  
لڑکی کو خود کہیں بیا ہے گی۔ کسی اور کو زبردستی کا کیا ہے۔“

”حق اور ناقص کا فیصلہ اُج کل عوام کی دلائے سے  
ہوتا ہے۔ یہ جمہوریت کا زمانہ ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کیا  
چیز حق ہے اور کیا ناقص۔ جبکہ ناک اس پر راستے عاقبت نہ  
لے لی جائے۔“

”تو کیا اب شادیاں بھی ووٹ کے ذمیع ہوں کر سکیں۔“

”یہ طلب نہیں۔ تھمارا اندر از فکر دراصل بھی  
تک بہت جا فرم کا ہے۔ ہم چاہتے ہیں ذرا وقت کو سمجھو۔  
حالات کو سمجھو۔ سیاست میں تو وہ آدمی دو قدم بھی نہیں  
چل سکتا جو زمانے کے رجحانات اور تقاضوں سے آنکھیں  
بند کر لے۔“

”میں صرف اتنا جانتا ہوں مولانا۔“  
بھھٹاڑ آیا تھا۔ نہ جانے کیا کہہ جاتا مگر زبان کو روکا۔ وہ  
یہ ابدلتا ہوا میوڈ بیکھ کر چلیں پہ جیس سے ہو گئے۔

”خیر۔“ میں اب اجازت چاہوں گا۔ آپ کا  
بہرہ سا وقت لیا۔

”کوئی بات نہیں“ ان کے لمحے سے نکلنے دور ہو گئے۔

”آجھا اکرو۔“ ہم تھارے ہی فائدے کی بھتھیں۔

— نیکی کر کر بیسیں میں ڈال کا نلفڑا بے کام کا نہیں رہا۔ تم

خواہ خواہ اپنی زندگی بر باد کر رہے ہو۔“

یہاں سے جب باہر نکلا تو یہ حسوس ہو رہا تھا جیسے

کسی نے تھکا کر کے مارا ہے۔ دماغ جھائیں جھائیں کرو رہا تھا۔

یہ سچے جنگل کاریاں جھتر ہی تھیں۔ سو جنے لگا شاید میں ہی

پا گل ہو گیا میں یا چری دنیا ہی پا گل ٹکان گار خاتا ہے۔

اب کیا کر دیں۔ کہاں جاؤں۔

اتفاق دیکھئے۔ سڑک پر صوفی آریار نظر آئے۔ ان سے

اپنی کافی بے شکافی تھی۔ ان کا نام تو تعمیلی تھا یا جسم علی۔

اُرسے تو عمر کا کیا سال ہے۔ جو اتنی تو تم جاتو تھیوں ہی سال سے  
مشروع ہوتی ہے۔

میں بھتنا کیا گیا۔ ایک شرط ہے یا صوفی۔ میری  
اس کی کشتمی کراؤ۔ اگر اس نے مجھے مار دیتا تو اُنما فاناشادی  
کرو انامیرزادہ۔

”کما مطلب“ وہ صحیر سے بولے۔  
”کشتمی کا مطلب کشمی ہے“ پہنچا۔ آپ فرار ہے  
ہیں ناکہ ما شار اللہ اس کی جوانی اصلی معلوم ہیں مشروع ہو  
رہی ہے۔

”اُرسے تو تم کیس شہر کے لیے میں بات کر رہے ہو۔  
کیا تھیں یہ بات پسند ہیں کہ تھادی خالہ زاد استئنے  
اچھے گھرانے میں بیا ہے۔ جانتے ہو تندیر کے نام پر بچا اس  
بیگنے زیں ہیں ہے۔ دو باغ ہیں۔ ایک جو لیلی ہے۔ لپٹے یہاں  
کے بہت خانے میں بھی اس کا ادھا تھیر ہے۔“

”تعجب ہے آپ پھر بھی اس کی شادی ایک غریب  
بیوی کی لڑکی سے کرنا پاہتھے ہیں۔ یار اسے تو اسی نواب  
زادی سے باندھو۔ وہ بھی دلسلطان ہے نا۔ اسکے بھی  
تین جوان لڑکیاں ہیں۔ آپ کو تو خبر ہے کہ سلطان کا  
کاروبار کتنا ملباچہ چڑا ہے۔ لکھتی ہونے میں تو گویا شبہ  
ہی نہیں۔“

”یہ تو صیکا ہے مگر وہ کم ذات ہے۔ آخر کھو بھی تو  
ہونا چاہئے۔“

”کیا کہہ رہے ہیں وہ تو اپنے آپ کو سید بنانا ہے۔“

”جوہ ہا ہے بے ایمان۔ اس کے پر دادا کے  
دادا تو مسلم تھے۔ سید تو اس کے فرشتے بھی نہیں ہو سکتے۔“

”اچھا دادا کے دادا کا تو مسلم ہونا ذات میں کیا  
خوبی ڈالتا ہے۔“

”واہ دالتا کیوں نہیں۔ چل پھر اس بحث کو  
چھوڑو۔ سوال تو یہ ہے کہ نذرِ میاں تھادی خالہ زادہ کو  
پسند کر سکتے ہیں۔ اب آخر لڑکے کی پس بھی تو دیکھی جاتی ہے۔“  
”پسند کی وجہ؟“ میں نے انھیں گربی طرح گھورا۔

”آپ کجھنے کی کوشش کیجئے صوفی صاحب۔ میری  
دار ہم بیوی سفید بال آپ چل بیں۔ اب زمانیں عاشقان  
از دیوار تھیں کیا لکھاں ڈالیں گی۔“

”اُرسے بھیں بھنڈے وہ۔ باں تو انھیں کل کیوں تکے سفید  
ہوتے چاہرے ہیں۔ ما شار اللہ نوجوان ہو۔ چلو بیس۔  
عذر دو رکھ جائیں۔“

چھر وہ تھیکیت ہی سے گھنے شد۔  
آج بھی شعر ہے کہ ان کے تتم میں کجا ہرث تو آتی مگر  
بچھزادہ اثر نہیں لے سکتے لکھا۔

”اوہ گھر جلو۔ دیڑی باتیں ہوں گی۔“  
گھر بخپکا ہوں نے چاٹ۔ بخوبی۔ پاں کھا دیا۔ میر غور  
کھرہا تھا لگکس پر پر لے میں ان سے مطلب کی بات مشروع  
کروں۔ وہ دفعتاً خودی اسے مشروع کی طرف رکھ گئے۔

”دوسرت ملتا۔۔۔ ایک کام تھا اسے کرنے کا۔۔۔  
۔۔۔ ہیں تم پر بڑے نازد ہے۔“

”مجھت ہے آپ کی سڑائیے۔“  
”یارہ ہم زریدہ ہے نا۔۔۔ نہایت تھادی منجھ بولی  
خالہ ہے۔ اس کی لڑکی سے جاہت خواہ زادے کی شادی  
کر ادد۔“

”خواہ زادہ۔۔۔ لیغہ نذریا“ میں نے اخیر گھورا۔  
”اُس۔۔۔ قم تو جانتے ہو۔۔۔ مولا مانظہت علی کے  
گھر میں ہماری کتابخانی ہے۔ اسی کتابخانی نذری۔ دیکھا تو ہیکا  
تم نے۔“

”بہت سرتیہ۔۔۔“  
”کتنا خوش رہے۔۔۔ ما شار اشد صحت، طاقت،  
صورت سب میں غبراوی۔“

”مگر اس کا کیر کیٹر تو منا ہے اچھا نہیں ہے۔“  
”کیا باتیں کرتے ہو۔۔۔ بیوں کا کیر کیٹر ہی کیا۔۔۔ اپنے  
آپ سب ٹھیک ہو جاتے ہیں۔“

”اس کی عمر بیشک سے کم تو نہ ہو گی۔“  
”منکل سے۔۔۔ میر اخیاں ہے اُنتیسوں سال جل ہے۔۔۔“

گئے۔ پیر ان کلیر کی چھوڑ اریوں میں طوائفیں آتی ہیں۔ ان کے رقص و سرود سے آپ لطف اندر ہوتے رہیں یہ اور بات ہے گرے۔

میرا زہن اٹھ گیا۔ جملہ بخی ہی میں رہ گیا۔

”بھتی ہم تو نہیں بھتر کیا کہنا چاہا، وہ ہے ہو۔ کیا کسی بڑوہ کی بڑی سے سوار سے بھائیج کا لکاح ہوماۓ تو یہ گئی بات ہے؟“

”نہیں۔ بہت ثواب کی۔ اب ہیں اجازت چاہوں گا۔“

”خفاہ پر جاری ہے ہو۔ یہ تو غلط بات ہے۔

اب پیر ان کلیر کے عزم میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ تم نے مشتری جان سے وعدہ کیا تھا کہ اگلی بار پر آؤں گا۔“

”آپ خوب جانتے ہیں کہ وہ وعدہ اپنی خاطر تھا۔“  
”ٹھیک ہے، ہماری ہی خاطر تھا۔ مگر تھا تو۔ ہم سے آخر کیوں نہ اٹھ کی ہری۔“

”آپ بچھوں گے ہیں بھر ہے ہیں۔ خدا کے بندے تھا را بھائیجا آزاد رہے۔ بدنام ہے۔ بُری صحبتوں کا عادی ہے۔ خالہ زمیدہ اپنی بچی کے لئے اسے پسند نہیں کرتیں۔ پھر کوئوں نہ بردستی کی رشتہ باندھنا چاہتے ہو۔ بخماری بھائی اپنے مولا نامیاں سے کہہ کر غریب بیوہ کو پر لشان کر رہی ہے۔ اس کے گھر میں نالی پھوڑ لی ہے۔ اس کے گھر کی دھوپ روکنے کا ارادہ ہے۔ آخر کیا ہے یہ سب؟“

”چلو تھیں پسند نہیں تو میں بھائی کو سمجھاؤں گا۔ ہے وہ بہت خندی مزاج۔ مگر خیر میں کوشش کروں گا۔ اب تو خوش۔“

”بالکل خوش۔ مگر حلدی سے جلدی یہ کام کرا دو۔ پھر کہنا پیر ان کلیر میں کیا کیا پلٹھرے اڑوتا ہوں۔“  
”قسم سے؟“ ان کی آنکھیں چمکا ٹھیک ہیں۔

”سو فیصدی۔ وہ ترمیتی باتی تھی تا جس کے مجرے میں آپ آخری دن بیٹھے تھے۔ اسے بھی آپ سے مریدہ کر ادوس تو ملا این العرب نہیں۔“

”اب بھتی جدتی کو معلوم ہو گی۔ آخر گھر سے گھر ملا ہے۔ انقاہ بھتی نظر پڑی سکتی ہے۔“

”مگر صوفی صاحب میری خالدزادیوں نہیں ہے۔ بالکل ہمیوں شکل و صورت کی بھی۔“

”بھر تو اسے خوش قسمتی بھجوں ڈیر کوہ پسند کی ہے۔“  
”میرا امتحبے انتیار ان کے گریبان پر بخیج گیا۔ میں نہیں جانتا بھی کیوں غصہ آگیا تھا۔ میں نے جنم اسی محض میں میرے تن بدن میں آگ لگ کی ہے۔“  
”میں نہیں ہمیں“ وہ بھر کر بیٹھ گئے۔ ”کیا پاگل ہو۔“

”کیا ہے۔“

”ہم صوفی آن پار۔ میں پاگل ہی گیا ہمیں۔ میں تھیں اور تھا رے نزیر کو جان سے مارڈا لوں گا۔ کتنے سفاک ہو تم لوگ۔“

”کس کیا بات ہوئی یا رے۔ گریبان تو چھپوڑو۔“

”میں نے گریبان چھپوڑ دیا۔ فائدہ ہی کیا تھا۔ ہاتھا پانی سے۔ بھر میں نے رو دینے کے انداز میں کہا۔“

”میں سوچ رہا تھا صوفی صاحب۔ آپ سے گذارش کروں گا کہ اپنے بھائیج کو سمجھائیں۔ ایک بے یار و مددگار بیوہ اور اس کی عصوفہ مچھا پر ٹلم۔ بیر کھان کی انسانیت ہے۔ آخر کا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو۔“  
”وہ سر ایکم نظروں سے بخیج ٹھوڑے ہو رہے تھے۔ اسکے چہرے پر خوت بھی تھا اور تحریر بھی۔“

”میاں تو یہ تھیں غصہ کیوں آگیا۔ آخر کیا تصور کر دیا میں نے۔“ ان کی آداز کا نسب رہی تھی۔

”بچھوں ہمیں صوفی صاحب۔ تصور میرا ہی ہے۔“  
آپ بھی معاف کریں۔ میں تصور ہی تصور ہیں اُس تیرانی دنیا میں بخیج گیا تھا جہاں کسی نوجوان عقیفہ کا ذریعہ بھی کسی ناخجم کی رہیا۔ پر بہت شکل سے آتا تھا۔“

”کیا باتیں بن رہے ہو۔ یار پیر ان کلیر میں بخیج تھے۔“  
”تم نے زندہ دلی دکھائی۔ اب اسی قدر پر بیس چھار بیس ہے۔“  
”زندہ دلی اور سیاہ دلی کا فرق اسے بخیج ہے۔“

## فتویٰ دارالعلوم دیوبند (جدید)

دارالعلوم دیوبند کے مفتی عظم مولانا عزیز الرحمن اُن اُوچے درجے کے مفتیوں میں شامل ہے کہ ہیں جن کی سمعت زمان و مکان کے قیود سے بالاتر ہوتی ہے اور ساری دنیا کے اسلام ان کے فتوؤں پر ادب و احترام سے سرجھاتی ہے اسی مدلیل القدر مفتی کے نوع بخوبی فتوؤں کے ذمہ پر نوٹھی ترتیب ساختہ مذوق کر کے خود ایلیم دیوبند پرے اہتمام اور سلیقے سے چھاپ رہا ہے۔ اب تک چھ مددیں چھپ چکی ہیں۔

جلد اول	ساتھ چھڑو پے
» دوم	سی اچارو پے
» سوم	ساتھ چھڑو پے
» چارم	اٹھڑو پے
» پنجم	اٹھڑو پے
» ششم	دس روپے
اگر آپ ہر جلد محتذکا ناچاہتے ہیں تو فی جلد ڈرہ روپیہ اختاف کر لیں۔	

## مسند امام اعظم

یہ کتاب آپ کو بتاتے ہی کہ فقہ حنفی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا گہر اور بیشادی ربط ہے۔ ۵۲۳ احادیث کا ذخیرہ ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔ جس سے ہر فاص و میم کو مطلوبہ سلسلہ میکھنے میں بڑی آسانی ہوئی ہے۔ کتاب کے آغاز میں مولانا عبد الرشید نعیانی کا لاجواب مقدمہ بھی ہے اور فاراری احمد کے قلم سے امام ابو حنیفہؒ کے حالات بھی۔ ایک کالم میں عربی مع اغوا اور دوسرے کالم میں اردو ترجیہ۔ قیمت مجلد۔ دس روپے۔

مکتبہ تحریک۔ دیوبند (بی بی)

”خدا جانت کیا نام تھا اس کا۔ تھیں کیسے معلوم ہوا ہے؟“

”بس قیامت سے۔ اب تاہی کچھ بڑھا۔ شریفین ہائی۔ نہرہ بالتوں ٹرگ (جان)۔“

”چلو نام سے کیا ہے۔ چیز بہت خاص بھی۔ مگر کیا پتہ اب کی آئے نہ آئے۔“

”وہ نہ آئے گی کوئی اور اس کی ہیں آئے گی۔ اب بہر حال مطمئن رہیں۔ سر دھڑکی بازی لگا دوں گا اُپ کی خاطر۔“

”وہ تو ہم بقین ہے کہ جس بات کا تم ارادہ کر رکھے گئے نہیں چھوڑو گے۔ خدا کرے بھائی مان جائے۔“

”بہت ضاری ہے۔“

”اُپ صدقہ دل سے کوشاں کریں۔ میں کل شام آپ سے ملوں ٹکا۔“

”آج ہی لو۔ دعا ذرا تم بھی کرنا۔ وہ کچھ ایسے ہی مزارج کی ہے کہ جڑھ جائے تو اپ کی بھی نہ لٹے۔“

”اٹھا ناکہ ہے اُپ پکش تو کریں۔“

”پھر یہ رنگین صحبت ختم ہو گئی تھی۔“

”اور آج ٹھیک کیا ہے۔ یہ کہاں اٹھے شما سے میں مل حظیر نہ رہا تھا۔“

## کتابوں کے خبردار توجیہ فرمائیں

کاغذ کی غیر معمولی گرانی کے باعث بہتری اُن بکالوں کی قیمت میں تجویز اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ اہنہ کمی بھی کتاب پکا اٹھڑتی ہوئے اُپ اس قیمت کو مسترد کیجیں جو پہلے ہمارے کے ہمان یا تھرست کتب ہیں ملاحظہ فرمائی ہو۔ کہ کتنے اسلامی اشتہار پر نظر ڈال لیں۔

اضافہ کر کتب کی قیمت میں نہیں بلکہ بکالوں کی قیمت میں ہوئی ہے اور وہ بھی جزوی۔ ایسی ہے تاثرہ۔ اکتب کی جگہ بکالوں کی ساقہ جو موسیٰ کیا جائے گا۔

اُپ کا چاہس میجر مکتبہ تحریک۔ دیوبند (بی بی)

# کھنڈ مکھوٹ

مذلت کوئی عملی منصوبہ اس فتنے کے مقابلے کا بنائیں اور دبیری یہ کہ تحریر و تقریر کے ذریعے عامتہ مسلمین کے قلب و اذہان میں پرسنل لاگی شدید نیادی اہمیت کا قری احساس بیدا رکھا جائے تاکہ مدافعت و مراحمت کا جھنگی نقشہ خیر خواہان مذلت تیار کریں اسے عامتہ مسلمین کی مکمل فکری و جذباتی تائید حاصل ہو۔

پیش نظر کتاب انھی دو بیوں ضرورتوں کے احساس کا ایک قابل قدر اور لائق تحسین مظہر ہے۔ اس میں موصوبوع کے تمام گوشوں پر بنیتی مودادیش کیا گیا ہے۔ اس کے مصنفوں نے بڑی کاؤش اور دیدہ ریزی کے ساتھ ہر ہلپو کا جائزہ لیا ہے اور بیش بہامعلومات سے اور اوقیانوسیت دی ہے۔ آغاز میں مولانا شاہ عین الدین کا تصریح مقدمہ ہے جو اپنے اختصار کے باوجود بد بر اخنکہ انگیر اور فاضلانہ ہے۔ اسکے بعد خود مصنفوں کا دیباچہ ہے اور اس کے بعد اپنے مصنفوں نے مسلم پرسنل لا کام طلب بیان کرتے ہوئے اسکی اہمیت ضرورت پر جو صفحات لکھے ہیں وہ ان کی اصالت فکر اور حسن بصیرت کا روشن آئینہ ہیں۔ ایک دو منونے ملاحظہ ہوں۔ ”پرسنل لا خومن کے نظریہ حیات کا آئینہ“ بھی ہوتا ہے اور ان کی آئندہ معاشرتی زندگی پر اثر انداز بھی ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے فکر کو عملی رنگ ملتا ہے۔ نظریہ زندگی کا

## مسلم پرسنل لا۔ اور اسلام کا عالی نظام

• مصنفوں شمس تبریزی خاں • ناشر: مجلس تحقیقات  
نشریات اسلام۔ لکھنؤ۔ صفحات ۲۶۳۔ کاغذ سفید  
لکھائی چھپائی متوسط • قیمت مجلہ۔ پانچ روپے۔

خدابیزار علم و سائنس کے عالمیہ سلطنت روحاںیت و اخلاق کے خلاف عموماً اور اسلام کے خلاف مخصوصاً جو رنگ کارنگ فتنے اٹھائے ہیں ان میں مکروہ و ترین فتنے میکسان سوں کوڑ کا ہے لیکن پورے ملک کے لئے ایک جیسا عالمی قانون بننے اور مذہبی گروہوں کے مخصوص پرسنل لا ر کا وجود باتی مذہر ہے۔ یہ فتنہ پہنچیری مسلم مملکتوں کو زیر کر چکا ہے اور خود ہمارے وطن میں بھی۔ — جہاں مسلمان اقلیت میں سہی لیکن بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں اس فتنے نے خوب بال و پر نکالے ہیں۔ اس کی آبیاری اور پشت پناہی کرنے والے صرف اکثریت ہی کے افراد ہیں، میں بلکہ خود مسلمانوں میں متعدد ایسے بد عقلے پائے جاتے ہیں جن کی نماز نہاد ترقی پسندی مشترکہ سوں کوڑ کاغزہ زدہ شور سے لگائے جا رہی ہے۔

ان حالات میں دو باتیں بہت ضروری ہو جاتی ہیں ایک یہ کہ دبیری و ردارها حب عزم و جرأۃ علماء اور قافیین

ان کو اتنے لکھ دیا گیا اور بامصادر میں ایک الف بڑھا دیا گیا (بماصر صادر) تباہی علطی کے ملاوہ یہاں ایک علمی جھبھوں میں ہے۔ فاضل مصنفوں نے کسی حوالے کے بغیر دو مختلف آیات ایک ہی لائن میں اس طرح لکھ دیں جیسے وہ ایک ہی آیت ہو۔ اتنا ضرور ہے کہ دلوں کے درمیان تنہا سادلیش ہے لیکن ترجیح میں دلیش بھی نہیں۔ کویا وہ ایک ہی آیت کا ترجیح ہے۔ حالانکہ ایک آیت سورہ فجر کی ہے اور دوسری سورہ مئون میں کی۔ ہمارے خیال میں قرآنی آیات کے ساتھ یہ روشن اختلاف کے خلاف ہے۔ آیات کا حوالہ الگ ساختہ نہ ہو تو تم سے کم رسم کتابت تو ایسی ضرور پوچھ دو مختلف آیات ایک ہی آیت نہ ہیں جائیں۔

صفحہ ۲۵ پر، "ما سأثت بغيها چھپ لیا" حالانکہ عینتاہ ہونا چاہئے تھا۔

صفحہ ۲۶ پر، "فابعدوا چھپ لیا جب کہ چھپنا چاہئے" فابعثوا۔

صفحہ ۲۷ پر "اختیاراتِ تنقیدی" نظر آیا۔ حالانکہ "تنقیدی لکھا گیا ہو گا۔"

صفحہ ۲۸ پر، "قاعدۃ کی ۃ کے نقطے غائب ہو گئے۔" یہ فروگز اشت تعدد اور مقامات پر بھی ہے۔

صفحہ ۲۹ پر "روح شریعت" کا "روح کی شریعت" بن گیا۔

صفحہ ۳۰ پر "الشابتۃ" کا الشابة ہو گیا۔ صفحہ ۳۱ پر، "ولا امرۃ پڑھنے میں آیا۔" حالانکہ ولاد یا امراء کا محل تھا۔

صفحہ ۳۲ پر، "آیت قرآنی و من احسن الایم میں یہم پر زیر طبع ہو گیا۔"

صفحہ ۳۳ پر، "آیت قرآنی دمakan لموہن میں موصون کے ذمہ پر ہرم نظر آیا۔" تنوین غائب۔

صفحہ ۳۴ پر شعر ہے:-

عقل کے معاملات میں دل کو بھی سخت سار کھ دل کے معاملات میں عقل کو اپنی سمجھ

تجربہ بن جاتا ہے۔" (ص ۱۱۱)

اوہ

"کسی بھی نہیں بہ وہ تہذیب کی روح اس کے پرسنل لا میں بند ہوتی ہیں غالباً قوانین ہی میں تو مولے کے عرامم دانکاراً رسم و شعار، عقامہ و ایمان کی جملک دیکھ جاسکتی ہے۔" (۱۱۱)

پرسنل لا کی بنیادی ترین اہمیت کو بڑے دشمن اور موثر پڑھائے میں مشرح کرنے کے بعد وہ فصل درفصل مفتون کو ہمیلتے قائم ہیں۔ ہر فصل کا ایک عزوں ہے اور ہر عزوں کے تحت مفید معلومات اور علمی مباحثت کے ایسے موٹی جھلکیں کر رہے ہیں جن کی تعداد اور قیمت کا اندازہ مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ یہ دعویٰ تو شاید ہم کسی انسانی تصنیف کے بارے میں کیا جائے کہ وہ اپنے موضوع پر حرف آخر ہے لیکن یہ کہنا بالغہ آمیز نہ ہو گا کہ اس کتاب میں محترم مصنفوں نے موضوع کا حق ادا کرنے کی خلصانہ کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور اہل توفیق اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اس جو عجمی تاثر اور اجمالی تصور سے بعد ہم بعض قابل توجہ امور کی نشاندہی بھی اپنافرض مضمونی تصور کرتے ہیں۔ امید ہے مصنفوں اور ہم کا شردوں کیں اتفاقات فرمائیں گے۔

کتاب کو اپنی معیاری نوعیت کے اعتبار سے بھی در اپنے ناشر کی شقاہت کے لحاظ سے بھی طباعت و کتابت کے ناقص سے حتی الوسیع پاک و صاف ہونا چاہئے تھا مگر افسوس ایسا نہیں ہوا۔ ساری ہی طباعتی اعلاء کی نشاندہی یہ بواہت کا باعث ہو گی لہذا نہیں یہ اتفاق کرنے ہیں۔

صل ۱—"کسی قیمت پر اس ٹھاٹ کے سودا کو نہیں خریدیں گے۔"

ظاہر ہے "سودے" لکھا گیا ہو گا جس کا "سودا" بن گیا۔

صل ۲ پر ایک فقرے کے درمیان آدمی سلطرا خلائق رہا ہے۔ یہ بے تکار ہے۔

صل ۳ پر دوسری سطہ میں آیت قرآنی ات سب تک پاہم صداد ہی گئی۔ اس میں کتابت کی دو علطیں ہیں۔

اس جملے میں نقش یہ ہے کہ فضائل کے ساتھ رذائل  
بھی داخل حسنات ہو گئے ہیں! — زور دینے کا طلب  
ہوتا ہے ثابت ناید۔ بات یوں ہمیں چاہئے تھی کہ:-  
”شریعت میں فضائل کی تحسیل اور رذائل کی  
نفع کی پڑ چڑور ہے۔۔۔“

ص ۴۲ پر شاہ ولی اللہؐ کی عربی عبارت کے ترجمے میں  
”تاہم“ درست نہیں۔ شاہ حباب رلائٹ کہہ کر دعوہ اپنی  
کی دلیل بیان فرمائے ہیں۔ ”تاہم“ کے بجائے ”کینکہ“ صحیح  
ہوتا۔

صللا پر، شاہ عبدالحاب کی اسی عربی عبارت کے  
خالق کا جملہ لاذ عبودۃ بالیحدہ ہے۔ اس کا ترجمہ  
ضمیر خطاب ہی کے ساتھ ہونا چاہیے تھا مصنف روایت  
میں ضمیر مثکم استعمال کر گئے ہیں۔ مفہومًا کوئی فرق واقع نہیں  
ہو۔ لیکن صورتہ فرض ضرور واقع ہو گیا۔

ص ۴۳ پر — ”جیسے قیامتیں فصل اور  
خون وغیرہ سے وہ رضاوگرتا ہے تھا اسی سے  
یہ ٹھیک مکتبی اسلوب ہے جس کا صحیح معنوں سمجھنے میں عام  
قارئین کے ذہن کو ایسا ہی جھکھلا لے کہ کامیابی زینے سے اُترنے  
والے کا یادوں بے خیالی میں اگلی سے اگلی سیر ہی پڑ جا پڑے۔ ا  
صلک پر، شاہی کی ایک عبارت کے ترجمے میں دو  
غلطیاں ہیں — ترجمہ یوں ہے۔۔۔

”اخونے اس کی تصريح کی ہے کہ ضرور تاریخ دین  
وہ چیزیں ہیں جنہیں عوام و خواص امت سمجھتے ہیں  
کہ وہ دین کا جزو ہیں۔ جیسے تو جزو رسالت اور  
عبادات وغیرہ۔ اسی کامنکر کا فریہ گوا اور جو چیزیں  
اس درجے میں نہیں ان کا انکار ایسا نہیں۔ جیسے  
بل و قوف عرفہ کسی مفسدی کا ارتکاب یا جرہ  
کوئی دس کے عظیم دغیرہ کا انکاؤ فکر نہیں۔“

بیان ”کفر نہیں“ ہونا چاہیے ورنہ بات ہمیں بھی ہو گی  
اور صریح الغلط بھی۔

”اور اسی طرح ضروریات دین کا اہانتہ نہیں ترک بھی۔“

خداجانے پر مصروعے میں کیا غلطی ہوتی ہے۔ یہ  
بہر حال ظاہر ہے کہ لفظ ”معاملات“ کا وزن مفاظات  
ہی درست ہے جیسا کہ دوسرے مصروعے میں ہے نہ کہ فاعل  
جیسا کہ پہلے مصروعے میں نظر آ رہا ہے۔ اگر صحیح لفظ کے ساتھ  
پڑھیں تو مصوعہ اولیٰ وزن سے گرد جانا ہے۔

فضل مصنف کے طرز تحریر کا جہاں تک تعلق ہے  
اس میں وقار اور ممتازت تو خوب ہے لیکن رعنائی اور شفتشی  
متعدد مقامات پر غالب ہو گئی۔ کتنے ہی پیرے تو صحیفی  
انداز کے بھائے خالص تدریسی انداز کے ہو گئے ہیں جن  
میں متکم مکتبی رنگ غالب ہے۔ اشارہ میں وہ منحصراً نہیں  
جو ادبی نزاکتوں اور علمی دراستوں کو شیر و شکر کی طرح بیک جان  
کر دیتا ہے۔ بہت اچھا ہوتا الگ کوئی بحث کا واثق پرداز  
کتابتے توک پلک درست کر دیتا۔

”ماخذ“ کا لفظ جہاں بھی نظر آیا الف کے مرکے  
ساتھ نظر آیا (ماخذ) حالانکہ لگانے کے بعد میں صحیفہ  
جمع ماخذ بن جاتا ہے۔ حد ہے کہ جہاں اردو و جمع ”ماخذ“  
بنائی گئی وہاں بھی الف پر مدد موجود ہے۔ اسے ہم کتابت کی  
غلطی اس نے نہیں کہہ سکتے کہ ملکہ جگہ اسی کا التزام ہے۔

ص ۱۶ پر لفظ ”پڑھاتے“ لکھا گیا حالانکہ پھنانچن  
تقریباً غلط العالم ہے۔ تحریر میں درست ”پہنانا“ ہی ہو گکا۔

ص ۱۸ پر — اور دھیرے دھیرے اس کا تعلق  
اسلام سے ہی الگ ہو جائے۔

تعلق الگ ہو جانا بصیر زبان نہیں۔ ”منقطع ہو جائے“  
یا ”ختم ہو جائے“ لہنا چاہئے۔

ص ۱۹ پر لفظ ”ارتفت“ کو موئث استعمال کیا گیا،  
حالانکہ یہ مذکور ہے اور خود مصنف نے ص ۲۵ کے ذیل عنوان  
میں اسے من ذکر ہی استعمال کیا ہے۔

ص ۲۶ پر ”دستبر“ کا لفظ بخوبی استعمال کیا گیا،  
حالانکہ اسے موئث ہونا چاہیے۔

ص ۲۷ پر — ”اس کے ساتھ ہی شریعت میں  
فضائل درذائل پر چڑور ہے۔۔۔“

وَلِرَسُولٍ كَمَشَارِ مِنْ يَقِينًا شَامِلٌ هُوَ - دِنَاوِي عِلْمٍ وَفُنُونٍ مِنْ أَهْلِ كِتَابٍ يَا الْمُحْدِثِينَ وَغَيْرِهِ سَعَى تَحْقِيقَنَ اُورَالْتَسَابِكَ جَوَازِكَ كُوئِي بُجُوحٍ مُنْكِرٍ نَهِيَنَ -

ص ۸۸ پر - "اُنْ شَيْءٍ دَاخِلٍ طُورٍ پَرْ اسْتَحْكَامٍ اپنی تَعْبِيَاتٍ وَالْحُكَمَمَ رَسُولِ خَسَطَ اُورَخَارِجِي دَفَاعَ بَدَعَاتٍ وَمُجَدَّثَاتٍ اُورَبَےِ جَاعِلِي قِيَاسَاتَ کَ ذَرِيعَةٍ کَيْا -"

یہ عبارت گنجک بھی ہے اور ناتِ ارشیدہ بھی۔ جو کچھ مصنف کہتا چاہتے ہیں اس کے لئے موزوں الفاظ نہ کسکے۔

ص ۸۹ - "جَنْهُونَ آخْنَهُورَ کے بعدِ دِيَنِ مِنْ کُوئِي تَغْيِيرٍ وَتَبَدِيلٍ کَيِ -"

عبارت غلط تو نہیں مگر سانچے میں دھلی ہوئی نہیں۔ "تَغْيِيرٍ کے بعدِ تَبَدِيلٍ" کا تعلق تھا۔

"..... دِيَنِ مِنْ کُوئِي تَغْيِيرٍ وَتَبَدِيلٍ نَهِيَا -"

عربی مصادر "تَغْيِيرٍ" کا عطف اُردو قاعدے سے بنے ہوئے مصادر "تَبَدِيلٍ" پر کرنا فضاحت کے منافی ہے۔ اسی صفحے پر - "لیکن تم نے میرے بعدِ عادَة وَفَا سے روگُرداں کی ....."

"جادَة وَفَا" شاعرانہ لفظ ہے۔ حضورؐ کے اشارات میں اس نوع کے الفاظ ناجنس قشر ارپائیں گے۔ عشق، وفا، بُجُودِ ادائی، نیمِ انگوہی جیسے الفاظ خود ہم تو استعارے کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں لیکن جو قولِ خود حضورؐ کی طرف منسوب کیا جائے اسیں ایسے الفاظ مزاج حدیث سے ہم آہنگ نہیں۔

فاضل مصنفوں نے یا اُس بیان کے لئے اشعاو کا استعمال بھی کثرت سے کیا ہے۔ کہیں کہیں تو یقیناً بڑے بر جمل اشعار نظر آئے لیکن متعدد جملہ اُنھرے ہوئے بھی جھوس ہوئے۔ ہمارا خیال ہے علمی و تدریسی کتابیں کثرت اشعار کے لئے موزوں نہیں۔

ص ۱۲ پر کہا گیا ہے کہ: - "سُجُودِي عَربِ دِنيا میں وہ واحد نہیں ہے جہاں شریعتِ اسلامیہ پوری طرح نافذ ہے اور ایک صلح معاشرے کی تشکیل میں سرگرم -"

کفر ہے اور کسل یا فتن بلا استخفاف کے ہوتے کفر ہے: بھاں بھی فتحی اثبات میں بدل گئی۔ محل "کفر نہیں" کا تھا ز جانے کیوں "کفر ہے" لکھ دیا گیا۔ اگر یہ دونوں غلطیاں کا تاب کی ہیں تو صحیح کا حال قابلِ رحم ہے۔ یہ پہلو بھی قابلِ توجہ ہے کہ جدہ اور سرس حیثیت الفاظ کو ترجیح سے محروم رکھ کر عبارت کو بوجعل کیوں بنایا گیا جب کہ اُردو کے متبادل الفاظ در نہیں تھے۔ لفظ "عَطِيَّة" بھی بھاں اُنھر اپنے ہے۔ قانون دراثت کے تحت پہنچنے والے کسی حصے کو محاورۃ "عَطِيَّة" نہیں کہہ سکتے۔

صفحہ ۲۹ پر بھی امام الحرمین کی عبارت کے ترجمہ میں اور جیسی غلطی موجود ہے۔ "قابلِ تکفیر نہیں" کے عوض "قابلِ تکفیر ہے" ثابت قراس ہو گیا۔

ص ۴۷ - "ایمان میں صرف خدا اور رسول کی ذات ہی پر تقدیم نہیں بلکہ ان کے احکام و قوانین پر نظری عملی طور پر اتساع بھی شرط ہے -"

"احکام و قوانین پر" غلط ہے۔ "احکام و قوانین کا ہونا چاہیے تھا۔ ایک منطقی سقیر نہیں ہے کہ "تفاضل" کو "شرط" کہ دیا گیا۔ ایمان اپنی وضع اور کنہرے کے اعتبار سے خالص ایک غیر مرمنی حقیقت ہے۔ اعمال اس کے لئے بمنزہِ مشرط نہیں ہیں، ان کی حیثیت مظاہر کی ہے۔ فاضل مصنفوں اگر چہ غلط شرط کو خالص منطقی لحاظ سے استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ ان کا کامدعا بھاں جو کچھ ہے وہ ترتیب درست ہے لیکن باضی میں ایک دل جیپ مغایط کی بناء پر ایمان و عمل کی جو بختیں امام ابوحنیفہ اور امام بخاریؓ کے حلقوں میں برپا ہوئی ہیں ان کے پیش نظر میں فاضل مصنفوں فاضل مصنفوں کا فقرہ غلط ہمی پیدا کر سکتا ہے۔

ص ۸۷ پر - "اہل کتاب سے تم کسی بات کی تحقیق نہ معلوم کرو - - -"

"تحقیق معلوم کرنا" اُردو محاورے کے خلاف ہے۔ لہ تسلیل اہل الکتاب عن شیعی کا ترجمہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ "اہل کتاب سے تم کسی دینی مسئلے کی تحقیق مت کرو - - -" مسئلہ میں اگرچہ دینی مسئلے کی شرط لاطاہر موجود نہیں لیکن

بے بس افراد کا تجھ جب چٹھے گما بہتر اقتدار پار ہی کو فوراً ایک تہییری ہم چلانی ہو گی اور سنگ استبداد کے ذریعے چھتی ہوئی نظرت کے منه بیں روئی ٹھوٹی جاتے گی۔ اس اضطرار سے تہییری ہمبوں کو اشتراکیت کی داخلی ترجیحی کامنہ دینا خلاف حقیقت نہیں۔ دیے تہییری ہمبوں کے بھی انک حادثوں سے قطع نظر بھی کر لیں تو اشتراکیت بجا مے خود اپنے علمی اور منطقی وجود میں اتنی مکروہ ہے کہ اسے جمہوریت کی نہیں میں لانا کم سے کم ایک راستِ العقیدہ مسلمان کے لئے باعث فخر نہیں ہو سکتا۔ خدا بیزار اور انسانیت دشمن اشتراکیت کی نیست نالوگر دینا توفی الحال ہماری بے نوائی کے لئے کاروگ ہمیں لیکن اس سے شدید نفرت اور کراہت تو قلب میں باقی ہی رہنی چاہئی۔

تعریفی حصہ بنطاہ طویل ہو گیا لیکن اس کا یہ طلب نہیں کہ کتاب کی افادیت اور قدرو تمیت گھٹ گئی۔ حاصل تبصرہ یہ ہے کہ کتاب بہت عمده اور مفید ہے۔ اگلا ایڈیشن میں عین نظرشافی کر کے داغ دھبھے دور کر لیئے چاہئیں۔ (عامر عثمانی)

### نغمہ شور

- جموعہ کلام جذاب عبدالعزیز نیاز • ناشر: مرکز ادب (بڑھوارہ) بھوپال صفحات ۱۱۶ • لکھائی چھپائی گوارہ۔
- قیمت = دو روپے ۵ پیسے۔

بہت سی غلوں، چند نظیوں اور چند تقطیعات کا یہ مجموعہ متostط درجے کی شاعری کالائی قرآنونہ ہے۔ شاعر نہ تو بہت زیادہ روایت پرست اور قدامت پسند نہ غایلِ قسم کے جدت طراز۔ ان کے یہاں قیم و جدید خوشگوار آمیزش ہے۔ اچھے مدد بزمگنگ خوشگوار۔ بیان میں روانی۔ زبان میں لوح۔ چنگی اگرچہ بھی پوری طرح نہیں آئی لیکن آثار کہہ رہے ہیں کہ شیخ محن جامد رہی تو شاعر ایک امتیازی مقام پالیں گے۔

یہ بات اگرچہ "چدائغ راه" کا ہوالہ دے کر نقل کی گئی ہے لیکن وجہ نقل خود صفت کا اس سے اتفاق ہے۔ ہم اس کی تصویب نہیں کریں گے۔ عمارت کا سب سے پہلا محلہ تو "بیمار" ہوتا ہے۔ قوانین کے نفاذ کا سنگ بنیاد حکومت ہے اور حکومت سازی کا جو طرزِ سعودی عرب میں جل رہا ہے اسے پورا اسلامی کون کہہ سکتا ہے۔ علاوه اریں صاحب معاشرے کی تشکیل میں سرگرمی کا دعویٰ بھی مبالغے سے خالی نہیں۔ توجہ ضرور کہ یہ مجھے ملک سرگرمی اور ہی شے کا نام ہے۔ سرگرمی اگر ہوئی تو سڑکوں پر اور ہر طلبوں میں نصب شدہ شیلی و یژن سدیٹ امریکہ و یورپ کے درمداد کردہ نیم عربیاں اور اخلاق سوز قلمیں دکھانے کی جرأت بھی نہ کرتے۔ یہ موضوع نازک میں لہذا ال جمال پر تناسعت ہے۔

صفحہ ۱۳۷ پر۔ "آج جمہوریت کا دنیا میں جو حشر ہو رہا ہے کیا اس کے پیش نظر یہ کہا جائیگا کہ جمہوریت ہی فلسطین یا وہ ہی سخ شدہ جمہوریت یعنی ہے جو آج دیکھنے میں آرہی ہے، یہ اسی طرح خلط ہو گا جیسے کوئی چین کی تہییری ہم دیکھ کر کہ اشتراکیت بھی ہے۔"

فضل صفت نے محسوس نہیں کیا کہ ان کی اس عبارت سے اشتراکیت کی تھیں بلکہ رہی ہے۔ اشتراکیت۔ انسانی فروعیت کا سب سے بڑا شاہراکار۔ ظاہر ہے صفت اس کی تھیں کا صورت بھی نہیں کہ سکتے مگر سیاق بہ حال اس وسیع کی اکابر گیا ہے۔

علاوہ اس کے جمہوریت کو گاڑنے والی صورتوں کو چین کی تہییری ہم جیسا قرار دینا ہمارے نزدیک محل نظر ہے۔ نامہ نہسا تہییری ہمیں خود صحیح تو اشتراکیت کا لازمی تقاضنا ہیں جن کے بغیر اشتراکیت زیادہ دوڑ جل ہی نہیں سکتی۔ اسی لئے یہ ہمیں چین تک حجود نہیں روس میں بھی ان کا ہو ر وقت اوقتنا ہوتا رہتا ہے۔ اشتراکیت انسانی نظرت کے خلاف ایک حثیانہ جنگ ہے۔ نظرت کو دبا کر رکھنا اجرد تشدد کے بغیر ممکن نہیں۔ اشتراکی نظر ایک چکی میں پسے والے

سے کوئی وجود انی یا جیلی یا نطفقی رابطہ نہیں رکھتی۔  
انسان تی پلکوں پر لزتے ہوئے تارو  
تم خاک میں مل کر رُخ لگتی کاسنوارو

الفاظ اور ان کا دروس است بظاہر خالص بورت ہے  
لیکن واقعی مفہوم کچھ نہیں۔ سناوار نازلفوں کے لئے  
موزوں لفظ ہے۔ ”رُخ کوسنوارنا“ روزمرہ کے خلاف ہے  
رُخ تو سجا یا جاتا ہے۔ پھر آخر آنسووں کے خاک میں مل  
جانے سے رُخ لگتی کاسنوار کیسے ہو گا۔

اب کوئی نہیں آئے کاغذ خانہ دل میں  
سو جاؤ شب ہجر کے بے خواب ستارو  
”غم خانہ دل“ کا یہاں کیا موقعہ تھا۔ ہجر کی شب تو  
کہتے ہیں اُس رات کو ہیں جب عاشق حبوب کی یاد میں جانش  
رہا ہو۔ یاد کا مطلب ہے تکسی کاغذ خانہ دل میں موجود ہونا۔  
— پھر ہمیں صدرے کا کیا جواز رہا۔

سرخی خون جگیر کے حاجاگی ہے  
آج اس شوخ کے چڑھے جیا جاگی ہے  
خاچرے یہ تو کوئی بھی نہیں لکھتا۔ جیا اور حنا کے  
رنگ کی مشاہدہ تھی لیکن محلِ شبیہہ موزوں نہیں۔

رقصان مری پلکوں پہن ہوتے اگر انسو  
راتوں کو ستارے بھی نہیں ادا رہتے  
ایک دعویٰ ہے مگر محمد دلیل۔ ایسے اشعار مشاعریں  
تربخ چلتے ہیں مگر کاغذ پر ان کی قیمت کیسے شخص کیجاے۔  
فن کو نہ بناتے کبھی جسے غم انسان

حساس جو اس دور کے فنکار نہ ہوتے  
شاعرِ محکوم نہیں کیا کہ پہلے صدرے میں الفاظ الٹ  
گئے ہیں۔ موقعہ یہ کہنے کا تھا کہ ”غم انسان کو جزو فن نہ بناتے۔  
الراج کے فنکار حساس نہ ہوتے۔“ یہ بھلا کیا بات ہوئی کہ  
”فن کو جزو غم انسان نہ بناتے۔“ دیسے یہ ہم اپنے عذر نہیں  
شاعر کو بتا دیں کہ ”غم انسان“ میں گھلنے والے آج کے فنکار  
زیادہ تر نعرہ باز اور سخن ساز ہیں جیقی غم انسان کے بجائے  
انھیں ”سیاسی غم انسان“ زیادہ ہے۔ اور جہاں ہمیں انسان“

چند اچھے شعر نہونہ ملا خطہ، ہوں:-  
سینے سے گالے گی کوئی موج طاطام  
یہ سروچ کے امید کے ساصل پھٹا ہوں

تنہی ملکھا دل سے رُختے ہیں بگرے  
اس سہرت بھی اُد بھی گلشن کی بہارو

ہم تقلیل جیاتی ہیں میں سرکفت مگر  
اہل ہوں کو لپنے دل و جاں کی فلم ہے

کتنے بے ذریں یہ ہنگاۓ  
میں بھرے شہر میں بھی ہوں تھا

یہ دو مرے خوالوں کی تعبیر نہیں ہے  
خوکرے خوالوں کیاں چھوڑ دیا ہے

چوڑ میں پر مہ دا جسم ہیں نہیں ان پر نظر  
آسمان پر یہ کسے ڈھونڈ رہی ہے، دنیا

دوستو صبح طرب کی خاطر شرط ہے شام المتك آ تو  
صھفات میں زیادہ گنجائش نہیں ورنہ اور بہت سے  
اچھے شuras جھوئے میں ہو جدیں۔

البتہ ضرورت تھی کہ انجاں کا معیار ذرا اور سخت  
ہوتا۔ بہترے ایسے اشعار بھی شامل اشاعت ہو گئے ہیں  
چونظرنا فی تک محتاج تھے۔

رُخ پر کسی کے رنگِ جیاد بکھتے چلے  
نظارہ جمالِ خدا دل بھتے چلے  
یہ صہرت مشاعرے میں پڑھنے کا شعر ہے چھنے کا ہیں  
حبوب کے تجویزی حسن و جمال کے نظائرے سے جمالِ خدا کی طرف  
تصویر کا پھر جانا ایک قابل نہماں ہے لیکن صہرت وہ  
حالت جب حبوب کا پھر جیا سے رُخ ہو رہا ہو جمالِ خدا

## سب سب (جید آباد) کے غالب مکمل

غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر انڈوپاک کے اکثر ادبی اور نیم ادبی رسائل نے غالب نمبر شائع کئے اور سبھی کی یہ کوشش رہی کہ ایک دوسرے سے سبقت لی جائیں لہذا اداوارہ ادبیات اور دو جید آباد نے بھی غالب کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ماہنامہ سب سب کے ستمبر کے شمارے کو غالب نمبر کی تکلیف میں شائع کیا ہے۔

تین سو بھروس صفحات پر تکلیف یہ غالب نمبر میں حصہ نہ رکھنے نظر اور نقد و نظر میں قسم ہے۔ حصہ نہ میں شامل مضامین میں غالب کی سو اخ، اسلوب بیان، انداز فکر اور سماجی اثرات پر خاص روشنی ڈالی چکی ہے۔ کچھ مضامین میں معیاری ہیں کچھ نسبتاً بلکہ معیاری مضامین میں داکٹر سید احتشام الحمدودی کا مضمون "غالب او قتبی کا تعلیمی مطالعہ" خاص چیز ہے۔ یہ مضامون داکٹر صاحب بنے کافی تحقیق و مطالعہ کے بعد لکھا ہے۔ داکٹر سلیمان احمد جاوید کا مضمون "مکاتیب غالب میں سماجی اور تہذیبی پس منظر" بھی اچھا معلوماتی اور جدید ترقیدی ملینکا کے عین مطابق ہے ان کے علاوہ اور بھی کئی مضامین ایسے ہیں جن میں تدقیقی بصیرت اور تحقیقی شعور کی چاندنی ملتی ہے۔ مگر کچھ مضامین ایسے بھی ہیں کہ ان میں سچ و ستائش کا زنگ تقدیری شعور پر غالب اگرا ہے۔ تعریف بُرم نہیں بشرطیکہ شواہزادہ نظائر سے مزین ہو۔ حصہ نظر خاصہ معیاری ہے۔ غالب کی زمینوں پر جو غریب شامل کی گئی ہیں، ان کی نایاں حصہ صیت یہ ہے کہ وہ بڑی حد تک غالب کے انداز بیان سے ملتی جلتی ہیں یعنی ان میں قدر تغیر کا لیکھ پہنچا ہے۔ کچھ نظموں میں غالب کی شاعرانہ غلطت کا اعتراض کرتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ ایسی بھروس نظموں میں جذبات خلوص کی جھلکی ہے تیسرا حصہ نقد و نظر کے لئے خصوص کیا گیا ہے جس میں

کی تکلیف ان کے ہاتھ میں آئی ہے وہاں انکھوں نے ان ان کو اس سے بدتر حالت میں پہنچا دیا ہے جس پر وہ ٹسوے بہلہ ہے۔

ساقیا میکدہ گیری کا چلن عام تو ہنگ  
"میکدہ گیری" اچھی اختراق نہیں اس سے ہیں یکخت  
"اٹھائی گیرے" جیسے الفاظ کی طرف جنت کرتا ہے۔  
صھپ پر دو شعروں میں هصرخ شتر گربہ پا گیا  
آپ تجدید ملاقات کی باتیں نہ کرو  
ادر

آپ اب بھی گھنے عنایات کی باتیں نہ کرو  
"آپ" کا نہیں تم کا محل تھا۔ یا پھر ردیف "کرو"  
نہیں مگر میں یہ تو تھی۔  
حصہ نظر نسبتاً کم و درج ہے۔ "آزاد نظیں" تو آزاد ٹھیریں  
پابند بھی اتنی مشت و تحریر کے خدو خال رہتی ہیں۔  
آج بھی سر میں ہے سودا سے جنت کی لگن  
سودا سے جنت کی لگن لیلۃ القدر کی رات علی یہی بات  
ہے۔ سودا لگن ہی کا ایک غلیاً میز روپ ہے۔ ان میں باہم اتفاق  
درست نہیں۔

اٹھو سکے جہاں کے انسا نا حق اور امن کے ثنا خوا نو  
لفظ "حق" کو مشدد پڑھیے تب وزن درست ہوتا ہے  
حالانکہ شدید کا یہاں کیا سوال۔ دیت نام، نہ روکا خوا۔  
جسین جھوڑیت ارتقا۔ ان عنوانات کے تحت ہی ہڑی نظیں  
کسی قابل ہوتیں اگر شاعر عمر کے سچاں سال گذرنے کے بعد  
انھیں کہتے۔ فکر و شعور کی پختگی کے بغیر ایسی نظموں میں وقتی  
رححانات پر و پیگیٹے اور سیاست کی سطحی نمود کے سوا ہو  
ہڑی کیا سکتا ہے۔

بھیثت جھوڑی "لغہ مشعور" میں حاسن کا پہلے غالب  
ہے اور اہل ذوق اسے دلچسپی سے پڑھ سکتے ہیں۔  
(عامر عثمانی)

## صہد سالہ نائیخ دار العلوم دیوبند

بین الاقوامی شہرت رکھنے والی عظیم درسگاہ "دارالعلوم" کا جامع تعارف اس کے موجودہ ہم مردم مولانا محمد طیب حسٹ کے قلم سے۔ اس کے مطالعے سے آپ اس درسگاہ کے تمام احوال و کوائف سے پوری طرح واقعہ ہو جائیں گے عمارتوں کے بہت سے فوٹو بھی شامل کتاب ہیں۔  
قیمت — ڈھانی روپے۔

## محیثین عطاء اور ان کے علمی کارنامے

چاروں ائمہ اور امام خوارجی، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام طحاوی کے علم و تفہیق، علمی کارناموں اور اسناؤ کو کہدا رہا پر ایک محققانہ تالیف آپ کی معلومات میں بیش بہا اضافات کا موجبد ہے۔  
قیمت مجلد — سارٹھ چار روپے۔

## کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟

دنیا بھر کے علماء و فضلا کے قتوے اور فیصلے ایک اہم کتاب جو مخالف و موافق ہر ایک کیلئے مفید اور دلچسپ  
قیمت — تین روپے۔

## نئے مشاہدات اور جزء شیق القمر

آدمی آرج چاند پر اتر جکھا ہے۔ اس خاص ضرورع سے متعلق بیش بہا سائنسی تاریخی، جغرافی اور دینی معلومات کے کیلئے اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔ ۲۳ صفحات پر بھی ہوئی یہ کتاب اپنے انداز کی ایک ہی چیز ہے۔ سات روپے۔

## سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری

نروہ العلاموں کے بانی کے حالات و کوائف۔  
قیمت مجلد — چھ روپے۔

مکتبہ تخلی (لو بندار (بی۔ پی))

انڈوپاک میں شائع شدہ مختلف جواند کے غالب نمبروں پر بصیرہ کیا گیا ہے جو حقائق پر مبنی ہے۔ مجموعی طور پر اس کا غالب نمبر قابل مطالعہ ہی نہیں بلکہ "غایبات" میں گرائی راضا ہے۔ اتنے متوازن اور کامیاب غالب شیخ کے لئے ہم ادارہ ادبیات اردو (حیدر آباد) کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ (شکیل احمد عاصم)

## بزرگ پیغمبر

حضرت کا مقدس تذکرہ اس انداز میں کربے شمار مسائل اور نصائح اور دینی تعلیمات سے واقعیت ہوتی ہے۔  
چلی جاتی ہے۔ قیمت — سوار و پیسے۔

## جاہنزہ تراجم و تراثی

دنیا میں کب اور کس زبان میں قرآن کے تراجم ہوتے ہیں اس کی تفصیل تفصیل۔ متذکرین اور شارحین کے نام بہت عمدہ معلوماتی کتاب ہے۔  
قیمت — مجلد — سارٹھ چھروپے۔

## مد المرج سلوك

ڈاکٹر میر ولی الدین کی مفید کتاب۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کے لئے مفید ہو گا۔  
قیمت مجلد — پانچ روپے۔

## چالیس بدعیں

بدعات کے رد میں ایک دلچسپ اور کارامد کتاب  
قیمت — ۷۵ پیسے۔

## ایمنی اصلاح آیت

نیم صد بیسی کے قلم سے ترکیہ نفس کا پہلا سبق۔ ۴۰ پیسے

دیوبند

سرگاہ "دارالعلوم"

سنانحمد طیب حمد

و سرگاہ کے

مہاجانیں گے

ب ہیں۔

نام

امام ترمذی

علم و تفہیم، علی

نہ تالیف آپ کی

بنے گی

روپے۔

ہے؟

فیصلے ایک اہم

ید اور دلچسپی سے

پڑے۔

القدر

خاص مجموع سے

دینی معلومات کے

حاتم پر کھلی ہوئی

سات روپے۔

جنگیری

و کوائف

و پے

## مفید کتابیں

ظہیر ترقیت

### فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل محتب

دارالعلوم کے صدر سالہ دو رکشاہ بکار اور حاصل ہنر سے خداوندی پر یاد کیا جائے گا  
جو عموماً مفصل اور عبارات فقیہی کے ساتھ مدخل ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ کی نوٹیا  
سے سبق سائل کا یہ ذخیرہ اس قابل ہے کہ تمام دوسوں فتاویٰ میں بھروسہ ہیں  
اور ہر سامان گھر نے اس برائے مطالعہ کیا ہے۔ مایل شرح شادی و زیس جس میں لائنا  
دارالعلوم کا فلوجی شامل ہے۔

یقنت مکمل بیث پار مبلدوں میں اکیس روپے (مجلد پر چوتھی روپے)

### اشر فیہ شہقی زیور مکمل مدقق محتشی

باکل عام فہم، عورتیں اور بچیاں تک فائدہ انجام سکتی ہیں۔ مذکور مبلدوں میں  
مکمل باکل روپے (مجلد پندرہ روپے)

### قصص الاولیاء

یعنی نزہۃ الباطین اور دو، ترمذی و نسیہ

جس میں اولیاء، اشیاء علیہ اصلاح اور زکاۃ ہے۔

کتاب و سو سے نمائیات و کلمات درج ہیں۔ پانچ حصوں میں۔

ن جست روپے

### غدیر کیا ہے؟

مولانا عبد الجی کھنڈی کی ایک نار کتاب میں

غدیر کیا ہے؟ غدیر کر قرآن نے "اپنے بھائی کا گشت کیا نہ"

تعمیر کیا ہے وہ کیا ہے۔ اس کی تئیں شاییں تو قیمیں ہیں۔ اس سے سبق

فقی احکام کیا ہیں۔ ایسے تمام سوالوں کے جواب قرآن و حدیث اور اقوال

سلف کی روشنی میں۔ تین روپے پچاس بھی۔

### برائیں قاطعہ

بعات کے بعد میں ایک شہرہ آفاق کتاب

ترجمہ دینے رہتے ہیں ان کا لاجوب رواہ سیح حقاً مکابیہ کا بساہ

پانچ روپے

**مکتبہ تحملی۔ دیوبند (یو۔ پی)**

ایک عام فہم اور سیسی تصریح حوصلہ اور کتابیں کی  
تفسیر حل لقرآن

چند اہم خصوصیات

(۱) حضرت مولانا اشرف علی مصاحب تھانوی نے شروع سے آخر کسر فارقاً  
ملاحظہ فرمایا ہے (۲) تفسیر کی ان جو اشیٰ سے جو کو مولا تھانوی نے تحریر فرمائے  
ہیں اس کی افادتی ہی اضافہ ہرگی ہے (۳) مولا تھانوی نے اس فیض کی  
تحریر اور ایک ایسی حصہ صیات پر مشتمل ایک تقریظی محی تحریر فرمائی ہے۔  
صد پیغمبیری پارہ ڈیلہ روپیہ۔ مکمل بیث ۳۰ روپے۔

### تاریخ اسلام مکمل دوچھا حصہ

ماش اہلی برہمی  
پاہ نرم کی نہود سے وصال نبڑی صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام حالات  
و اتفاقات نہایت سلیس اور شیرین انداز میں۔

یہ ایک نواعت کی نظر ثانی اور ایک ترتیب کی مطابق ہے جو یہ نہ  
مذاہیں کے اضافوں کے مطابق تکوہات نبڑی جو شاہین وقت کے نام کے  
گئے تھے مذہب و تحریر موجود ہیں۔ ملائم تختا جس میں نادر مبارک کا لکھ  
بھی شامل ہے۔ بلا جلد تجھ روپے (مجلد ساٹھی سات روپے)

### کمالین مترجم و شرح اور حللا مین

استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

یہ شہپور ترین تفسیری تفسیر دل کا خلاصہ و عطر ہے۔

خصوصیات۔ (۱) اصل و بی متن حس اعاب (۲) متن کے پچھے فہم اور دو

ترجمہ (۳) ترجیح کے بعد تصدیق اور شرک تفسیر کی پیش کشان، روح البیان

لائک، کشیر تفسیری، بیان القرآن وغیرہ کے مختصر پیش اشاریں (۴) ملک اور ان

مشخص و دیعاشر کی تحقیق (۵) علمی اطاعت اور قرآنی بیکات (۶) اشان

زدیں و بخطابیات بلطف اور سلیپ قرآن پر پیش تصریح و (۷) صحیح حقائق و سک

ل کی وجہی نظر (۸) پائیں تکلیفیں پاؤں دو جو چھوپے۔ بالکل براہ راست پیش